سلسلہ
احیاء منہج اہل السنۃ والجماعۃ
4

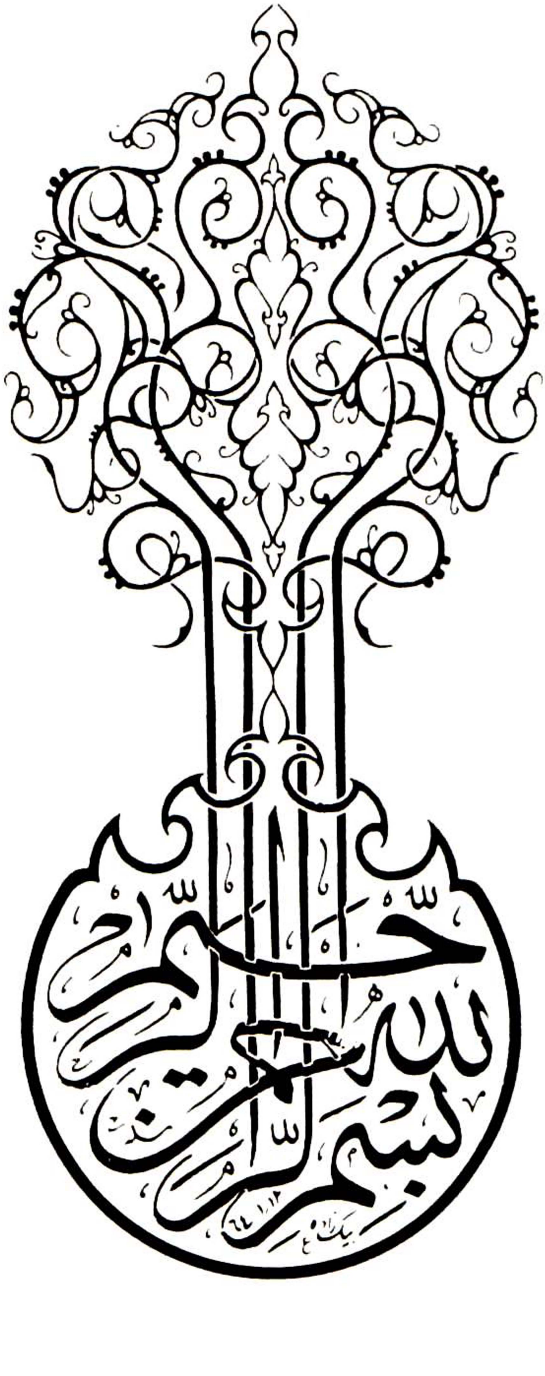
شانِ مصطفیٰ علیہ الصلاۃ والسلام

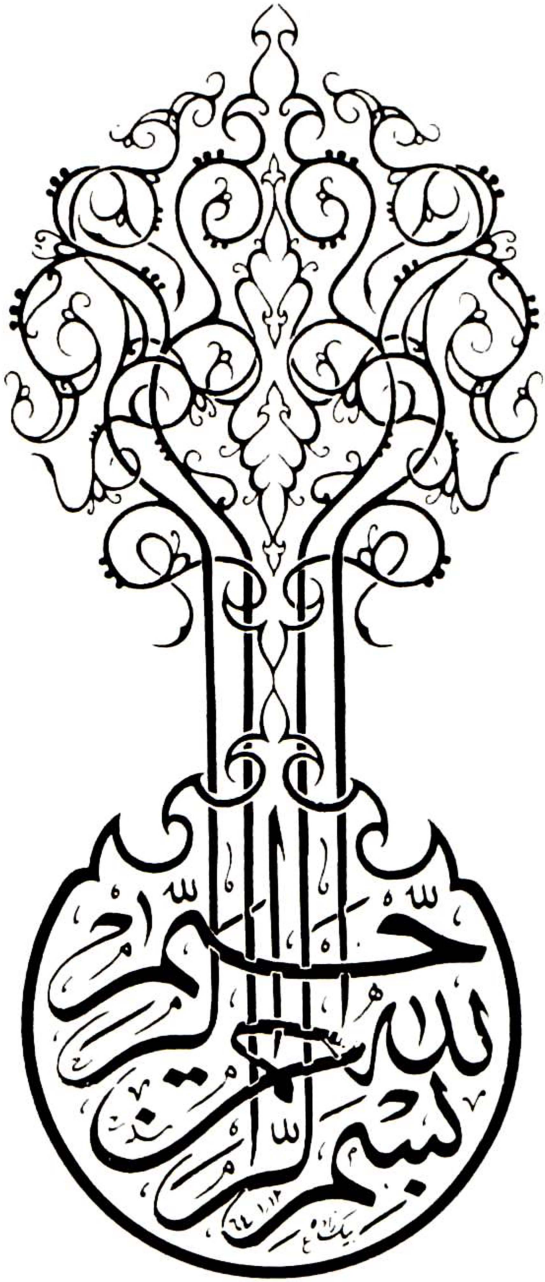


تالیف: ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی

اضافہ: حافظ عمران ایوب لاہوری
تقریظ: شیخ الحدیث عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ

انصار السنہ پبلیکیشنز۔ لاہور
WWW.IRCPK.COM


بسم الله الرحمن الرحيم


بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست مضامین

باب نمبر 10

باب نمبر 11

باب نمبر 12

باب نمبر 13

باب نمبر 14

باب نمبر 18

باب نمبر 19

باب نمبر 20

باب نمبر 21

باب نمبر 22

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

الحمدلله رب العالمين ، والصلاة والسلام على سيّد الانبياء والمرسلين أما بعد!

اے میرے پروردگار! ہر قسم کی تعریف تجھے لائق ہے۔

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱﴾ (الفاتحه : ۱)

تیری حمد و ثناء میں ساری کائنات کا ذرہ ذرہ مشغول ہے۔ تیری تسبیح وتحمید ساتوں آسمان کے چپہ چپہ پر نوری مخلوق کر رہی ہے۔

﴿وَ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ مَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ لَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۝۱۹ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ۝۲۰﴾

(الأنبياء : ۱۹۔۲۰)

تو ہمیشہ سے زندہ ہے، اور تمام کائنات کی تدبیریں کرنے والا ہے، تو ہر قسم کی غفلت و نیند سے پاک ہے۔

﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ؕ﴾

(البقرة : ۲۵۵)

تو نے اپنی تعریف اپنی شان کے مطابق خود ہی قرآن مجید میں بیان فرمائی ہے۔ تیرے بندے تیری توحید پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور تیری بندگی میں کسی کو بال برابر بھی شریک نہیں کرتے۔ تیری پاک بارگاہ میں انبیاء و مرسلین کی پاک جبینیں سیسیں نواتی ہیں، اور سید الأنبیاء والمرسلین محمد ﷺ نے سب سے زیادہ تیری بندگی کی اور تیری بندگی کے ذوق سے اپنی امت مرحومہ کو محو لذت کیا۔

اس پاک اور مبارک ہستی پر بے شمار درود وسلام ہوں کہ جن پر اللہ رب العزت بھی درود بھیجتا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝۵۶﴾ (الأحزاب : ٥٦)

اور جس مبارک ہستی کا اللہ تعالیٰ نے عالمِ ارواح میں اپنے انبیاء ومرسلین علیہم السلام سے خود میثاق لیا، اور فرمایا کہ جب تمہیں دنیا میں کتاب وحکمت سے نواز دیا جائے، اور پھر تمہارے پاس وہ رسول تشریف لے آئے جو تمہاری تصدیق کرے، تو تم اس پر ایمان لے آنا، اور اس کی مدد کرنا۔

﴿وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝۸۱﴾ (آل عمران : ٨١)

اور جس مبارک ہستی کے لیے سیّدنا ابراہیم خلیل علیہ السلام نے دعا فرمائی:

﴿رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۱۲۹﴾

(البقرة : ١٢٩)

اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو مژدۂ جانفزا سنایا:

﴿وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ؕ﴾ (الصف : ٦)

جن کی آمد سے پہلے بنی اسرائیل ان کی وجہ سے اپنے دشمنوں پر فتح کی تمنا کرتے تھے۔

﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ؗ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝۸۹﴾

(البقرة : ٨٩)

وہ ہستی مبارک جس نے بھٹکی ہوئی انسانیت کو معبودِ واحد کی بندگی کی لذت سے آشنا کیا:

((اَيُّهَا النَّاسُ! اُعْبُدُوْا رَبَّكُمْ ، فَصَلُّوْا خَمْسَكُمْ ، وَصُوْمُوْ

شَهْرِكُمْ وَاَطِيعُوْا ذَا اَمْرِكُمْ ، تَدْخُلُوْا جَنَّةَ رَبِّكُمْ .)) ❶

اس نے انسانیت کو ظلمت و جہالت کے اندھیروں سے نکالا، فرمایا:

((اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيَّ مَوْضُوْعٌ .)) ❷

(لوگو! یاد رکھو) جاہلیت کے تمام دستور میرے پاؤں کے نیچے رسوا ہیں۔''

بندہ و آقا کے امتیاز کو ختم کیا، انہیں ذہنی غلامی سے نجات دلائی۔

((اَيُّهَا النَّاسُ: أَلَا اِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ ، وَاِنَّ اَبَاكُمْ وَاحِدٌ ، لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ ، وَلَا اَحْمَرَ عَلٰى اَسْوَدَ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ اِلَّا بِالتَّقْوَى .)) ❸

''لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے، اور بے شک تمہارا باپ بھی ایک ہے، یاد رکھو! کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ فام پر اور سیاہ فام کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں، ہاں! جس میں تقویٰ (زیادہ ہوا) وہ زیادہ عزت والا ہے۔''

اور اخلاق حسنہ سے مزین کیا، انہیں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کا اپنی سنت کے ذریعے عملی طور پر خوگر بنایا، اور ذلت سے نکال کر حرمتِ کعبہ کی طرح معزز بنا دیا:

((فَاِنَّ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا .)) ❹

یقیناً تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری عزت (تا قیامت) اسی طرح محترم ہے جس طرح یہ دن، اس مہینہ میں اور اس شہر میں محترم ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندہ و رسول ﷺ کی محبت کو ملتِ اسلامیہ پر فرض کر دیا، اور دنیا و آخرت کی تمام سعادتوں کو ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت و محبت سے وابستہ کر دیا ہے۔

﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ

---

❶ صحيح بخاري مع الفتح: ٢٠/١١.

❷ صحيح بخاري مع الفتح: ٢٠/١١ـ مسند أحمد: ٦١٨٦/٩.

❸ صحيح بخاري: ٢٣٤/١ـ مسند أحمد: ٦١٨٦/٩. ❹ حواله أيضًا.

وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٤﴾ (التوبة : ٢٤)

وہ ذاتِ رسول ﷺ ہی تھی کہ جس نے بھٹکی ہوئی انسانیت کو صراطِ مستقیم پر لا کھڑا کیا، توحید کا جام پلا کر ایک طرف تو انہیں اس بت پرستی سے نکالا جو صدیوں سے ان کے رگ و پے میں سرائیت کر گئی تھی، تو دوسری طرف ان کو تمام رشتوں ناطوں کی محبت سے آزاد کر دیا جو اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے مخالفین تھے۔ ذاتِ رسول ﷺ سے محبت ہی وہ جذبہ تھی جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے خونی رشتے داروں سے بدر اور خندق وغیرہ کے مواقع پر لڑنے پر تیار کر دیا۔ اسی ذاتِ رسول اللہ ﷺ کے جلو میں مدینہ منورہ میں اللہ اور رسول ﷺ کی محبت کی فضاء خوب پروان چڑھی اور وہ اہلِ ایمان کے قلوب و اذھان میں سرایت کر گئی۔ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ پر اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ اتنا اور کسی شخصیت کے بارے قطعاً نہیں لکھا گیا۔ مسلمانوں نے تو اپنے پیغمبر ﷺ کی سیرت وصورت پر لکھنا ہی تھا، خود غیر مسلم دنیا میں بھی آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کو موضوع تحریر بنایا گیا، اور یہ سلسلہ تا حال جاری و ساری ہے، اور ختم ہوتا نظر نہیں آ رہا۔ بلکہ جوں جوں زمانہ ترقی کرتا جا رہا ہے، اسی رفتار سے آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کی اہمیت بڑھتی جا رہی ہے اور اس کے اثرات مسلم و غیر مسلم ہر دو اقوام پر نمایاں ہوں رہے ہیں۔

دورِ حاضر میں ایک طرف تو مغربی کلچر اپنی پوری آب و تاب سے مائل کر رہا ہے، تو دوسری طرف تعلیمی محاذ پر محبت رسول کو نابود کرنے کے لیے رسالتِ مآب ﷺ کی شان اقدس میں گستاخیاں کی جا رہی ہیں۔ دین سے دوری و بد عملی، تعیش، وہوس پرستی اور دیگر تمام خطرات سے اس وقت ہی نبرد آزما ہونا ممکن ہے کہ جب ملتِ اسلامیہ سوزِ صدیق اور جذبۂ بلال رضی اللہ عنہ کو اپنا لے کیونکہ اس پرفتن دور میں اسوۂ رسول ﷺ پر چل کر ہی مسلمان اندرونی و بیرونی فتنوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بندہ ناچیز نے اس ''شانِ مصطفیٰ ﷺ'' نامی کتاب کو قرآن وسنت کی روشنی میں مرتب کرنے کی سعی کی ہے۔ یاد رہے کہ اس کتاب کا باب ''نبی

کریم ﷺ کی اخلاقی تعلیمات ، اور باب نبی کریم ﷺ قیام امن کے لیے آئے تھے'' جناب منیر احمد وقار صاحب کی کتاب ''پیغمبر امن ﷺ'' سے ماخوذ ہے، مگر تبدیلی کے ساتھ۔ آخر میں میں جناب عمران ایوب لاہوری صاحب کا شکریہ ادا کرنا انتہائی ضروری سمجھتا ہوں کہ جنہوں نے اس کتاب کی نظر ثانی کا کام سرانجام دیا۔ جزاه الله عنی و عن المسلين خير الجزاء .

اس کے ساتھ ساتھ میں اپنے محترم و مخلص بھائی حافظ حامد محمود الخضری کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی تخریج ، اضافہ جات اور ترتیب نے کتاب کو چار چاند لگا دیے۔ تصنیف کے میدان میں مجھے ان کی رہنمائی اور علمی تعاون نے بڑا حوصلہ بخشا ہے۔ اور جملہ علمی کاموں میں وہ میرے شریک سفر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل یہ ہے کہ وہ فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ منہج سلف کی حامل عظیم شخصیت کی رہنمائی میں کام کر رہے ہیں۔ ہمارے لیے فضیلۃ الشیخ کی سرپرستی بہت بڑی سعادت کی بات ہے۔ والحمد لله علی ذٰلك .

میں ''انصار السنۃ پبلی کیشنز'' کے ممبران جناب محمد طارق جاوید، جناب محمد شاہد انصاری، محمد اکرم سلفی، ابوطلحہ، محمد ناظر سدھو اور جناب منصور سلیم کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جن کا تعاون دامے درمے سخنے قدمے میرے ساتھ ہے۔ آخر میں انتہائی مناسب ہوگا کہ میں ابومومن منصور احمد حفظہ اللہ کا شکریہ ادا کروں جو ہمارے ادارے کی کتب کی اشاعت کا بیڑہ اٹھاتے ہیں۔ اور ایسے ہی محمد رمضان محمدی صاحب جو کتاب کی پرنٹنگ اور مارکیٹنگ کے ذمہ داری بخوبی نبھاتے ہیں۔ اور بھائی عبدالرؤف جنہوں نے کمپوزنگ کی، بھائی سلیم اختر الہلالی، محمد الیاس دانش اور ندیم بھائی جنہوں نے کتاب کی پروف ریڈنگ کا کام سرانجام دیا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعا گو ہوں کہ وہ میری اس کاوش کو شرف قبولیت سے نواز دے، اور ہمارے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔

وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه محمدٍ وعلى اٰله وصحبه وسلم .

وكتبه

ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی

(مدیر) انصار السنۃ پبلی کیشنز، لاہور

باب نمبر 1

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت

ولادت باسعادت:

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ میں شعب بنی ہاشم کے اندر ۹ ربیع الاوّل سنہ ۱ عام الفیل یوم دوشنبہ کو صبح کے وقت پیدا ہوئے۔ اس وقت نوشیرواں کی تخت نشینی کا چالیسواں سال تھا اور ۲۰ یا ۲۲ اپریل ۵۷۱ء کی تاریخ تھی۔ علامہ محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ اور محمود پاشا فلکی کی تحقیق یہی ہے۔ ❶

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((وُلِدَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَامَ الْفِیْلِ .)) ❷

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت عام الفیل میں ہوئی۔''

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے:

((وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم یَوْمَ الْإِثْنَیْنِ فِی رَبِیْعِ الْاَوَّلِ .)) ❸

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ربیع الاول کے مہینے میں بروز سوموار پیدا ہوئے۔''

---

❶ تاریخ خضری : ۶۲/۱۔ رحمۃ للعالمین: ۳۹،۳۸/۱۔ اپریل کی تاریخ کا اختلاف عیسوی تقویم کے اختلاف کا نتیجہ ہے۔ بحوالہ الرحیق المختوم، ص : ۸۳.

❷ مستدرک حاکم : ۶۰۲/۲، رقم: ۶۲۰۳۶۔ حاکم نے اسے ''صحیح علی شرط الشیخین'' قرار دیا ہے۔ طبرانی کبیر، رقم: ۱۲۴۳۲۔ مجمع الزوائد: ۱۹۶/۱۔ ہیثمی نے اس کے رجال کو ''ثقہ'' قرار دیا ہے۔

❸ تاریخ ابن عساکر بحوالہ البدایۃ والنہایۃ: ۳۲/۳۔ طبع دار ابن کثیر، بیروت.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے اور بابرکت اسماء مبارکہ

اسم محمد اور احمد:

قرآن کریم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام ذکر ہوئے ہیں؛ ایک محمد اور دوسرا احمد۔ نامِ محمد چار مرتبہ ذکر ہوا ہے، چنانچہ محمد نام والی چار آیات درج ذیل ہیں:

﴿وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ﴾

(آل عمران : ١٤٤)

''اور محمد نہیں ہیں، مگر رسول، تحقیق ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں۔''

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۴۰﴾﴾ (الاحزاب : ٤٠)

''(لوگو!) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ محمد نہیں، لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔''

﴿وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ﴾ (محمد : ٢)

''اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور اس (کتاب) پر بھی ایمان لائے جو محمد پر اتاری گئی ہے، دراصل ان کے رب کی طرف سے سچا دین بھی وہی ہے۔''

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾

(الفتح : ٢٩)

''محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں رحمدل ہیں۔''

اور احمد نام صرف ایک بار سورۃ ''الصّف'' میں ذکر ہوا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ

بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۭ فَلَمَّا جَاۗءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

(الصف : ٦)

''اور جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا: اے (میری قوم) بنی اسرائیل! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، مجھ سے پہلے کی کتاب تورات کی میں تصدیق کرنے والا ہوں اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی میں تمہیں خوشخبری سنانے والا ہوں، جن کا نام احمد ہے۔ پھر جب وہ ان کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو یہ کہنے لگے، یہ تو کھلا جادو ہے۔''

''محمد'' کا معنی ہے قابل تعریف یا جس کی تعریف کی گئی ہو۔ اور ''احمد'' اگر فاعل سے مبالغے کا صیغہ ہو تو معنی ہوں گے ''دوسرے تمام لوگوں سے زیادہ اللہ کی حمد کرنے والا''۔ اور اگر یہ مفعول سے ہو تو معنی ہوں گے کہ آپ ﷺ کی خوبیوں اور کمالات کی وجہ سے جتنی تعریف آپ ﷺ کی کی گئی اتنی کسی کی بھی نہیں کی گئی۔ [1]

مزید چند اسمائے مبارکہ:

''محمد'' اور ''احمد'' کے علاوہ بھی آپ ﷺ کے چند اسماء مبارکہ ہیں جن کا بیان مختلف احادیثِ صحیحہ میں موجود ہے جیسا کہ سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُسَمِّي لَنَا نَفْسَهُ أَسْمَاءً ، فَقَالَ: أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَحْمَدُ، وَالْمُقَفِّي، وَالْحَاشِرُ، وَنَبِيُّ التَّوْبَةِ، وَنَبِيُّ الرَّحْمَةِ ......)) [2]

''ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اپنے بہت سے ناموں سے آگاہ فرمایا۔ چنانچہ آپ نے بتایا کہ میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں مقفیٰ ہوں، میں حاشر ہوں، میں نبی التوبہ ہوں اور میں نبی الرحمہ ہوں۔''

---

[1] تفسیر احسن البیان، ص: ١٥٧٣.

[2] صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ٦١٠٨.

سیّدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

((اِنَّ لِی أَسْمَاءً، أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَنَا أَحْمَدُ، وَأَنَا الْمَاحِیُ الَّذِیْ یَمْحُو اللّٰہُ بِیَ الْکُفْرَ، وَ أَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمَیَّ، وَأَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہُ نَبِیٌّ .)) ❶

”میرے کئی نام ہیں: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی (مٹانے والا) ہوں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹائے گا، میں حاشر (اکٹھا کرنے والا) ہوں کہ لوگ میری پیروی کرتے ہوئے اکٹھے کیے جائیں گے، اور میں عاقب ہوں اور عاقب سے مراد وہ نبی ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔“

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی ایک مقام پر آپ ﷺ کے اسماء مبارکہ کا ذکر فرماتے ہوئے ”محمد، احمد، ماحی، حاشر اور عاقب“ کا ذکر فرمایا ہے۔ ❷

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

”نبی کریم ﷺ کے تمام نام محض نام نہیں، بلکہ صفات بھی ہیں، جو آپ ﷺ کی مدح اور آپ کے کمال پر دلالت کرتی ہیں۔“ ❸

امام زرقانی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے:

”نبی کریم ﷺ کے تمام اسماء مبارکہ انتہائی معزز اور پروقار معانی پر دلالت کرتے ہیں۔ اسی لیے امام ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ”محمد“ صرف نام نہیں، بلکہ آپ ﷺ کے حق میں صفت بھی ہے، جبکہ آپ ﷺ کے علاوہ ہر ایک کے حق میں صرف نام ہے۔“ ❹

---

❶ صحیح بخاری، کتاب المناقب، رقم: ۳۵۳۲۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ۶۱۰۶.
❷ الرسالة التدمیریة، ص: ٤٢.
❸ زاد المعاد: ۸۶/۱.
❹ شرح المواهب: ۱۱۳/۳.

شیخ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

''نبی کریم ﷺ کے تمام اسماء مبارکہ نام بھی ہیں، اور صفات بھی۔'' ❶

بشیر اور نذیر نبی ﷺ:

اس سلسلے میں چند آیات حسب ذیل ہیں:

﴿إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ بِٱلْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۖ وَلَا تُسْـَٔلُ عَنْ أَصْحَٰبِ ٱلْجَحِيمِ ﴿١١٩﴾﴾

(البقرة : ١١٩)

''(اے پیغمبر!) ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوش خبری دینے والا، اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور جہنمیوں کے بارے میں آپ سے پرسش نہیں ہوگی۔''

﴿يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَىٰ فَتْرَةٍ مِّنَ ٱلرُّسُلِ أَن تَقُولُوا۟ مَا جَآءَنَا مِنۢ بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ ۖ فَقَدْ جَآءَكُم بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ ۗ وَٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٩﴾﴾ (المائدة : ١٩)

''اے اہل کتاب! بالیقین ہمارا رسول تمہارے پاس رسولوں کی آمد کے ایک وقفے کے بعد آ پہنچا ہے۔ جو تمہارے لیے صاف صاف بیان کر رہا ہے تاکہ تمہاری یہ بات نہ رہ جائے کہ ہمارے پاس تو کوئی بھلائی، برائی سنانے والا آیا ہی نہیں۔ پس اب تو یقیناً خوش خبری سنانے والا، اور آگاہ کرنے والا، آ پہنچا۔ اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

﴿وَمَآ أَرْسَلْنَٰكَ إِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٨﴾﴾ (سبا : ٢٨)

''ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے خوش خبریاں سنانے والا، اور دھمکا دینے والا بنا کر بھیجا ہے، ہاں! یہ صحیح ہے کہ لوگوں کی اکثریت بے علم ہے۔''

﴿وَيَقُولُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ لَوْلَآ أُنزِلَ عَلَيْهِ ءَايَةٌ مِّن رَّبِّهِۦٓ ۗ إِنَّمَآ أَنتَ

❶ المجلى شرح القواعد المثلى: ١/٥.

مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴿٧﴾ (الرعد : ٧)

''اور کافر کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشان (معجزہ) کیوں نہیں اتارا گیا۔ بات یہ ہے کہ آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کے لیے ہادی ہیں۔''

﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۭ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٩﴾﴾ (الاحقاف : ٩)

''آپ کہہ دیجئے کہ میں کوئی بالکل نیا پیغمبر تو نہیں، نہ مجھے یہ معلوم ہے کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ میں تو صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی بھیجی جاتی ہے۔ اور میں تو صرف علی الاعلان آگاہ کر دینے والا ہوں۔''

شاہد اور مبشر نبی ﷺ:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿٤٥﴾ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿٤٦﴾﴾ (الاحزاب : ٤٥، ٤٦)

''اے نبی! یقیناً ہم نے ہی آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے، گواہیاں دینے والا، خوشخبریاں سنانے والا، ڈرانے والا، اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ۔''

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے ''یقیناً ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوشخبریاں سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر مبعوث کیا ہے'' تو میں جنت کی خوشخبری دینے والا اور جہنم سے ڈرانے والا ہوں۔'' [1]

عبدالرحمٰن السعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''﴿بشیر﴾ یعنی آپ ﷺ اس شخص کو دنیاوی اور اُخروی سعادت کی خوشخبری

---

[1] تفسیر ابن ابی حاتم: ١/٣٥٤.

سنانے والے ہیں جس نے آپ ﷺ کی اطاعت کی۔ ﴿ نذیر ﴾ اور اس شخص کو دنیاوی اور اخروی بدبختی اور ہلاکت سے ڈرانے والے ہیں، جس نے آپ ﷺ کی نافرمانی کی۔'' ❶

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حسی وظاہری اوصافِ کاملہ سے معمور فرمایا ہے۔ جس قدر بدنی خوبیاں نبی کریم ﷺ میں جمع فرما دی گئی ہیں وہ کسی اور کے بدن میں نہیں رکھی گئیں۔ آپ ﷺ بدنی محاسن اور ظاہری خوبصورتی کے لحاظ سے بھی بے مثل ہیں، اور بدنی محاسن میں اکمل ترین ہیں اور آپ ﷺ کو ہر جسمانی نقص سے پاک ومبرا پیدا کیا گیا ہے۔ ذیل کی سطور میں ہم آپ کے حلیہ مبارک کے متعلق علماء کرام کے چند اقوال اور احادیث رسول ﷺ پیش کرتے ہیں۔

علامہ قسطلانی کا بیان:

((اِعْـلَـمْ اَنَّ مِـنْ تَمَامِ الْاِیْمَانِ بِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْاِیْمَانُ بِاَنَّ اللّٰهُ تَعَالٰی جَعَلَ خَلْقَ بَدَنِهٖ الشَّرِیْفَ عَلٰی وَجْهٍ لَمْ یَظْهُرْ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ خَلْقُ آدَمِیْ مِثْلَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ .)) ❷

'' معلوم ہو کہ نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کی تکمیل تب ہوتی ہے کہ اس بات پر ایمان ہو کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے بدن شریف کی پیدائش اس طریقہ پہ کی کہ نبی کریم ﷺ سے پہلے اور آپ کے بعد کسی آدمی کی خلقت اس طرح نہ ہوئی۔''

چشمان ودہن مبارک:

((عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ رضی اللہ عنہ یَـقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ضَـلِیْعَ الْفَمِ اَشْكَلَ الْعَیْنِ مَنْهُوْشَ

❶ تفسیر السعدی: ١/١٥٦.

❷ زرقانی علی المواهب: ٤/٧٠.

الْعَقَبِ .)) ❶

’’ سماک رحمہ اللہ بن حرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے سیّدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک کشادہ، آنکھیں فراخ اور سرخی مائل، اور ایڑیاں مبارک دبلی پتلی تھیں۔‘‘

دست مبارک کی خوشبو:

((عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ صَلاةَ الْاُوْلٰی، ثُمَّ خَرَجَ اِلٰی اَهْلِهٖ وَخَرَجْتُ مَعَهٗ ، فَاسْتَقْبَلَهٗ وِلْدَانٌ، فَجَعَلَ يَمْسَحُ خَدَّيْ اَحَدِهِمْ وَاحِدًا وَاحِدًا، قَالَ: وَاَمَّا اَنَا فَمَسَحَ خَدَّيَّ، قَالَ: فَوَجَدْتُ لِيَدِهٖ بَرْدًا اَوْ رِيْحًا كَاَنَّمَا اَخْرَجَهَا مِنْ جُوْنَةِ عَطَّارٍ .)) ❷

’’سیّدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی، پھر آپ اپنے گھر کی طرف گئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ گیا، سامنے سے کچھ بچے آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ہر ایک کے رخسار پر ہاتھ پھیرا، اور میرے رُخسار پر بھی ہاتھ پھیرا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس کی ٹھنڈک اور خوشبو یوں محسوس کی جیسے آپ نے عطار کے ڈبہ سے ہاتھ باہر نکالا ہو۔‘‘

قلب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

قلب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم علوم واسرار کا مرکز ہے جس کی کیفیت سے پروردگار ہی واقف ہے، نبی

---

❶ سنن ترمذی، ابواب المناقب، رقم: ۳٦٤٧۔ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ’’صحیح‘‘ کہا ہے۔

❷ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ٦٠٥٢۔

کریم ﷺ کا قلب پاک ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے سرشار رہتا۔ آپ جب سوتے تو آپ ﷺ کا قلب مبارک بیدار رہتا۔ اگر آپ ﷺ کے پاس نیند کے دوران بات کی جاتی تو آپ اسے سنتے۔ ایک دفعہ آپ ﷺ سوئے ہوئے تھے کہ دو فرشتے آپ کے پاس آئے اور انہوں نے آپ کی دعوت مبارک اور قلب انور کی خصوصیات بیانِ کیں۔ آپ ﷺ نے ان کی گفتگو سے امت کو آگاہ کیا۔ صحیح بخاری کی روایت میں ہے۔

((عَنْ جَابِرِ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ يَقُولُ:جَاءَ تْ مَلَائِكَةٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ نَـائِـمٌ ، فَـقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّهُ نَائِمٌ ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْـقَـلْـبَ يَـقْظَانُ ، فَقَالُوا: إِنَّ لِصَاحِبِكُمْ هٰذَا مَثَلًا فَاضْرِبُوا لَهُ مَثَـلًا ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّهُ نَائِمٌ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ : إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْـقَـلْـبَ يَقْظَانُ فَقَالُوا: مَثَلُهُ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى دَارًا وَجَعَلَ فِيهَا مَـأْدُبَةً ، وَبَـعَثَ دَاعِيًا فَمَنْ أَجَابَ الدَّاعِيَ دَخَلَ الدَّارَ وَأَكَلَ مِنَ الْـمَـأْدُبَةِ ، وَمَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّاعِيَ لَمْ يَدْخُلِ الدَّارَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنَ الْـمَـأْدُبَةِ فَـقَـالُوا: أَوِّلُوهَا لَهُ يَفْقَهْهَا فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّهُ نَائِمٌ وَقَالَ بَـعْـضُـهُـمْ: إِنَّ الْـعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ فَقَالُوا: فَالدَّارُ الْجَنَّةُ وَالدَّاعِي مُحَمَّدٌ ﷺ ، فَمَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا ﷺ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ ، وَمَـنْ عَصَى مُحَمَّدًا ﷺ فَـقَـدْ عَصَى اللّٰهَ ، وَمُحَمَّدٌ ﷺ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ .)) ❶

''سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کچھ فرشتے نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے جبکہ آپ سوئے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ تو سوئے ہوئے ہیں۔ دوسرے نے کہا کہ ان کی آنکھ سوتی اور دل جاگتا رہتا ہے۔ پس انہوں نے کہا کہ آپ کے اس صاحب کی مثال ہے لہٰذا وہ مثال بیان کرو۔ ایک

❶ صحيح بخاری كتاب الاعتصام ، رقم: ٧٢٨١.

نے کہا کہ وہ تو سوئے ہوئے ہیں۔ دوسرے نے کہا کہ ان کی آنکھ سوتی اور دل بیدار رہتا ہے۔ پس انہوں نے کہا کہ ان کی مثال اس آدمی جیسی ہے جس نے ایک گھر بنایا، اور اس میں دستر خوان بچھایا اور بلانے والے کو بھیجا۔ پس جس نے دعوت قبول کر لی وہ گھر میں داخل ہوا، اور دستر خوان سے کھانا کھایا۔ اور جس نے دعوت قبول نہ کی وہ گھر میں داخل ہوا اور نہ دستر خوان سے کھانا کھا سکا۔ ایک نے ان میں سے کہا کہ اس کا مطلب بیان کیجئے تا کہ بات سمجھ میں آ جائے۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ تو سوئے ہوئے ہیں۔ دوسرے نے کہا کہ آنکھ سوتی ہے اور دل بیدار رہتا ہے۔ پس انہوں نے کہا کہ گھر سے مراد جنت ہے۔ بلانے والے سے محمد ﷺ مراد ہیں۔ پس جس نے محمد مصطفیٰ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی تو اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ محمد مصطفیٰ ﷺ اچھے اور برے لوگوں میں فرق کرنے والے ہیں۔''

سر مبارک:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''آپ کا سر بڑا مگر اعتدال اور مناسبت کے ساتھ۔'' [1]

موئے مبارک:

سیّدنا قتادہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

((قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ كَيْفَ كَانَ شَعَرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: كَانَ شَعَرًا رَجِلاً لَيْسَ بِالْجَعْدِ وَلَا السَّبْطِ بَيْنَ أُذُنَيْهِ وَعَاتِقِهِ)) [2]

''میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا رسول اللہ ﷺ کے بال کیسے تھے؟ انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ کے بال درمیانے تھے، نہ بہت گھنگھریالے تھے، نہ بالکل سیدھے۔ وہ (بال) کانوں اور کندھوں کے درمیان تک تھے۔''

---

[1] سنن ترمذی، کتاب المناقب، رقم: ٣٦٣٧۔ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ٦٠٦٧.

سیّدنا جحیفہ سوائی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

((قَالَ: رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ وَرَأَیْتُ بَیَاضاً مِنْ تَحْتِ شَفَتِهِ الْعَنْفَقَةَ)) ❶

''میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ کے نچلے ہونٹ کے نیچے ٹھوڑی مبارک میں کچھ بال سفید تھے۔''

کندھے اور سینہ مبارک:

ہند بن أبی ہالہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

''آپ ﷺ کا سینہ چوڑا، سینہ اور پیٹ ہموار تھے۔'' ❷

براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''آپ ﷺ کا سینہ چوڑا تھا۔'' ❸

ہند بن أبی ہالہ رضی اللہ عنہ اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''آپ ﷺ کے کندھوں کا درمیانی فاصلہ عام پیمانے سے زیادہ تھا۔'' ❹

امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''کندھوں کا درمیان حصہ پُر گوشت تھا۔'' ❺

مہرِ نبوت:

((عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ:كَانَ خَاتَمُ رَسُوْلِ ﷺ یَعْنِی الَّذِیْ بَیْنَ كَتِفَیْهِ غُدَّةً حَمْرَاءَ مِثْلَ بَیْضَةِ الْحَمَامَةِ)) ❻

''جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت کبوتری کے

---

❶ صحیح بخاری ، کتاب المناقب، رقم: ٣٥٤٥.

❷ دلائل النبوة : ٢١٢/١.

❸ صحیح بخاری، کتاب المناقب، رقم: ٣٥٥١.

❹ دلائل النبوة : ٣١٢/١.

❺ دلائل النبوة : ٢٠١/١.

❻ سنن ترمذی، ابواب المناقب رقم: ٣٦٤٤۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

انڈے کی طرح گوشت کی سرخ گلٹی تھی۔''

بازو اور ہاتھ مبارک:

ہند بن ابی ہالہ کا بیان ہے:

''آپ ﷺ کی کلائیاں دراز، ہتھیلیاں فراخ، انگلیاں موزوں حد تک لمبی تھیں۔'' ❶

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((مَا مَسِسْتُ حَرِيْرًا وَلَا دِيْبَاجًا أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ النَّبِيِّ ﷺ .)) ❷

''ریشم کا دبیز یا باریک کوئی کپڑا یا کوئی اور چیز ایسی نہیں جسے میں نے چھوا ہو اور وہ نبی کریم ﷺ کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم وگزار ہو۔''

چہرہ انور کی چاند کے ٹکڑے کی طرح چمک:

((وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ حَتَّى كَأَنَّهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ ، وَكُنَّا نَعْرِفُ ذٰلِكَ مِنْهُ .)) ❸

''سیّدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب خوش ہوتے تو چہرہ انور دمک اٹھتا تھا۔ پرنور چہرہ یوں محسوس ہوتا کہ گویا چاند کا ٹکڑا ہے، اور ہم اس بات کو پہچان لیا کرتے۔''

چودھویں رات کے چاند کی طرح چہرۂ مبارک کی خوبصورتی:

((عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہما قَالَ: سَأَلْتُ خَالِيْ هِنْدًا بْنَ اَبِىْ هَالَةَ رضی اللہ عنہ وَكَانَ وَصَّافًا عَنْ حِلْيَةِ النَّبِيِّ ﷺ ، وَاشْتَهِىْ اَنْ يَّصِفَ لِىْ مِنْهَا شَيْئًا فَقَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَخْمًا مُفَخَّمًا يَتَلَا

❶ دلائل النبوة : ٢١٣/١.

❷ صحيح بخارى، كتاب المناقب، رقم: ٣٥٦١.

❸ صحيح بخارى، كتاب المناقب، رقم: ٣٥٥٦۔ صحيح مسلم، كتاب التوبة، رقم: ٧٠١٦.

لُؤ وَجْهُهٗ تَلَأْلُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ)) ❶

''سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کے بارے میں پوچھا۔ آپ (ہند بن ابی ہالہ) حلیہ مبارکہ سے زیادہ واقف تھے۔ اور میں چاہتا تھا کہ وہ مجھ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ بیان کریں۔ انہوں نے یعنی (ہند بن ابی ہالہ) نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت ذیشان معزز تھے۔ اور آپ کا چہرۂ مبارک چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔''

چاند کی طرح خوبصورت چہرۂ مبارک:

سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے اپنے محبوب کے چہرہ انور کے حسن کو چاند سے مشابہ فرمایا ہے:

((عَنْ أَبِی إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہ أَكَانَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِثْلَ السَّيْفِ؟ قَالَ: لَا ، بَلْ مِثْلَ الْقَمَرِ .)) ❷

''سیّدنا ابواسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک تلوار کی طرح تھا؟ انہوں نے کہا نہیں، چاند کی طرح تھا۔'' (یعنی چہرۂ مبارک لمبا نہیں تھا بلکہ قدرے گول تھا۔)

چاند سے بھی خوبصورت چہرۂ مبارک:

سیّدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے چودھویں رات میں بار بار چاند اور چہرۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر یہ فیصلہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چودھویں رات کے چاند سے بھی زیادہ حسین ہیں۔

((عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِی لَيْلَةِ

---

❶ الشمائل النبویہ، رقم: ۸ ـ شعب الایمان، رقم: ۱۴۳۰ ـ شرح السنة، رقم: ۳۷۰۵ ـ مجمع الزوائد: ۳۴۹/۸ ـ یہ حدیث ''حسن لغیرہ'' ہے۔

❷ صحیح بخاری، کتاب المناقب، رقم: ۳۵۵۲.

اَضْحِیَانٍ وَعَلَیْهِ حُلَّةٌ حَمرَاءُ، فَلَهُوَ عِنْدِیْ اَحْسَنُ مِنَ الْقَمَرِ)) ❶

''سیّدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو چودھویں رات میں دھاری دار سرخ یمنی جوڑا پہنے ہوئے دیکھا، میں (کبھی) آپ کی طرف دیکھتا اور کبھی چاند کی طرف۔ تو آپ میرے نزدیک یقیناً چاند سے زیادہ حسین تھے۔''

چہرۂ مصطفیٰ ﷺ میں سورج کا عکس بننا:

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک چہرۂ مصطفیٰ ﷺ کی لطافت آئینہ کی طرح تھی۔ وہ اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رخِ مصطفیٰ ﷺ اس قدر چمکتا تھا کہ سورج کی چمک اس مبارک چہرے میں نظر آتی اور یوں لگتا کہ سورج چہرۂ مصطفیٰ ﷺ کے آئینہ مبارک میں چل رہا ہے۔

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: مَارَاَیْتُ شَیْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ مَشْیِهٖ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، كَاَنَّمَا الْاَرْضُ تُطْوٰی لَهٗ اِنَّا لَنُجْهِدُ اَنْفُسَنَا وَاِنَّهٗ لَغَیْرُ مُكْتَرِثٍ)) ❷

''سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے زیادہ حسین کوئی چیز نہیں دیکھی گویا کہ چہرہ انور میں سورج چلتا تھا۔ اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ تیز چلنے والا بھی کوئی نہیں دیکھا۔ گویا کہ آپ ﷺ کیلئے زمیں لپیٹ دی جاتی تھی۔ ہم (چلتے وقت) اپنے آپ کو مشقت میں ڈالتے تھے او آپ ﷺ بلا تکلف چلتے تھے۔''

---

❶ الشمائل النبویه، باب ماجا فی خلق رسول الله ﷺ، رقم: ۱۰۔ مستدرك حاكم، رقم: ۷۴۶۱۔ امام حاکم نے اسے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔

❷ مسند احمد: ۲/ ۳۵۰۔ رقم: ۸۰۴۱۔ شعیب ارناوط نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

دن کو اسی سے روشنی شب کو اسی سے چاندنی
سچ تو یہ ہے کہ رُخِ یار شمس بھی ہے قمر بھی ہے

چہرۂ مصطفیٰ ﷺ کی طلوع آفتاب سے تشبیہ:

مکھڑائے مصطفیٰ ﷺ کی تمثیل طلوع آفتاب کے حسین منظر سے بیان کرنا بھی نبی کریم ﷺ کے جمال مبارک کو سمجھانے کی کوشش ہے، اور بیان کرنے والے کی عقیدت کا اظہار ہے اور محبانِ مصطفیٰ ﷺ کی مدح سرائی کا ایک طریقہ ہے۔

((وَعَنْ اَبِی عُبَیْدَةَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ قَالَ ، قُلْتُ لِلرَّبِیْعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ صِفِیْ لَنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَتْ: یَابُنَیَّ! لَوْرَأَیْتَهٗ رَاَیْتَ الشَّمْسَ طَالِعَةً .)) [1]

’’سیّدنا ابوعبیدہ بن عمار یاسر کا بیان ہے کہ میں ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا کی خدمت میں عرض گزار ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا ہمارے لیے حلیہ بیان فرمایئے۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا: اے بیٹے! اگر تم انہیں دیکھتے تو سمجھتے گویا طلوع ہوتا ہوا سورج دیکھ لیا۔‘‘

صحابی رسول اللہ ﷺ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے جمال کو بڑی اعلیٰ مثال کے ساتھ بیان کر کے جمالِ مصطفیٰ ﷺ کا نقشہ بعد میں آنے والوں کے قلوب میں نقش کیا ہے۔

فارسی کا شعر بھی حضور نبی کریم ﷺ کے حسن مبارک کی ایک جھلک پیش کرتا ہے۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں همه دارند تو تنها داری

نبی کریم ﷺ سے زیادہ حسین میں نے نہیں دیکھا:

ابوالطفیل رضی اللہ عنہ کے قربان جائیں کہ انہوں نے جمال نبی ﷺ کو بیان کرتے ہوئے

[1] مشکوۃ المصابیح ، کتاب الفضائل ، رقم: ۵۷۹۳۔ سنن دارمی، رقم: ٦ .

سفید اور ملیح فرمایا یعنی اس حسن مبارک کی محبت کا ذائقہ کی مثال نمک ہے کہ اس کے سوا کوئی کھانا دل کو اچھا نہیں لگتا اور نہ کسی چیز کا ذائقہ پسند آتا ہے۔

((عَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ قَالَ: رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ وَمَا عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ رَجُلٌ رَاٰہُ غَیْرِیْ قَالَ: فَقُلْتُ لَہٗ : فَکَیْفَ رَاَیْتَہٗ؟ قَالَ: کَانَ اَبْیَضَ مَلِیْحًا مُقَصَّدًا)) ❶

''سیّدنا ابو الطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا اور اب میرے سوا روئے زمین پر کوئی شخص نہیں ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا، آپ نے رسول اللہ ﷺ کو کس حلیہ میں دیکھا تھا؟ انہوں نے کہا کہ آپ سفید ملیح اور میانہ قامت تھے۔''

ڈھالی ہوئی چاندی کی مثل سفید و چمکتا چہرہ:

نبی کریم ﷺ کے چہرۂ مبارک کی سفیدی کی چمک کی جاذبیت ڈھالی گئی چاندی سے زیادہ ہے۔ سر مبارک پر سیاہ موئے مبارک نے آپ ﷺ کے حسن مبارک کو چار چاند لگا دیئے۔ یہ تمثیل بعد میں آنے والوں کے دلوں میں اس حسن کامل کا ایک خاص احساس پیدا کرتی ہے۔

((عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَبْیَضَ کَاَنَّمَا صِیْغَ مِنْ فِضَّةٍ رَجِلَ الشَّعْرِ .)) ❷

''سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سفید رنگ تھے گویا کہ چاندی ڈھالی گئی ہو، اور آپ کے بال کسی قدر سیدھے گھنگریالے تھے۔''

سونے کی طرح چمکتا چہرۂ مبارک:

سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ حضور ﷺ کو انتہائی مسرت و انبساط میں دیکھا تو ان کے ایمان نے حضور ﷺ کے چہرۂ مبارک کے حسن کی تصویر کھینچ لی، اور پھر اپنے الفاظ

❶ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ٦٠٧٢.

❷ الشمائل النویه ،باب ماجآء فی خلق رسول الله ، رقم: ١٢ـ صحیح الجامع الصغیر ، رقم: ٤٦١٩ .

میں اس چہرہ اقدس کی تابانی کو بیان فرمایا۔ انہوں نے اپنے ایمان اور عقیدت کی روشنی میں نبی کریم ﷺ کے چہرۂ مبارک کی چمک کو سونے کی چمک کی مانند قرار دیا۔ آیئے اس بیان کو ان کی زبانی سنیے:

سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ شروع دن میں ایسا وفد حاضر ہوا جن میں سے اکثر کا تعلق قبیلہ ''مضر'' سے تھا۔ فاقہ کشی سے ان کا حال خستہ ہو چکا تھا۔ ان کے بدن اور پاؤں بھی ننگے تھے۔ نبی کریم ﷺ ان کی حالت دیکھ کر مغموم ہو گئے اور آپ ﷺ کا چہرۂ مبارک ان پر رحم وشفقت کی بنا پر بدل گیا۔ اس کے متعلق راوی کا بیان یہ ہے:

((فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا رَاٰى بِهِمْ مِنَ الْفَاقَةِ))

''رسول اللہ ﷺ نے جب ان کی مفلسی اور ضرورت کو دیکھا تو آپ کا چہرہ انور بدل گیا۔''

پھر آپ ﷺ کے حکم سے مسلمانوں کو اکٹھا کرنے کیلئے اذان کہی گئی۔ جب وہ مسجد نبوی میں حاضر ہو گئے تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کو آنے والے وفد کی مالی مدد کیلئے ابھارا۔ اس کے بعد لوگ اپنے اپنے گھروں سے کھجور، کپڑے، اشرفیاں، روپیہ، گندم وغیرہ لا لا کر مسجد میں رکھتے گئے، حتی کہ ان چیزوں کے مسجد میں دو ڈھیر لگ گئے۔

نبی کریم ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے اس عمل سے بہت خوش ہوئے، اور اس خوشی میں آپ ﷺ کا چہرۂ مبارک چمکنے لگا۔ صحابی رسول نے اسے سونے کی چمک سے تشبیہ دے کر یوں بیان کیا:

((حَتّٰى رَاَيْتُ وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَتَهَلَّلُ كَاَنَّهٗ مُذْهَبَةٌ.)) [1]

''میں نے دیکھا کہ سرورِ کونین ﷺ کا رخِ انور ایسے چمک رہا تھا جیسے سونا۔''

چہرۂ مبارک گویا کہ قرآن کا ایک ورق:

قرآن کریم کی ضیا پاشیوں کی طرح چہرۂ مصطفیٰ ﷺ کی چمک بے مثل ہے۔ اس لیے

[1] سنن نسائی، کتاب الزکاۃ رقم: ٢٥٥٤۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ نے آپ کے چہرۂ اقدس کو قرآن کے ورق سے تشبیہ دی ہے۔

((عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: اٰخِرُ نَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَشْفَ السِّتَارَةَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ فَنَظَرْتُ اِلٰى وَجْهِهِ كَانَ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ، وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ خَلْفَ اَبِىْ بَكْرٍ رضی اللہ عنہ فَكَادَ النَّاسُ اَنْ يَضْطَرِبُوْ فَاَشَارَ اِلَى النَّاسِ اَنِ اسْتَوُوْا وَاَبُوْ بَكْرٍ رضی اللہ عنہ يَؤُمُّهُمْ، وَاَلْقَى السِّجْفَ، وَتُوُفِّىَ مِنَ اٰخِرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ)) ❶

''سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے آخری مرتبہ رسول کریم ﷺ کی طرف اس وقت دیکھا جب آپ نے سوموار کے دن کھڑکی سے پردہ ہٹایا۔ میں نے آپ کے چہرۂ انور کی طرف دیکھا تو ایسا معلوم ہوا گویا کہ قرآن پاک کا ایک ورق ہے۔ اس وقت صحابہ کرام، سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ قریب تھا کہ لوگوں میں حرکت پیدا ہوتی، آپ ﷺ نے انہیں اپنی جگہ ٹھہرنے کا حکم فرمایا۔ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کی امامت فرما رہے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے پردہ ڈال دیا۔ اسی دن پچھلے پہر آپ کا وصال ہوگیا۔''

چہرۂ مصطفیٰ ﷺ مثل قرآن ہے

پھول کی مثل کھلا ہوا چہرہ مبارک:

کھلے ہوئے پھول کا منظر بھی بڑا مسحور کن اور دلکش ہوتا ہے مگر اسے دوام نہیں۔ وہ چند لمحوں کیلئے اپنی خوشبو بکھیر کر چلتا بنتا ہے، مگر مکھڑائے مصطفیٰ ﷺ کی مہک وشادابی کو اللہ تعالیٰ نے بقا ودوام عطا کر دیا ہے اور اس کی مہک تا قیامت آنے والے محبین کے دلوں کو معطر کرتی رہے گی۔ ایک صحابی اس چہرۂ مبارک کو کھلے ہوئے پھول کی طرح کہہ کر حسن سرورِ کونین ﷺ کو بڑے دلکش انداز میں بیان فرماتے ہیں:

((عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ اَبِىْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالَ: سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ

❶ صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، رقم: ۹٤٤.

يَصِفُ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: كَانَ رَبْعَةً مِنَ الْقَوْمِ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ ، اَزْهَرَ اللَّوْنِ لَيْسَ بِاَبْيَضَ اَمْهَقَ وَلَا بِالْقَصِيْرِ وَلَا آدَمَ۔ لَيْسَ بِجَعْدٍ قَطِطٍ وَلَا سَبْطٍ رَجِلٍ ، أُنْزِلَ عَلَيْهِ وَهُوَ ابْنُ اَرْبَعِيْنَ فَلَبِثَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِيْنَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ وَبِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَ سِنِيْنَ ، فَقُبِضَ وَلَيْسَ فِيْ رَاْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ عِشْرُوْنَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ قَالَ رَبِيْعَةُ: فَرَاَيْتُ شَعْرًا مِنْ شَعْرِهٖ فَاِذَا هُوَ اَحْمَرُ فَسَأَلْتُ فَقِيْلَ: احْمَرَّ مِنَ الطِّيْبِ .)) [1]

’’سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا، آپ لوگوں میں میانہ قد تھے یعنی نہ زیادہ لمبے تھے اور نہ پست قد۔ پھول جیسا کھلا ہوا رنگ، نہ بالکل سفید اور نہ گندمی۔ سر کے موئے مبارک نہ گھنگھریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے۔ چالیس سال کی عمر میں آپ پر وحی کا نزول شروع ہوا۔ مکہ مکرمہ میں آپ نے تیرہ سال قیام فرمایا اور مدینہ منورہ میں آپ ﷺ دس سال جلوہ افروز رہے۔ آپ کے سر اور ریش مبارک میں بیس بال بھی سفید نہ تھے۔ ربیعہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کے بالوں میں سے ایک بال مبارک کی زیارت کی ہے تو اس کا رنگ سرخ تھا۔ میں نے اس بارے میں پوچھا تو بتایا گیا کہ وہ خوشبو سے سرخ ہو گیا تھا۔‘‘

بے مثل حسن و جمال:

حقیقت یہی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ بدنی خصائل و جمال میں بے مثل ہیں۔ مثالیں تو صرف بعد میں آنے والوں کے لئے ہیں کہ انہیں جمال مصطفیٰ ﷺ کی خوبصورتی و مٹھاس کا کچھ اندازہ ہو جائے، اس لیے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے حسن کو بے مثل قرار دیا۔

((عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ ضَخْمَ الرَّاْسِ وَاللِّحْيَةِ شَثْنَ الْكَفَّيْنِ

[1] صحیح بخاری ، کتاب المناقب ، رقم: ٣٥٤٧.

وَالْقَدَمَيْنِ ، مُشْرَبًا حَمْرَةً ضَخْمَ الْكَرَادِيسِ طَوِيْلَ الْمَسْرُبَةِ ، إِذَا مَشَى تَكَفَّأَ تَكَفُّؤًا كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ ، لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ ﷺ .)) ❶

''سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ دراز قد اور پست قامت نہیں تھے۔ سر اقدس بڑا اور ریش مبارک گھنی تھی۔ ہتھیلیاں اور تلوے پُر گوشت تھے۔ رنگ سفید سرخی مائل، جوڑ موٹے، سینہ وشکم پہ لمبی لکیر، چلتے تو آگے کو جھکے ہوئے گویا ڈھلوان سے اتر رہے ہیں۔ میں نے آپ ﷺ سے پہلے اور آپ کے بعد، آپ جیسا خوب صورت شخص نہیں دیکھا۔''

تجھ سا تو حسین کسی آنکھ نے دیکھا ہی نہیں:

سیدنا احمد مصطفیٰ ﷺ سے زیادہ حسین نہ دیکھا گیا نہ سنا گیا۔ بات تو دراصل یہ ہے کہ آپ سے بڑھ کر حسین خالق کائنات نے تخلیق ہی نہیں کیا۔

((عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: مَارَاَيْتُ مِنْ ذِيْ لِمَّةٍ فِيْ حُلَّةٍ حَمْرَاءَ اَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، لَهُ شَعْرٌ يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ ، بَعِيْدُ مَابَيْنَالْمَنْكِبَيْنِ ، لَمْ يَكُنْ بِالْقَصِيرِ وَلَا بَالطَّوِيْلِ .)) ❷

''سیّدنا براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں نے سرخ لباس میں لمبے بالوں والے کسی شخص کو آنخضرت ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ آپ کے بال مبارک کندھوں پر پڑے ہوتے۔ دونوں شانوں کے درمیان فاصلہ تھا۔ آپ بہت پست قد تھے، اور نہ ہی زیادہ دراز قد۔''

اور سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

---

❶ سنن ترمذی، کتاب المناقب رقم: ٣٦٧٥۔ المشکوۃ، رقم: ١٧٩٠۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔
❷ سنن ترمذی، ابواب المناقب، رقم: ٣٦٣٥۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

وَاَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِيْ وَاَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِالنِّسَآءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّاءً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَاتَشَآءُ

''(یارسول اللہ!) میری آنکھوں نے کبھی آپ ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا، نہ کسی ماں نے آپ ﷺ سے زیادہ کوئی صاحب جمال جنا۔ آپ ﷺ کو ہر عیب سے پاک پیدا کیا گیا۔ جیسے آپ اپنی مرضی سے پیدا کیے گئے ہوں۔''

ایک اور شاعر کا کہنا ہے!

وَلَئِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِيْ
فَلَقَدْ مَدَحْتُ مَقَالَتِيْ بِمُحَمَّدٍ

''(سچ تو یہ ہے کہ) اگر میں نے اپنی کتاب میں نبی کریم ﷺ کی مدح کی ہے تو درحقیقت میں نے نبی کریم ﷺ کی وساطت سے اپنی کتاب کی مدح کی ہے۔''

سچا چہرۂ مبارک دیکھ کر قبول ایمان:

سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ایک بڑے یہودی عالم تھے۔ ان کا بیان پڑھیئے۔

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ، قَالَ: لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الْمَدِينَةَ انْجَفَلَ النَّاسُ إِلَيْهِ، وَقِيلَ: قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَجِئْتُ فِى النَّاسِ لِأَنْظُرَ إِلَيْهِ، فَلَمَّا اسْتَثْبَتُّ وَجْهَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ عَرَفْتُ أَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ وَكَانَ أَوَّلُ شَيْءٍ تَكَلَّمَ بِهِ أَنْ قَالَ: يَاأَيُّهَا النَّاسُ! أَفْشُوا السَّلَامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ.)) [1]

''سیّدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جب نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو لوگ دوڑتے ہوئے آپ ﷺ کی طرف آئے، اور مشہور ہو

[1] مسند احمد: ۴۵۱/۲۔ سنن ترمذی، ابواب صفة القيامة، رقم: ۲۴۸۵۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

گیا کہ نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے۔ میں بھی لوگوں کے ساتھ آیا تا کہ رسول کریم ﷺ کو دیکھوں۔ جب میں نے غور سے آپ ﷺ کا چہرہ دیکھا تو پہچان گیا کہ یہ کسی جھوٹے شخص کا چہرہ نہیں۔ آنحضرت ﷺ کا سب سے پہلا کلام یہ تھا، اے لوگو! سلام پھیلاؤ، (کثرت سے ایک دوسرے کو سلام کرو) کھانا کھلاؤ، نماز پڑھو جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو گے۔''

صداقت وامانت تو مصطفیٰ ﷺ کی بکھیری ہوئی خوشبو ہے جس نے چارسو عالم میں سلیم الطبع لوگوں کے قلوب کو فرحت آشنا کر دیا ہے۔ جو اس صداقت کو اپناتا ہے یہ اس کے چہرے کو مظہرِ حق بنا دیتی ہے۔ ایسے چہروں کو دیکھ کر حق تعالیٰ یاد آ جاتا ہے تو اس مقصودِ کائنات ﷺ کے چہرۂ مبارک کی نورانیت وحق نمائی کا کیا عالم ہوگا کہ جسے جب ایک سلیم الطبع یہودی عالم نے دیکھا تو پکار اٹھا کہ یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں۔

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے مشابہ چہرۂ مبارک:

((عَنْ جَابِرٍ ، أَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ......وَرَاَيْتُ اِبْرَاهِيْمَ فَإِذَا أَقْرَبُ مَنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبَهًا صَاحِبُكُمْ يَعْنِيْ نَفْسَهُ، وَرَأَيْتُ جِبْرَائِيلَ فَاذَا أَقْرَبُ مَنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبَهًا دِحْيَةُ)) ❶

''سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے ابراہیم (علیہ السلام) کو دیکھا تو وہ تمہارے صاحب (نبی کریم ﷺ) سے زیادہ مشابہ تھے۔ اور میں نے جبرائیل امین (علیہ السلام) کو دیکھا تو جن کو میں نے دیکھا ہے ان میں سے وہ دحیہ سے زیادہ مشابہ تھے۔''

جمالِ مصطفیٰ ﷺ اور نماز صحابہ کرام کا ایک منظر:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اتنے انہماک سے نماز ادا فرماتے کہ نماز کے دوران ان کی توجہ الی اللہ کا

❶ سنن ترمذی ، رقم: ٣٦٤٩ـ سلسلة الصحيحة، رقم: ١١٠.

یہ حال ہوتا کہ وہ دنیا کی ہر چیز سے کٹ جاتے۔ دل میں خشوع وخضوع اور آنکھوں سے خوف و امید میں آنسوؤں کی جھڑیاں بہہ رہی ہوتیں۔ بظاہر تو جبین زمین پر اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکی ہوتی مگر روح وقلب سے مشاہد حق میں مستغرق ہوتے۔ اگر جسم پر گہرے زخم بھی ہوتے تو نماز میں ان پر ذرا بھی درد یا تکلیف محسوس نہ ہوتی۔ سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی پنڈلی مبارک سے عین نماز کی حالت میں تیر کا پھالا نکالا گیا مگر انہیں ذرا خبر نہ ہوئی۔ یہی حال دوسرے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا، مگر اس کے باوجود بھی ان کے دل جلوہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہمہ وقت مضطرب ہوتے، اوران کی نگاہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مرکوز ہوتیں۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ نماز میں اتنے محو ہوتے کہ اردگرد کی خبر تک نہ ہوتی:

((كَانَ اَبُوْ بكْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ لا يَلْتَفِتُ فِیْ صَلَاتِہٖ .)) [1]

''سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز کی حالت میں اپنی تمام توجہ نماز میں رکھتے تھے۔''

چہرۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز میں آخری جھلک کا منظر:

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مرضِ وصال کی شدت میں اضافہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازوں کی امامت کا فریضہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ اس طرح کئی روز گزر گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی امامت کیلئے مسجد نبوی میں تشریف نہ لائے، جس سے صحابہ کرام زیارت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ترس گئے۔

ایک روز ان کی قسمت نے یاوری کی۔ وہ سیّدنا ابوبکر صدیق صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز ادا کر رہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض میں آفاقے کے بعد مسجد نبوی کی طرف دروازے کا پردہ اٹھا کر نماز صحابہ کا منظر دیکھا تو بہت مسرور ہوئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز میں ہی چہرۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت میں ایسے منہمک ہوئے کہ انہیں اپنی نماز کا خیال تک نہ رہا اور قریب

---

[1] حیاۃ صحابہ، ۳/ ۱۳۶.

تھا کہ صحابہ کرام اسی انہماک میں نماز توڑ دیتے کہ نبی کریم ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز جاری رکھو اور خود پردہ لٹکا کر پیچھے ہٹ گئے۔ اسی روز اخیر دن آپ ﷺ وصال فرما گئے۔ صحابہ کرام کی نماز میں حالت، اور چہرۂ مصطفیٰ ﷺ کی خوبصورتی کا بیان خود صحابہ کرام کی زبانی سنئے۔

((فَكَشَفَ النَّبِيُّ ﷺ سِتْرَ الْحُجْرَةِ يَنْظُرُ إِلَيْنَا وَهُوَ قَائِمٌ كَانَ وَجْهُهُ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ ، ثُمَّ تَبَسَّمَ .)) ❶

"نبی کریم ﷺ نے اپنے حجرہ مبارک کا پردہ اٹھا کر ہمیں دیکھنا شروع فرمایا (ہم نے دیکھا، آپ ﷺ مسکرا رہے تھے، اور آپ ﷺ کا چہرہ انور قرآن کے ورق کی طرح پرنور تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نماز سے سلام پھیرتے وقت چہرۂ مصطفیٰ ﷺ پر نظر:

نماز کی ادائیگی کے بعد سلام پھیرتے وقت بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی نظریں چہرۂ مصطفیٰ ﷺ پر ہوتیں، اور اس عمل میں سیّدنا ابوبکر صدیق اور سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما شامل ہوتے۔ اس کا ذکر نسائی شریف کی دو روایات میں آتا ہے۔

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ خَفْضٍ وَّرَفْعٍ وَّقِيَامٍ وَّقُعُوْدٍ ، وَّيُسَلِّمُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ خَدِّهٖ ، وَرَأَيْتُ اَبَابَكْرٍ وَّعُمَرَ يَفْعَلَانِ ذٰلِكَ .)) ❷

"سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ، سرور کونین ﷺ کو تکبیر فرماتے دیکھا اور آپ جھکتے، اٹھتے، کھڑے ہوتے اور بیٹھتے

❶ صحیح البخاری : ۱ : ۹۳.

❷ سنن نسائی، کتاب القبلہ، رقم : ۱۱۲۴۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

تھے، اور دائیں بائیں سلام پھیرتے وقت کہتے تھے: السلام علیکم ورحمته اللّٰه، حتیٰ کہ آپ کے رخِ انور کی سفیدی نظر آتی، اور میں نے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو بھی ایسے کرتے دیکھا۔"

((عَنْ سَعْدٍ، كُنْتُ اَرٰى رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ يَّسَارِهٖ حَتَّى يُرَى بَيَاضُ خَدِّهِ .)) ❶

"سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول کریم ﷺ کو دائیں اور بائیں طرف سے دیکھتے، اور سلام پھیرتے وقت آپ ﷺ کے رخِ انور کی چمک اور سفیدی دائیں طرف سے معلوم ہوتی۔"

جمالِ مصطفیٰ ﷺ کے متعلق تقاضائے ایمان:

تمام آئمہ، فقہا، اور محدثین کرام نے اس بات کی وضاحت کی ہے کامل ایمان کا تقاضا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے حسن مبارک کو بے مثل تسلیم کیا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کے ظاہری و باطنی محاسن تمام مخلوق سے وراء ہیں۔ اتنے اوصاف کسی اور کے بدن میں نہ جمع ہوئے، نہ جمع ہوں گے۔ اس حقیقت کی وضاحت کرتے ہوئے ملا علی قاری فرماتے ہیں:

((مِنْ تَمَامِ الْاِيْمَانِ بِهٖ اِعْتِقَادُ اَنَّهُ لَمْ يَجْتَمِعْ فِىْ بَدَنِ آدَمِيٍّ مِنَ الْمَحَاسِنِ الظَّاهِرَةِ الدَّالَةِ عَلٰى مَحَاسِنِهِ الْبَاطِنَةِ مَا اجْتَمَعَ فِىْ بَدَنِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .)) ❷

"نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کی تکمیل اس وقت ہوتی ہے جب یہ اعتقاد رکھا جائے کہ کسی آدمی کے بدن میں اتنے اور ایسے محاسن ظاہرہ جو محاسن باطنہ پہ دلالت کرنے والے ہوتے ہیں جمع نہ ہوئے جتنے اور جیسے حضور ﷺ کے بدن شریف

❶ سنن نسائی کتاب القبلہ، رقم: ۱۳۱۷۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

❷ جمع الوسائل: ۹/۱.

میں جمع ہیں۔''

خوشبوئے بدن محبوب رب العالمین ﷺ:

نبی کریم ﷺ کے بدن مبارک کی خوشبو کی مہک دنیا کی ہر چیز کی خوشبو سے خوشتر ہے۔ آپ ﷺ جس راستے سے گزرتے تو وہ راستے آپ ﷺ کے بدن مبارک کی خوشبو سے مہک اٹھتے، جس سے محبان کو نبی کریم ﷺ کو تلاش کرنے میں بہت آسانی ہوتی۔ وہ ان خوشبوؤں کو سونگھتے ہوئے سرکار نبی کریم ﷺ تک پہنچ جاتے۔

((عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ لَمْ یَسْلُكْ طَرِیْقًا فَیَتْبَعُهٗ اَحَدٌ اِلَّا عَرَفَ اَنَّهٗ قَدْ سَلَكَهٗ مِنْ طِیْبِ عَرْقِهٖ، اَوْقَالَ مِنْ رِیْحِ عَرْقِهٖ .)) ❶

''سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی راستے سے گزرتے تو اگر کوئی آپ کے بعد گزرتا وہ پسینے کی خوشبو کے باعث جان لیتا کہ آپ ادھر سے گزرے ہیں۔

مشک وعنبر سے خوشتر خوشبو مبارک:

حضور نبی کریم ﷺ سے اٹھنے والی خوشبو مشک وعنبر میں نہیں ہے۔ اس بات کی گواہی وہ معزز فرد دے رہا ہے جس نے دس سال تک لگا تار اس خوشبوئے مبارک سے اپنے دماغ کو معطر کیے رکھا۔

((عَنْ ثَابِتٍ، قَالَ اَنَسٌ: مَا شَمَمْتُ عَنْبَرًا وَلَا مِسْكًا وَلَا شَیْئًا اَطْیَبَ مِنْ رِیْحِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَلَا مَسَسْتُ شَیْئًا قَطُّ دِیْبَاجًا وَلَا حَرِیْرًا اَلْیَنَ مَسًّا مِّنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ .)) ❷

''سیّدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے جسم اقدس کی جیسی خوشبو تھی ایسی خوشبو مشک میں تھی نہ عنبر میں، نہ کسی اور چیز میں۔ اور میں نے رسول اللہ ﷺ

❶ اِسناده صحيح : المشكوة ، رقم: ٥٧٩٢۔ سنن دارمی ، رقم: ٤٦.

❷ صحيح مسلم ، كتاب الفضائل، رقم: ٦٠٥٣.

کے جسم سے زیادہ ملائم دیباج کو پایا نہ حریر کو۔ (یہ ریشم کی اقسام ہیں)۔''

تبسم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم :

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبسم ریزی کا منظر اہل ایمان کیلئے انتہائی روح افزا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تبسم ریزی فرماتے تو محسوس ہوتا کہ گویا منہ مبارک سے پھول کی پتیاں بکھر کر سارے ماحول کو مہک سے معمور کر رہی ہیں۔

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جُزْءٍ ، قَالَ: مَاكَانَ ضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلَّا تَبَسُّمًا .)) ❶

''سیّدنا عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا صرف تبسم ہوتا تھا۔''

پسینہ مبارک کی خوشبو:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ مبارک کو خوشبو میں ملا کر خوشبو کو خوب تر کر لیا جاتا تھا۔

''سیّدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لایا کرتے اور قیلولہ فرماتے۔ یہ آپ کے لیے چمڑے کا بستر بچھا دیتیں تو اس پر قیلولہ فرماتے۔ آپ کو پسینہ بہت آتا لہٰذا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ جمع کر لیتیں اور اسے خوشبو میں ڈال لیتیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام سلیم! یہ کیا ہے؟ عرض گزار ہوئیں کہ آپ کا پسینہ ہے، میں نے خوشبو میں ڈال لیا ہے۔ اور یہ خوشبو سے زیادہ خوشبودار ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ عرض گزار ہوئیں، یا رسول اللہ! ہم اس سے اپنے بچوں کے لیے برکت کی امید رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اچھا کیا۔'' ❷

---

❶ صحیح مسلم ، کتاب الفضائل، رقم: ٦٠٥٣.

❷ صحیح بخاری، کتاب الاستئذان، رقم: ٦٢٨١۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ٦٠٥٧.

رنگ مبارک:

ابوالطفیل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفید فام، خوبصورت اور میانہ قد تھے۔'' ❶

ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سفید تھا۔'' ❷

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ چمک دار تھا۔'' ❸

ایک جامع لفظی تصویر:

پاکیزہ اور کشادہ چہرہ، پسندیدہ خو، نہ پیٹ باہر نکلا ہوا، نہ سر کے بال گرے ہوئے زیبا، صاحب جمال آنکھیں سیاہ و فراخ بال لمبے اور آواز میں بھاری پن، بلند گردن، روشن مردمک، سرمگیں چشمہ، باریک و پیوستہ ابرو، سیاہ گھنگھریالے بال، خاموش وقار کے ساتھ، گویا دلبستگی لیے ہوئے دور سے دیکھنے میں رمیزہ و دلفریب قریب سے نہایت شیریں و کمال حسین، شیریں کلام، واضح الفاظ کلام، کمی و بیشی سے معراء تمام گفتگو موتیوں کی طرح لڑی پروئی ہوئی، میانہ قد کہ کوتاہی نظر سے حقیر نظر نہیں آتے نہ طویل کہ آنکھ اس سے نفرت کرے۔ رمیزہ نہال کی تازہ شاخ رمیزہ منظر والا قد، رفیق ایسے کہ ہر وقت اس کے گرد پیش رہتے ہیں جب وہ کچھ کہتا ہے تو چپ چاپ سنتے ہیں، جیسا حکم دیتا ہے تو تعمیل کے لیے جھپٹتے ہیں۔ مخدوم، مطاع، نہ کوتاہ سخن نہ فضول گو۔ ❹

جلال مبارک:

اگر کوئی پہلی مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک دیکھتا تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلال مبارک کی ہیبت طاری ہو جاتی، مگر دوسری بار اور بعد میں وہ آپ کا ہمیشہ کیلئے محبّ بن جاتا۔

---

❶ صحیح مسلم ، کتاب الفضائل ، رقم: ٢٣٤٠.

❷ صحیح بخاری ، کتاب المناقب ، رقم: ٣٥٤٤.

❸ دلائل النبوة: ١٥٨/١.

❹ زاد المعاد: ٣٠٧/١.

((عَـنْ عَبْـدِ اللّٰهِ بْنِ حَسَّانَ الْعَنْبَرِيِّ قَالَ حَدَّثَتْنِي جَدَّتَايَ صَفِيَّةُ وَدُحَيْبَةُ ابْـنَتَـا عُـلَيْبَةَ قَالَ مُوسَى بِنْتُ حَرْمَلَةَ وَكَانَتَا رَبِيبَتَيْ قَيْلَةَ بِـنْـتِ مَـخْـرَمَةَ وَكَـانَـتْ جَـدَّةَ أَبِيهِمَا أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُمَا أَنَّهَا رَأَتِ النَّبِيَّ ﷺ وَهُـوَ قَـاعِـدٌ الْـقُرْفُصَاءَ ، فَلَمَّا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ الْـمُـخْتَشِعَ ـ وَقَالَ مُوسَى الْمُتَخَشِّعَ ـ فِي الْجِلْسَةِ ، أُرْعِدْتُ مِنَ الْفَرَقِ .)) ❶

’’عبداللہ بن حسان عنبری ان کی دادیاں صفیہ اور دحیبہ ان کے والد محترم کی دادی جان قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ قرفصاء کی حالت میں (گھٹنے کھڑے کر کے اور ہاتھوں سے حلقہ بنا کر) بیٹھے ہوئے ہیں ۔ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو رعب طاری ہو گیا ۔ موسیٰ راوی نے کہا کہ ’’المختشع‘‘ رعب طاری ہونے کو کہتے ہیں ۔‘‘

((عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ فَكَلَّمَهُ فَجَعَلَ تُرْعَدُ فَـرَائِـصُـهُ ، فَـقَالَ لَهُ: هَوِّنْ عَلَيْكَ فَإِنِّي لَسْتُ بِمَلِكٍ إِنَّمَا أَنَا ابْنُ امْرَأَةٍ تَأْكُلُ الْقَدِيدَ .)) ❷

’’سیّدنا ابومسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک دن ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ آپ نے اس سے گفتگو کی لیکن وہ ڈر سے کانپ رہا تھا ۔ آپ ﷺ نے اس کی حالت دیکھ کر فرمایا تم خوف نہ کرو ۔ میں کوئی بادشاہ نہیں ۔ میں ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا ہوا گوشت کھایا کرتی تھی ۔‘‘

---

❶ سنن ابی داؤد، کتاب الاداب، رقم: ٤٨٤٧ ۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ’’صحیح‘‘ کہا ہے ۔
❷ سنن ابن ماجه، کتاب الاطعمة، رقم: ٣٣١٢ ۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ’’صحیح‘‘ کہا ہے ۔

نبوت سے پہلے کی اجمالی سیرت:

نبی کریم ﷺ کا وجود ان تمام خوبیوں اور کمالات کا جامع تھا جو متفرق طور پر لوگوں کے مختلف طبقات میں پائے جاتے ہیں۔ آپ ﷺ اصابت فکر، دور بینی اور حق پسندی کا مینار تھے۔ آپ ﷺ کو حسن فراست، پختگی فکر اور وسیلہ ومقصد کی درستگی سے حظ وافر عطا ہوا تھا۔ آپ ﷺ اپنی طویل خاموشی سے مسلسل غور وخوض، دائمی تفکیر اور حق کی کرید میں مدد لیتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی شاداب عقل اور روشن فطرت سے زندگی کے صحیفے، لوگوں کے معاملات اور جماعتوں کے احوال کا مطالعہ کیا، اور جن خرافات میں یہ سب لت پت تھیں ان سے سخت بیزاری محسوس کی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان سب سے دامن کش رہتے ہوئے پوری بصیرت کے ساتھ لوگوں کے درمیان زندگی کا سفر طے کیا۔ یعنی لوگوں کا جو کام اچھا ہوتا اس میں شرکت فرماتے، ورنہ اپنی مقررہ تنہائی کی طرف پلٹ جاتے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے شراب کو کبھی منہ نہ لگایا، آستانوں کا ذبیحہ نہ کھایا، اور بتوں کے لیے منائے جانے والے تہوار اور میلوں ٹھیلوں میں کبھی شرکت نہ کی۔

آپ کو شروع ہی سے ان باطل معبودوں سے اتنی نفرت تھی کہ ان سے بڑھ کر آپ کی نظر میں کوئی چیز مبغوض نہ تھی حتیٰ کہ لات وعزیٰ کی قسم سننا بھی آپ کو گوارا نہ تھا۔ [1]

اس میں شبہ نہیں کہ تقدیر نے آپ پر حفاظت کا سایہ ڈال رکھا تھا۔ چنانچہ بعض دنیاوی تمتعات کے حصول کے لیے نفس کے جذبات متحرک ہوئے یا بعض ناپسندیدہ رسم ورواج کی پیروی پر طبیعت آمادہ ہوئی تو عنایت ربانی دخیل ہو کر رکاوٹ بن گئی۔

نبی ﷺ اپنی قوم میں شیریں کردار، فاضلانہ اخلاق اور کریمانہ عادات کے لحاظ سے ممتاز تھے۔ چنانچہ آپ سب سے زیادہ بامروت، سب سے خوش اخلاق، سب سے معزز ہمسایہ، سب

[1] بحیرا کے واقعہ میں اس کی دلیل موجود ہے۔ دیکھئے: ابن هشام: ۱۲۸/۱.

سے بڑھ کر دور اندیش، سب سے زیادہ راست گو، سب سے نرم پہلو، سب سے زیادہ پاک نفس، خیر میں سب سے زیادہ کریم، سب سے نیک عمل، سب سے بڑھ کر پابند عہد اور سب سے بڑے امانتدار تھے، حتیٰ کہ آپ کی قوم نے آپ کا نام ہی ''امین'' رکھ دیا تھا، کیونکہ آپ احوالِ صالحہ اور خصال حمیدہ کا پیکر تھے اور جیسا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی شہادت ہے:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم درماندوں کا بوجھ اٹھاتے تھے، تہی دستوں کا بندوبست فرماتے تھے، مہمان کی میزبانی کرتے تھے اور مصائب حق میں اعانت فرماتے تھے۔'' ❶

❀❀❀❀

❶ صحیح بخاری: ۱/۳ بحوالہ الرحیق المختوم، ص: ۹۳۔۹۵.

باب نمبر 2

نبی کریم ﷺ کی شان ساری مخلوق سے بڑھ کر ہے

آپ ﷺ ساری مخلوق سے اعلیٰ وافضل ہیں:

اس مسئلے میں ملتِ اسلامیہ کے کسی بھی فرد کو نہ تو کوئی اختلاف ہے اور نہ کوئی اعتراض۔

مزید برآں اس سلسلے میں چند احادیثِ صحیحہ کا بیان درج ذیل ہے:

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَنَـا سَیِّدُ وُلْدِ آدَم یَوْمَ الْقِیَامَةِ ، وَ أَوَّلُ مَنْ یَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ ، وَ أَوَّلُ شَافِعٍ وَ أَوَّلُ مُشَفَّعٍ .)) ❶

''روزِ قیامت میں اولادِ آدم کا سردار ہوں گا۔ اور میں ہی ہوں گا، جس کی قبر سب سے پہلے کھلے گی۔ اولین شفاعت کرنے والا بھی میں ہوں گا اور میری ہی شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی۔''

دیگر انبیاء کے مقابلہ میں رسول اکرم ﷺ کو دی گئی چھ فضیلتیں:

سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أُعْطِیْتُ خَمْسًا لَمْ یُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِی: نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِیْرَةَ شَهْرٍ ، وَ جُعِلَتْ لِیَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَ طُهُوْرًا ، فَأَیُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِی أَدْرَکَتْهُ الصَّلَاةُ فَلْیُصَلِّ ، وَ أُحِلَّتْ لِیَ الْمَغَانِمُ ، وَ لَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِیْ ، وَ أُعْطِیْتُ الشَّفَاعَةَ ، وَ کَانَ النَّبِیُّ یُبْعَثُ إِلَی قَوْمِهِ

---

❶ صحیح مسلم ، کتاب الفضائل، رقم: ٢٣٧٠ .

خَاصَّةً وَ بُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ عَامَّةً .)) ❶

’’مجھے پانچ ایسی خوبیاں عطا کی گئی ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں ۔(۱) میں ایسے رعب کے ذریعے مدد کیا گیا ہوں، جو ایک مہینے کی مسافت سے اثر انداز ہوتا ہے، (۲) میرے لیے ساری زمین مسجد اور پاک کر دینے والی بنا دی گئی ہے، چنانچہ میرا ہر امتی جہاں نماز کا وقت پائے نماز پڑھ لے، (۳) میرے لیے مالِ غنیمت حلال کر دیا گیا ہے حالانکہ مجھ سے پہلے کسی پر حلال نہیں کیا گیا، (۴) مجھے شفاعت کا حق دیا گیا ہے، (۵) میں تمام بنی نوع انسان کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں جبکہ اس سے پہلے نبی خاص طور پر اپنی قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے۔‘‘

رسول اللہ ﷺ کی شان ساری مخلوق سے بڑھ کر ہے، اس بات کا ثبوت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا ذکر دنیا کے کونے کونے میں قیامت تک کے لیے جاری فرما دیا ہے۔

دنیا میں سب سے زیادہ چرچا آپ کے نام نامی کا ہے:

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴾ (الانشراح : ٤)

’’اور ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔‘‘

اس آیت کی تفسیر میں قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا ذکر دنیا اور آخرت میں بلند فرما دیا ہے۔ چنانچہ کوئی بھی خطیب، تشہد پڑھنے والا اور نمازی ایسا نہیں، جو یہ کلمات نہ پڑھتا ہو ’’أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ . ‘‘ ❷

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

’’آپ کے ذکرِ خیر کی بلندی کا آغاز ابتدائے نبوت سے ہی شروع ہو گیا تھا اور لطف کی

❶ صحیح بخاری، کتاب التیمم، رقم: ٣٣٥۔ صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلوٰة، رقم: ١١٦٣.

❷ تفسیر ابن کثیر : ٤٢٩/٨.

بات یہ ہے کہ یہ کام اللہ تعالیٰ نے کفارِ مکہ ہی سے لیا۔ مثل مشہور ہے کہ ''عدو شرے برانگیز د کہ خیر ما دراں باشد'' یعنی بعض دفعہ دشمن بھی ایسی شرارتیں کرنے لگتا ہے، جس میں ہماری بھلائی ہوتی ہے۔ کفارِ مکہ نے اسلام کو زِک پہنچانے اور آپ ﷺ کی دعوت کے سدِ باب کے طور پر جو ذریعے اختیار کیے تھے، ان میں ایک یہ بھی تھا کہ حج کے موقعہ پر تمام عرب قبائل حج کی غرض سے مکہ آتے تھے تو کفار نے آپس میں یہ طے کیا کہ ان وفود کو مل کر انہیں محمد ﷺ کی دعوت سے متنفر کیا جائے، اور کہا جائے کہ کہیں فلاں شخص کے دامِ فریب میں نہ آ جانا، اس کے پاس ایسا جادو ہے کہ جو بھائی کو بھائی سے، باپ کو بیٹے سے اور بیوی کو شوہر سے جدا کر دیتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں کافروں کے وفود حاجیوں کے ایک ایک ڈیرے پر جاتے، اور آپ ﷺ کے خلاف مہم چلاتے اور آپ ﷺ کو بدنام کرتے۔ لیکن باہر سے آنے والے لوگ بھی آخر اتنے بدھو تو نہیں ہوتے تھے جو فوراً کافروں کی بات کا یقین کر لیتے۔ لہٰذا ان کی اس مخالفانہ مہم سے آپ ﷺ کو دو فائدے پہنچے۔ ایک یہ کہ آپ ﷺ کا ذکرِ خیر عرب کے کونے کونے میں ہونے لگا۔ دوسرے لوگوں کے ذہنوں میں یہ جستجو پیدا ہوئی کہ جس شخص کے خلاف یہ پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے اس کی اصل حقیقت تو معلوم کرنی چاہیے۔ چنانچہ آپ ﷺ کی ہجرت کے پیشتر عرب کا کوئی قبیلہ ایسا نہیں رہا تھا جس میں کوئی نہ کوئی مسلمان موجود نہ ہو اور وہاں آپ کا ذکرِ خیر نہ کیا جاتا ہو۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ اسلام میں داخل ہونے کے لیے جس طرح ''لَا اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کا اقرار ضروری تھا، اسی طرح ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' کا اقرار بھی ضروری تھا۔

علاوہ ازیں مکہ میں تو آپ ﷺ کے دشمن صرف قریش مکہ تھے مگر مدینہ پہنچنے کے بعد آپ ﷺ کے مخالف گروہ ایک کی بجائے چار بن گئے۔ ایک قریش مکہ، دوسرے یہودِ مدینہ، تیسرے مدینہ اور عرب بھر کے مشرک قبائل اور چوتھے منافقین جو مدینہ کے علاوہ دوسری بستیوں میں بھی موجود تھے اور ان کی ہمدردیاں ہر اسلام دشمن گروہ سے وابستہ ہوتی تھیں۔ انہوں نے اسلام کی راہ روکنے کے لیے قریش مکہ کی روش اور اس سے ملتے جلتے طریقے اختیار کیے اور یہ سب لوگ آپ کو بدنام کرنے میں سرگرم تھے۔ لیکن ان کے نتائج بھی ان کی توقعات کے برعکس

برآمد ہوئے اور دس سال کے قلیل عرصہ میں سارا عرب مسلمان ہو کر دن میں کئی کئی بار ''لا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کے ساتھ ساتھ ''مُـحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' کی صدائیں بلند کرنے لگا۔ اذان میں، اقامت میں، درود میں آپ کا ذکرِ خیر لازمی تھا۔ پھر آپ ﷺ کی وفات کے بعد اسلامی تحریک عرب سے باہر نکل کر ساری دنیا میں پھیل گئی۔ پھر یہ حالت ہوگئی کہ دنیا کے مختلف علاقوں میں مختلف اوقات اذان و نماز کی وجہ سے غالباً دن میں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گزرتا، جس میں آپ ﷺ کے ذکر کا آوازہ بلند نہ کیا جا رہا ہو اور یہ سلسلہ تا قیامت بڑھتا ہی چلا جائے گا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ یہ پیشین گوئی اللہ تعالیٰ نے اس وقت کی تھی جب مکہ کے لوگوں کے علاوہ آپ کو کوئی جانتا تک نہ تھا۔ اور وہ بھی آپ کے دشمن اور آپ کی ہستی کو دنیا سے ختم کر دینے پر تلے ہوئے تھے۔ قرآن کی یہ پیشین گوئی خود قرآن کی صداقت پر کھلا ہوا ثبوت ہے۔ اس وقت کون یہ اندازہ کرسکتا تھا کہ آپ ﷺ کا ذکرِ خیر اس شان کے ساتھ اور اتنے وسیع پیمانے پر ہوگا۔'' [1]

امام رازی رحمہ اللہ نے اس آیت کے متعلق نقل فرمایا ہے:

''اس میں آپ ﷺ کی نبوت سے متعلقہ تمام اُمور شامل ہیں۔ آپ کی شہرت آسمانوں اور زمین میں ہے، شہادت و تشہد میں آپ کا ذکر کیا جاتا ہے، سابقہ کتب میں اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر فرمایا ہے، آپ کا ذکر آفاقِ عالم میں پھیل چکا ہے، آپ پر نبوت ختم ہو چکی ہے، خطبات، اذانوں اور خطوط کی ابتدا و انتہا میں آپ کا ذکر کیا جاتا ہے، قرآن میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذکر کو اپنے ذکر کے ساتھ ملا دیا ہے، آپ ﷺ کو رسول اور نبی کہہ کر پکارا ہے جبکہ دیگر انبیاء علیہم السلام کو ان کے ناموں کے ساتھ پکارا ہے، جیسے کہ ''یا موسیٰ'' اور ''یا عیسیٰ'' وغیرہ۔ سارے جہان کو آپ کے پیروکاروں سے بھر دیا ہے اور وہ آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجتے رہتے ہیں، آپ کی ثنا بیان کرتے ہیں، آپ کی سنت کی حفاظت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور آپ کی بیعت کو اپنی بیعت قرار دیا ہے۔ قراء حضرات آپ کے سکھائے ہوئے کلمات حفظ کر رہے ہیں۔ مفسرین آپ ﷺ کے بتائے ہوئے معانی کے ساتھ تفسیر بیان کر

---

[1] تیسیر القرآن : ٤/ ٦٦١ـ ٦٦٢.

رہے ہیں۔ واعظین و مبلغین آپ کا وعظ آگے پہنچا رہے ہیں۔ علما و حکام (سب) آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ پر درود پڑھتے ہیں، آپ کے دروازے کے پیچھے سے آپ پر سلام بھیجتے ہیں، آپ ﷺ کے روضۂ مبارک کی مٹی کو اپنے چہروں پر ملتے ہیں اور آپ کی شفاعت کی امید رکھتے ہیں، بلاشبہ آپ کا شرف تا قیامت باقی رہے گا۔'' ❶

عصر حاضر کے معروف محدث علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میرا اعتقاد یہ ہے کہ ہر سچے مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ امام الانبیاء علیہ السلام کو عطا کردہ اخلاقِ عالیہ کی ایک معقول تعداد اور اُن فضائل سے آگاہ ہو جن کی رو سے اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام جنوں اور انسانوں پر، بلکہ برگزیدہ فرشتوں پر بھی فضیلت عطا فرمائی ہے، اور یہ بات کتاب و سنت کے ٹھوس دلائل سے ثابت ہے اور اس کے ذریعے آپ ﷺ پر ایمان اور آپ ﷺ کے ساتھ مخلصانہ محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ ایسی محبت ہے، جس کا ہر مومن کے دل میں ہونا شرط ہے۔'' ❷

شیخ عبدالرزاق بن عبدالمحسن البدر فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنی تمام مخلوق میں شفاعت کے لیے خاص فرمایا ہے۔'' ❸

بلاشبہ کائنات میں کوئی ایسا نہیں جسے محمد رسول اللہ ﷺ جیسا بلند مقام اور عظیم مرتبہ حاصل ہو۔ اور اسی طرح آپ کی بات (حدیث) بھی سب سے اعلیٰ ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

❶ تفسير الكبير، للامام فخر الدين الرازى: ١٧/ ٩١.

❷ بداية السؤل فى تفضيل الرسول صلى الله عليه وسلم، ص: ٤.

❸ تذكرة المؤتسى شرح عقيدة الحافظ عبد الغنى المقدسى: ١/ ٣٤٤.

باب نمبر 3

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے

قیامت کے روز آپ کے امتیوں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی:

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَنَا أَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ تَبَعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَ أَنَا أَوَّلُ مَنْ يَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ .)) ❶

''روزِ قیامت میرے پیروکاروں کی تعداد تمام انبیاء علیہم السلام کے پیروکاروں سے زیادہ ہوگی، اور جنت کے دروازے کو جو سب سے پہلے کھٹکھٹائے گا وہ میں ہی ہوں گا۔''

سب سے پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں داخل ہوں گے:

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((آتِي بَابَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَاسْتَفْتِحُ ، فَيَقُوْلُ الْخَازِنُ: مَنْ أَنْتَ؟ فَأَقُوْلُ : مُحَمَّدٌ ، فَيَقُوْلُ : بِكَ أُمِرْتُ أَنْ لَّا أَفْتَحَ لِأَحَدٍ قَبْلَكَ .)) ❷

---

❶ صحيح مسلم ، كتاب الإيمان ، رقم: ٤٨٤ .

❷ صحيح مسلم ، كتاب الايمان ،رقم: ٤٨٦ ـ مسند ابى عوانة : ١٠٩/١ ـ صحيح ابن حبان، رقم: ٦٤٨١ ـ مصنف ابن ابى شيبة : ٥٠٣/١١ .

''روزِ قیامت میں جنت کے دروازے پر آؤں گا اور اسے کھولنے کے لیے کہوں گا۔ جنت کا دربان پوچھے گا' آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا' میں محمد ہوں۔ تب وہ بتائے گا کہ مجھے آپ سے پہلے کسی کے لیے بھی دروازہ نہ کھولنے کا حکم دیا گیا تھا۔''

سیّدنا انس اور سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَنَـا سَيِّـدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ لَا فَخْرَ ، وَ أَنَا أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ لَا فَخْرَ .)) ❶

''میں روزِ قیامت لوگوں کا سردار ہوں گا اور میں یہ بات بطورِ فخر نہیں کہہ رہا۔ اور روزِ قیامت سب سے پہلے میں ہی جنت میں داخل ہوں گا اور میں یہ بات بطورِ فخر نہیں کہہ رہا۔''

''شرح البراک'' للواسطیہ میں ہے:

''یومِ آخرت پر ایمان کے ساتھ ساتھ اس بات پر ایمان لانا بھی ضروری ہے کہ سب سے پہلے جنت کا دروازہ ہمارے پیارے نبی محمد ﷺ کھلوائیں گے۔'' ❷

علاوہ ازیں خلیل ابراہیم ملا خاطر نے اُن امور کا تذکرہ فرمایا ہے، جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ آخرت میں رسول اللہ ﷺ کی تکریم فرمائے گا، ان میں سے چند پیشِ خدمت ہیں:

1۔ آپ ﷺ کو شفاعت عطا فرمائی جائے گی۔

2۔ آپ ﷺ گواہی دیں گے۔

3۔ آپ ﷺ کو سب سے پہلے اٹھایا جائے گا۔

4۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام آپ ﷺ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

5۔ آپ ﷺ سب سے پہلے پل صراط عبور کریں گے۔

---

❶ السلسلة الصحيحة ، رقم: ۱۵۷۱ ـ مسند احمد : ۱٤٤/۳ ـ سنن دارمی ، رقم: ۵۳.

❷ شرح البراك للواسطيه : ۲۲۵/۱.

6۔ آپ ﷺ سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔

7۔ آپ ﷺ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

8۔ آپ ﷺ کو مقامِ محمود عطا کیا جائے گا۔

9۔ آپ ﷺ کو حوضِ کوثر (جنت کی ایک نہر) عطا کی جائے گی۔

10۔ آپ ﷺ کے پیروکاروں کی تعداد دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے پیروکاروں سے زیادہ ہوگی۔ [1]

---

[1] حاشية موسوعة الدفاع عن رسول الله صلى الله عليه وسلم : ٢/ ١٤.

باب نمبر 4

اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حوضِ کوثر اور مقامِ محمود عطا فرمائے گا

1۔ حوضِ کوثر:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّآ أَعْطَيْنَـٰكَ ٱلْكَوْثَرَ ① فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَٱنْحَرْ ② إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ ٱلْأَبْتَرُ ③﴾ (الکوثر : ۱ ـ ۳)

''(اے پیغمبر!) یقیناً ہم نے تجھے (حوضِ) کوثر عطا فرمایا ہے۔ پس تو اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔ یقیناً تیرا دشمن ہی لاوارث اور بے نام ونشان ہے۔''

لفظ ''کوثر'' ...... کثر سے مشتق ہے، جس میں مبالغہ پایا جاتا ہے۔ اور اہل لغت نے اس کا معنی ''خیر کثیر'' لکھا ہے۔ اور احادیث سے ثابت ہے کہ ''کوثر'' بہشت میں ایک نہر کا نام ہے جو آپ کو عطا کی گئی۔ چنانچہ احمد، ابوداؤد اور نسائی میں حدیث ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُونگھ آ گئی، اٹھے تو تبسم فرمایا، اور تبسم کی وجہ یہ بتائی کہ ابھی ابھی مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی سورۂ ''کوثر'' تلاوت فرمائی۔ اور فرمایا، جانتے ہو کہ کوثر کیا چیز ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ ایک نہر ہے، جو اللہ نے مجھے بہشت میں عطا فرمائی ہے۔''

اسی طرح بعض احادیث میں اس کا مصداق حوض بتلایا گیا ہے جس سے اہل ایمان جنت

میں جانے سے قبل نبی ﷺ کے دست مبارک سے پانی پئیں گے۔

(تیسیر الرحمٰن، ص: ۱۷۵۷۔ احسن البیان، ص: ۱۷۴۹)

نیز اس سلسلے میں درج ذیل احادیث بھی ملاحظہ فرمائیے:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے معراج کے قصہ میں فرمایا: میں ایک نہر پر پہنچا جس کے دونوں کناروں پر خولدار موتیوں کے ڈھیر لگے تھے۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا' یہ نہر کیسی ہے؟ انہوں نے جواب دیا' یہ کوثر ہے (جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے)۔'' ❶

سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کوثر سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ کوثر ایک نہر ہے، جو تمہارے پیغمبر ﷺ کو عطا کی گئی ہے۔ اس کے دونوں کناروں پر خولدار موتیوں کے ڈھیر ہیں' وہاں ستاروں کی تعداد کے برابر آبخورے رکھے ہیں۔ ❷

سعید بن جبیر رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''کوثر سے ہر وہ بھلائی مراد ہے جو اللہ نے آپ ﷺ کو عطا کی۔'' ❸

ابوبشر بیان کرتے ہیں کہ ''میں نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے پوچھا کہ لوگ تو کہتے ہیں کہ کوثر جنت میں ایک نہر کا نام ہے؟ سعید رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ جنت والی نہر بھی اس بھلائی میں داخل ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عنایت فرمائی ہے۔'' ❹

علاوہ ازیں کوثر سے مراد حوضِ کوثر بھی ہے جو آپ ﷺ کو قیامت کے دن میدانِ محشر میں عطا کیا جائے گا۔ جس دن سب لوگ پیاس کی شدت سے انتہائی بے تاب ہوں گے اور ہر شخص ''العطش ، العطش '' پکار رہا ہوگا۔ آپ ﷺ اس حوض پر بیٹھ کر اہل ایمان کو پانی پلائیں گے، اور جس خوش قسمت کو اس حوضِ کوثر کا پانی میسر آ جائے گا، اسے قیامت کے دن

---

❶ صحيح بخاري ، كتاب التفسير ، رقم: ٤٩٦٤.

❷ صحيح بخاري، أيضا، رقم: ٤٩٦٥

❸ صحيح بخاري، أيضا، رقم: ٤٩٦٦.

❹ تيسير الرحمن ، ص: ١٧٧٥.

پیاس نہیں لگے گی۔ اور اس سلسلے میں اتنی احادیثِ صحیحہ موجود ہیں کہ جو تواتر کو پہنچتی ہیں (یہاں یہ بات یاد رہے کہ بدعتی لوگ اس حوض کے پانی سے محروم رہیں گے۔آہ ! کتنے ہی بدقسمت یہ لوگ ہیں)۔

اوپر جو کچھ ذکر ہوا اس ''خیر کثیر'' کا تعلق تو اُخروی زندگی سے ہے۔ تاہم دنیا میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''خیر کثیر'' سے نوازا گیا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت دی گئی اور قرآن جیسی عظیم نعمت دی گئی جس نے ایک وحشی اور اُجڈ قوم کی ۲۳ سال کے مختصر عرصہ میں کایا پلٹ کے رکھ دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند کیا گیا۔آپ نے اپنے مشن کو اپنے جیتے جی پوری طرح کامیاب ہوتے دیکھ لیا۔عرب میں کفر وشرک کا کلی طور پر استیصال ہو گیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک ایسی جماعت چھوڑی جو تھوڑے ہی عرصہ میں تمام دنیا پر چھا گئی۔ ❶

دشت تو دشت دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

2۔مقامِ محمود:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ مِنَ الَّیۡلِ فَتَہَجَّدۡ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ ٭ۖ عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ﴿۷۹﴾﴾ (الاسراء : ۷۹)

''رات کے کچھ حصے میں نمازِ تہجد میں قرآن کی تلاوت کریں' یہ زیادتی آپ کے لیے ہے۔عنقریب آپ کا پروردگار آپ کو ''مقامِ محمود'' میں کھڑا کرے گا۔''

''مقامِ محمود'' وہ مقام ہے جو قیامت والے دن اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے گا، اور اس مقام پر ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ شفاعت عظمیٰ فرمائیں گے' جس کے بعد لوگوں کا حساب کتاب ہوگا۔ ❷

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لوگ قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے، اور میں اور میری امت (کے لوگ)

---

❶ تیسیر القرآن : ٤/٦٩٩_٧٠٠. ❷ أحسن البیان ، ص: ٧٨٩.

ایک ٹیلے پر ہوں گے ۔ مجھے میرا پروردگار سبز حلہ پہنائے گا' پھر مجھے کلام اور شفاعت کی اجازت دی جائے گی ۔ اور پھر جو بھی اللہ تعالیٰ چاہے گا، میں عرض کروں گا ۔ یہ ہے مقامِ محمود ۔'' ❶

''مقامِ محمود'' کو بعض روایات میں وسیلہ کا نام بھی دیا گیا ہے، اور آپ ﷺ نے افرادِ امت کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ آپ کے لیے اللہ تعالیٰ سے یہ وسیلہ طلب کریں ۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((سَلُوا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ ، قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! وَ مَا الْوَسِيْلَةُ؟ قَالَ : أَعْلَى دَرَجَةٍ فِي الْجَنَّةِ لَا يَنَالُهَا اِلَّا رَجُلٌ وَاحِدٌ وَ أَرْجُوْا أَنْ أَكُوْنَ أَنَا .)) ❷

''اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ کا سوال کیا کرو ۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ! وسیلہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا' جنت میں سب سے اونچا درجہ ہے، جو ایک ہی شخص کو حاصل ہوگا اور مجھے یقین ہے کہ وہ میں ہوں ۔''

رسول اللہ ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ سے کیسے وسیلہ طلب کرنا ہے؟ اس سلسلے میں آپ ﷺ نے خود ہی ایک دعا سکھائی ہے، جسے ہر اذان کے بعد پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ اور وہ یہ ہے:

((اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ ، وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ ، آتِ مُحَمَّدًا نِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا الَّذِيْ وَعَدْتَّهُ .)) ❸

''اے اللہ ! اس دعوتِ کامل اور قائم ہونے والی نماز کے رب ! محمد (ﷺ) کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما، اور انہیں اس مقامِ محمود پر فائز کر دے، جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے ۔''

---

❶ مسند احمد : ٣/٤٥٦ ـ صحیح ابن حبان : ١٤/٣٩٩ ـ مستدرك حاكم : ٢/٣٦٣ ـ امام حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث ''شیخین کی شرط پر صحیح'' ہے۔

❷ سنن ترمذی ، کتاب المناقب ، رقم : ٣٦١٢ ـ علامہ البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الأذان ، باب الدعاء عند النداء ' رقم : ٦١٤ .

باب نمبر 5

نبی کریم ﷺ سب سے بڑے شافع محشر ہوں گے

اللہ کے اذن کے بغیر کوئی سفارشی نہ ہوگا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ﴿١٠٩﴾﴾ (طٰهٰ : ١٠٩)

''اس روز یعنی روزِ قیامت شفاعت کچھ کام نہ آئے گی، مگر جسے رحمٰن حکم دے اور اس کی بات کو پسند فرمائے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''قیامت کے دن اسی شخص کی شفاعت کسی دوسرے کے حق میں قبول ہوگی جس کو اللہ تعالیٰ شفاعت کرنے کی اجازت دے گا، اور جس کی بات اس کی جناب میں قابلِ قبول ہوگی۔ اور اس کی شفاعت اسی شخص کے حق میں قبول ہوگی جس کے لیے شفاعتِ کی اجازت دی جائے گی ، اور جس کی خاطر شفاعت کرنے والے کی شفاعت قابل قبول ہوگی۔'' ❶

نیز ایک دوسرے مقام پر رقمطراز ہیں:

''مفسرین لکھتے ہیں کہ اس آیت میں کفار کے اس قول کی تکذیب ہے کہ ان کے جھوٹے معبودان کے لیے سفارشی بنیں گے۔'' ❷

❶ تیسیر الرحمن : ۹۰۹/۱.	❷ تیسیر الرحمن : ۱۲۲۱/۲.

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ وَ لَا تَنۡفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنۡدَهٗۤ اِلَّا لِمَنۡ اَذِنَ لَهٗ ﴾ (سبا : ۲۳)

''اس (یعنی اللہ تعالیٰ) کے پاس شفاعت کچھ نفع نہیں دے گی سوائے ان کے جن کے لیے اجازت ہوگی۔''

اور سورۃ الانبیاء میں فرمایا:

﴿ وَ لَا یَشۡفَعُوۡنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارۡتَضٰی ﴾ (الانبیاء: ۲۸)

''وہ کسی کی سفارش نہیں کریں گے سوائے ان کے جس سے اللہ خوش ہو۔''

روزِ قیامت رسول اکرم ﷺ سب کے سفارشی ہوں گے:

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جنت کے لیے سب سے پہلا شفاعت کرنے والا میں ہوں گا، اور کسی بھی نبی کی اتنی تصدیق نہیں کی گئی جتنی میری۔ حتی کہ روزِ قیامت بعض انبیاء علیہم السلام ایسے بھی ہوں گے جن کی امت میں سے صرف ایک ہی شخص ان پر ایمان لایا ہوگا۔'' ❶

سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور میں یہ بات بطورِ فخر نہیں کہتا۔ اور میں ہی وہ پہلا شخص ہوں، سب سے پہلے جس کی قبر کھلے گی اور میں یہ بات بطورِ فخر نہیں کہتا۔ اور میں پہلا شفاعت کرنے والا اور پہلا مقبول الشفاعت ہوں اور میں یہ بات بطورِ فخر نہیں کہتا۔ اور میں ہی وہ شخص ہوں جس کے ہاتھوں میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور میں یہ بات بطورِ فخر نہیں کہتا۔'' ❷

رسول اللہ ﷺ پہلے شفاعت کرنے والے اور پہلے مقبول الشفاعت کیسے ہوں گے،

❶ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۱۹۶۔ مسند احمد: ۱۴۰/۳۔ مسند ابی یعلی: ۵۲۵/۷، رقم: ۳۹۷۰، ۳۹۷۳.

❷ سنن ابن ماجه، کتاب الزهد، رقم: ۴۳۰۷۔ مسند احمد: ۱۲/۳، رقم: ۱۰۹۸۷۔ صحیح ابن حبان، رقم: ۶۲۴۲۔ ابن حبان نے اسے ''صحیح'' کہا ہے

اس کے متعلق سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ایماندار لوگ قیامت کے روز اکٹھے ہوں گے، اور کہیں گے، کاش! ہم اپنے رب کی طرف کوئی سفارش تلاش کریں۔ پس وہ سیّدنا آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے' آپ انسانیت کے باپ ہیں، اللہ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، اور آپ کے لیے اپنے فرشتوں سے سجدہ کرایا اور آپ کو ہر چیز کے نام سکھائے۔ آپ اپنے رب کے پاس ہماری سفارش کریں! تاکہ ہم اپنی اس جگہ سے آرام پائیں۔ وہ جواب دیں گے' میں یہاں تمہارے کام نہیں آ سکتا، اور اپنے گناہ کا ذکر کریں گے شرمائیں گے اور کہیں گے: تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ پس وہ پہلے رسول ہیں، جنہیں اللہ نے زمین والوں کی طرف بھیجا۔ پس لوگ ان کے پاس آئیں گے۔ (اور اُن سے بھی وہی درخواست کریں گے) وہ جواب دیں گے، میں یہاں تمہارے کام نہیں آ سکتا، اور اپنے سوال کا ذکر کریں گے جو انھوں نے اپنے رب سے کیا تھا، اور ان کے پاس اس کا علم نہیں تھا (بیٹے کے متعلق جبکہ وہ غرق ہو رہا تھا) اور شرمائیں گے اور کہیں گے: تم خلیل اللہ (ابراہیم علیہ السلام) کے پاس جاؤ۔ لوگ ان کے پاس آئیں گے' وہ بھی کہیں گے، میں یہاں تمہارے کام نہیں آ سکتا۔ تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ ایسا بندہ ہے جس سے اللہ نے کلام کیا اور اسے تورات دی۔ لوگ ان کے پاس آئیں گے۔ وہ بھی کہیں گے میں یہاں تمہارے کام نہیں آ سکتا، اور بغیر قصاص کے انھوں نے جو قتل کیا تھا اس کا ذکر کریں گے، اور اپنے رب سے شرمائیں گے اور کہیں گے، تم عیسی علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اور اللہ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں۔ لوگ ان کے پاس آئیں گے۔ وہ کہیں گے: میں یہاں تمہارے کام نہیں آ سکتا۔ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ جن کے اللہ نے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے۔ پس لوگ میرے پاس آئیں گے' میں چلوں گا حتی کہ اپنے رب سے اجازت مانگوں گا' مجھے اجازت

دی جائے گی اور جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا' تو سجدے میں گر جاؤں گا جتنی دیر اللہ چاہے گا مجھے رہنے دے گا۔ پھر کہا جائے گا' اپنا سر اٹھاؤ، اور مانگو اور شفاعت کرو (آپ کی شفاعت) قبول کی جائے گی۔ پس میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور اللہ کی ایسے کلمات سے حمد کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا۔ پھر میں سفارش کروں گا میرے لیے حد مقرر کی جائے گی۔ میں ان کو جنت میں داخل کروں گا، پھر اللہ کی طرف واپس آؤں گا، جب اپنے رب کو دیکھوں گا تو اسی طرح کروں گا (جیسے پہلے کیا)۔ پھر سفارش کروں گا اور میرے لیے حد بندی کی جائے گی۔ انھیں جنت میں داخل کروں گا۔ پھر تیسری مرتبہ' پھر چوتھی مرتبہ واپس لوٹ کر آؤں گا، اور کہوں گا، آگ میں صرف وہ لوگ رہ گئے ہیں، جنہیں قرآن نے روک رکھا ہے اور ان پر ہمیشگی لازم ہو چکی ہے۔ (مشرک لوگ مراد ہیں)۔'' [1]

واضح رہے کہ روزِ قیامت رسول اللہ ﷺ کی شفاعت صرف اس شخص کو نصیب ہو گی جو موحد ہو گا۔ مشرک آپ ﷺ کی شفاعت سے محروم رہے گا۔ درج ذیل احادیث اس کا واضح ثبوت ہیں:

سیّدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا پیغام لے کر آیا۔ پیغام یہ تھا کہ میرے رب نے مجھے دو باتوں میں اختیار دیا ہے کہ میں ان میں سے کسی ایک کو اپنے لیے منتخب کر لوں۔ اختیار یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ میری نصف امت کو جنت میں داخل فرما دیں یا مجھے شفاعت کا موقع ملے، تو میں نے حقِ شفاعت کو اختیار کر لیا۔ اور میری شفاعت ان لوگوں کے لیے ہو گی جو میری ایمان اور توحید کی دعوت کو قبول کر کے اس حال میں مریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے تھے۔'' [2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قول اللّٰہ تعالیٰ ﴿وعلم آدم الأسماء﴾، رقم: ٤٤٧٦.

[2] سنن ترمذی، کتاب صفة القیامة والرقاق والورع، رقم: ٢٤٤١۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔ سنن ابن ماجه، رقم: ٤٣١٧.

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہر نبی کو ایک دعا کا حق دیا جاتا ہے (جسے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حتمی طور پر قبول فرماتا ہے) جو اس نبی نے اپنی اُمت کے لیے دعا کی، اور میں نے اپنی اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ کر لیا ہے۔'' ❶

ایک دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے:

''میں نے اپنی دعا امت کی شفاعت کے لیے محفوظ کر رکھی ہے، اور میری شفاعت ہر اس شخص کے لیے ہوگی جو اس حال میں مرا ہو کہ اس نے اللہ کے ساتھ ذرہ برابر بھی شرک نہ کیا ہو۔'' ❷

---

❶ صحیح مسلم ، کتاب الایمان ، رقم : ٤٩٨.

❷ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ٤٩١ ـ سنن ابن ماجه ، ابواب الزهد ، رقم : ٢١١١.

باب نمبر 6

نبی کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ﴿٨٦﴾﴾ (بنی اسرائیل: ٨٦)

''اور اگر ہم چاہیں تو جو کچھ ہم نے آپ پر وحی کی ہے اسے واپس لے لیں، پھر اس کاروائی پر ہمارے خلاف آپ اپنا کوئی مددگار نہ پائیں گے۔''

﴿رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿٨٧﴾﴾

(بنی اسرائیل : ٨٧)

''آپ کے رب کی طرف سے رحمت ہے، یقیناً آپ پر اس کا بڑا ہی فضل ہے۔''

امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں:

(1) فضل سے مراد آپ ﷺ پر نزولِ قرآن اور علم کی بقاء ہے۔

(2) فضل سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اولادِ آدم کا سردار بنایا، آپ پر نبوت کا خاتمہ فرمایا، اور آپ کو مقامِ محمود عطا فرمایا (بہرحال دونوں قول اپنی اپنی جگہ درست ہیں)۔ ❶

امام بیضاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''آپ ﷺ پر اللہ کے بڑا فضل ہے'' کہ ''اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنایا، آپ پر اپنی کتاب کو نازل فرمایا اور پھر اسے آپ کے حافظے میں محفوظ فرما دیا۔'' ❷

---

❶ تفسیر الکبیر، للرازی : ١٣١/١٠.
❷ تفسیر بیضاوی : ٤٤٧/٣.

سورۂ نساء میں ہے:

﴿ وَ لَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَ رَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَ مَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿١١٣﴾ ﴾ (النساء : ۱۱۳)

''اگر اللہ کا فضل ورحم تجھ پر نہ ہوتا تو ان کی ایک جماعت نے تو تجھے بہکانے کا قصد کرلیا تھا، مگر دراصل یہ اپنے آپ کو ہی گمراہ کرتے ہیں، یہ تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اللہ نے تجھ پر کتاب وحکمت اتاری ہے، اور تجھے وہ سکھایا ہے جسے تو نہیں جانتا تھا۔ اور اللہ کا تجھ پر بڑا بھاری فضل ہے۔''

سورۃ القصص میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَ مَا كُنْتَ تَرْجُوْۤا اَنْ يُّلْقٰۤى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٨٦﴾ ﴾ (القصص : ۸۶)

''آپ کو تو کبھی اس کا خیال بھی نہ گزرا تھا کہ آپ کی طرف کتاب نازل فرمائی جائے گی لیکن یہ آپ کے رب کی مہربانی سے اُترا۔ اب آپ کو ہرگز کافروں کا مددگار نہیں ہونا چاہیے۔''

سورۃ الشوریٰ میں ارشاد ہے:

﴿ وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِيْمَانُ ﴾ (الشوریٰ : ۵۲)

''اوراسی طرح ہم نے تیری طرف (قرآن دے کر) ایک فرشتہ اپنے حکم سے بھیجا' تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے؟''

امام ابن کثیر رحمہ اللہ مذکورہ بالا آیات کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

''یہ سب باتیں اللہ کا فضل ہیں جو آپ کے شاملِ حال ہے۔'' ❶

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

''ان تمام آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر فضل واحسان فرمایا اور کتاب وحکمت بھی عطا فرمائی، ان کے علاوہ دیگر بہت سی باتوں کا آپ کو علم دیا گیا، جن سے آپ بے خبر تھے۔ یہ بھی گویا آپ ﷺ کے عالم الغیب ہونے کی نفی ہے، کیونکہ جو خود عالم الغیب ہو، اسے تو کسی اور سے علم حاصل کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ اور جسے دوسرے سے معلومات حاصل ہوں، وحی کے ذریعے سے یا کسی اور طریقے سے، وہ عالم الغیب نہیں ہوتا۔'' ❷

دنیا میں اللہ تعالیٰ نے جو آپ ﷺ پر خاص انعامات فرمائے، ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لیے دیگر تمام انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا:

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک ہر نبی سے یہ عہد و پیمان لیا کہ جب بھی کوئی نیا رسول آئے گا جو گزشتہ انبیاء کی تصدیق کر رہا ہوگا، تو گزشتہ نبی اور اس کے پیروکاروں پر لازم ہوگا کہ اُس پر ایمان لے آئیں، اور اُس کی مدد کریں۔ چنانچہ تمام انبیاء نے اس کا اقرار کیا، اور اس اقرار کے گواہ بنے، اور اللہ نے بھی شہادت دی۔ اس عمومی اقرار و عہد نامے کا تقاضا یہ تھا کہ جب محمد ﷺ دنیا میں تشریف لائیں گے تو وہ تمام لوگ جو موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے پیروکار ہوں گے، ان پر ایمان لے آئیں گے، اس لیے اب اگر کوئی شخص محمد ﷺ کی اتباع نہیں کرتا تو وہ فاسق، اللہ کا نافرمان اور اُس نبی کو جھٹلانے والا ہوگا جس کی محبت کا دم بھر رہا ہے اور جس پر ایمان لانے کا دعویٰ کر رہا ہے، اور اگر نصاریٰ بھی عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں، اور محمد ﷺ پر ایمان نہیں لاتے، تو وہ اپنے دعویٰ میں کاذب ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

---

❶ تفسیرِ ابن کثیر: ۱/ ۷۶۰.

❷ تفسیر أحسن البیان، ص: ۲۵۴.

﴿وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾﴾ (آل عمران : ۸۱،۸۲)

''اور جب اللہ نے نبیوں سے میثاق کیا کہ میں تمہیں جو کچھ کتاب وحکمت دوں، پھر تمہارے پاس کوئی رسول آئے جو تمہاری چیزوں کی تصدیق کرے، تو اُس پر ضرور ایمان لے آؤ گے، اور اُس کی ضرور مدد کرو گے، اللہ نے کہا کہ کیا تم لوگوں نے اقرار کرلیا اور اُس پر میرا عہد قبول کرلیا، اُنہوں نے کہا کہ ہم نے اقرار کرلیا، اللہ نے کہا، پس تم لوگ گواہ رہو، اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں، پس جس نے اس کے بعد اعراض کیا وہی لوگ فاسق ہیں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''علی بن ابی طالب اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ: ''اللہ نے جب بھی کسی نبی کو مبعوث کیا، تو اس سے یہ عہد لیا کہ اگر اللہ نے اس کی زندگی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا، تو وہ محمد پر ایمان لائے گا اور اس کی مدد کرے گا۔ ہر نبی کو یہ بھی حکم دیا کہ وہ اپنی امت سے اس بات کا عہد لے گا کہ اگر محمد مبعوث ہوئے اور وہ لوگ زندہ رہے، تو ان پر ایمان لائیں گے اور ان کی مدد کریں گے'' حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اسی اثر کے پیش نظر بعض علماء نے کہا ہے کہ آیت کریمہ میں مذکور عہد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے، جیسا کہ قاضی عیاض نے اپنی کتاب ''الشفاء'' میں بیان کیا ہے۔'' (تیسیر الرحمن: ۱/ ۱۹۰)

اہل کتاب کے ہاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یقینی علم موجود تھا:

اہل کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر ایسا ہی یقین رکھتے ہیں جیسے انہیں اپنی

صلبی اولاد کے بارے میں یقین ہے کہ یہ ہماری اولاد ہیں۔

﴿الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ ۖ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٤٦﴾﴾ (البقرہ: ١٤٦)

''جنہیں ہم نے کتاب دی ہے، وہ رسول اللہ کو ایسا ہی پہچانتے ہیں، جیسے وہ اپنی صُلبی بیٹوں کو پہچانتے ہیں، اور ان کی ایک جماعت حق کو جانتے ہوئے چھپاتی ہے۔''

وہ یہود عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ کا آنا برحق سمجھتے تھے، اور آپ کے واسطے سے مشرکین کے خلاف اللہ سے فتح کی دعا کرتے تھے، لیکن آپ کی بعثت کے بعد آپ کا انکار کردیا، اور اُن پر ایمان نہیں لائے۔

﴿كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ وَجَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٨٦﴾﴾

(آل عمران: ٨٦)

''اللہ تعالیٰ کیسے ہدایت دے گا ایسے لوگوں کو جو ایمان لانے کے بعد دوبارہ کافر ہوگئے، اور اپنی اس گواہی کے بعد کہ رسول برحق ہے، اور اُن کے پاس کھلی نشانیاں آجانے کے بعد، اور اللہ تعالیٰ ظالم قوموں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

آپ ﷺ کو اوّل المسلمین کہہ کر پکارا:

آپ ﷺ سے پہلے تمام انبیاء نے اسلام ہی کی دعوت دی جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور صرف اس کی عبادت پر ہے۔ نوح، ابراہیم، یعقوب، یونس، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سب نے اپنی زبان سے شہادت دی کہ میں مسلمان ہوں، اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اسی باری تعالیٰ کے لیے ہے۔

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيكَ لَهُ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٦٣﴾﴾ (الانعام: ١٦٢، ١٦٣)

''آپ کہیے کہ میری نماز اور میری قربانی، اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے، اور میں اللہ کا پہلا فرمانبردار بندہ ہوں۔''

آپ ﷺ کو بھیج کر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان کیا:

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے اوپر اپنا احسان کیا کہ اس نے ان کی رہنمائی کے لیے انہی جیسے ایک عربی آدمی کو اپنا رسول بنا کر بھیجا، تاکہ اس کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کر سکیں اور اس کی تعلیمات سے مستفید ہو سکیں۔ قرآن میں ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿١٦٤﴾﴾ (آل عمران: ١٦٤)

''اللہ کا مومنوں پر یقیناً یہ احسان ہے کہ اس نے ان کے لیے انہی میں سے ایک رسول بھیجا، جو اس کی آیتوں کی ان لوگوں پر تلاوت کرتے ہیں، اور انہیں پاک کرتے ہیں، اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں، اور اس سے پہلے وہ لوگ کھلی گمراہی میں تھے۔''

آپ ﷺ کی زندگی اور آپ کے شہر کی قسم اٹھائی:

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی باقی زندگی کی قسم کھا کر کہا کہ سدوم بستی کے رہنے والے بے شک اپنی گمراہیوں میں بھٹک رہے تھے۔

﴿لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿٧٢﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿٧٣﴾﴾ (الحجر: ٧٢)

''آپ کی جان کی قسم! وہ لوگ اپنے گناہوں کے نشے میں دیوانہ ہوئے جا رہے تھے۔''

''قاضی عیاض نے مفسرین کا اس پر اتفاق نقل کیا ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زندگی کی قسم کھائی ہے۔'' (تیسیر الرحمن : ۱/ ۷۵۰)

اور آپ کے شہر کی بھی قسم اٹھائی، مکہ مکرمہ کی اس لیے کہ آپ وہاں موجود ہیں۔ یعنی آپ کا وہاں رہنا مکہ کے لیے باعث شرف ہے۔

﴿لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝١ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝٢﴾ (البلد : ۱،۲)

''میں اس شہر (مکہ) کی قسم کھاتا ہوں۔ درانحالیکہ آپ اس شہر میں اقامت پذیر ہیں۔''

باب نمبر 7

نبی کریم ﷺ سے محبت ایمان کا جز ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿٢٤﴾﴾ (التوبه : ٢٤)

”آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے لڑکے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارے کنبے قبیلے، تمہارے کمائے ہوئے مال، اور وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو، اگر یہ تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے، اور اس کی راہ کے جہاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں تو تم اللہ کے حکم سے عذاب کے آنے کا انتظار کرو۔ اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

امام قرطبی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

”یہ آیت اللہ تعالیٰ اور اس کے (محبوب) رسول اللہ ﷺ کی محبت کی فرضیت پر دلالت کرتی ہے، اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ نیز یہ بھی واضح رہے کہ ان کی محبت ہر محبوب کی محبت پر غالب ہو۔ (سوائے اللہ تعالیٰ کے)“ [1]

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس شخص میں تین خصلتیں ہوں وہ ایمان کی لذت سے بہرہ ور ہوگا' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اسے سب

[1] تفسیر قرطبی : ۹۵/۸.

سے زیادہ پیارے ہوں، جس سے محبت کرے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرے، کفر کی طرف پلٹنے کو اسی طرح ناپسند کرے جس طرح آگ میں پھینکے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔'' ❶

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ ، لَا یُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰی اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ .)) ❷

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں کوئی شخص بھی اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور بیٹے سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں الفاظ کچھ یوں ہیں:

((لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ .)) ❸

''کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے اہل، مال اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے:

''ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے عرض کیا'' اللہ اور اس کے رسول کی محبت'' آپ نے فرمایا: بے شک تم اس کے ساتھ ہو جس کے ساتھ تم نے محبت کی۔'' انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں'' ہمیں اسلام لانے کے بعد کسی بات سے اتنی زیادہ مسرت نہیں ہوئی جتنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

❶ صحیح بخاری ، کتاب الایمان، رقم: ١٦٥.

❷ صحیح بخاری، کتاب الإیمان، رقم: ١٥.

❸ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، رقم: ١٦٨.

اس فرمان سے ہوئی۔اس لیے میں اللہ تعالیٰ ، رسول اللہ ﷺ ، ابو بکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہوں، اور مجھے امید ہے کہ میں آخرت کے دن انہی کے ساتھ ہوں گا اگرچہ میں نے ان کے برابر اعمال نہیں کیے۔'' ❶

شیخ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کی محبت، ایمان کا لازمی جزء ہے، اور جس بندے کے دل میں آپ ﷺ کی محبت جس قدر کم ہوگی اسی قدر اس کا ایمان بھی ناقص ہوگا، یہاں تک کہ اگر محبت بالکل ہی نہ ہوگی تو وہ مکمل طور پر ایمان سے خارج ہوگا۔'' ❷

امام بخاری نے اپنی صحیح میں باب قائم کیا ہے:

((حُبُّ الرَّسُوْلِ مِنَ الْاِیْمَانِ)) ❸

''رسول اللہ ﷺ سے محبت ایمان کا حصہ ہے۔''

شیخ علی بن نایف الشحو درقمطراز ہیں:

''نبی کریم ﷺ کی محبت دین کی اساس اور مبادیاتِ اسلام میں سے ہے۔اس کے بغیر کسی بھی انسان کا ایمان درست نہیں،اور نہ ہی کسی مسلمان کے لیے یہ درست ہے کہ وہ اس میں متردد ہو۔اور رسول اللہ ﷺ کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کے ساتھ جڑی ہوئی ہے کیونکہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے ہی مبعوث کردہ منتخب رسول ہیں۔'' ❹

---

❶ صحیح بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی صلی الله علیه وسلم، رقم: ٣٦٨٨۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب المرء مع من أحب، رقم: ٦٧١٣.

❷ القول المفید شرح کتاب التوحید.

❸ صحیح بخاری ، کتاب الایمان.

❹ موسوعة الدفاع عن رسول الله : ١٥٧/٤.

نبی کریم ﷺ سے اپنی جان سے بھی زیادہ محبت کرنے کا حکم ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ﴾

(الاحزاب : ٦)

''پیغمبر مومنوں پر خود ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھنے والے ہیں، اور پیغمبر کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔''

عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

''یعنی انسان کے لئے سب سے زیادہ قریب اور سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ پس رسول اللہ ﷺ مومن کے لئے خود اس کی ذات پر بھی مقدم ہیں، کیونکہ آپ ﷺ ان کی خیر خواہی کرتے ہیں، ان کے ساتھ شفقت و محبت سے پیش آتے ہیں۔ مخلوق میں سب سے بڑھ کر رحیم اور سب سے زیادہ مہربان ہیں۔ ان پر مخلوق میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کا احسان ہے، کیونکہ انہیں اگر ذرہ بھر بھلائی حاصل ہوئی ہے، یا ان سے کوئی ذرہ بھر برائی دور ہوئی ہے تو آپ ﷺ کے ہاتھ سے، اور آپ کے سبب سے ہوئی ہے۔'' ❶

سیّدنا عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَ هُوَ آخِذٌ بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ فَقَالَ: لَهُ عُمَرُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا مِنْ نَفْسِيْ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : لَا ، وَ الَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ رضی اللہ عنہ فَإِنَّهُ الْآنَ وَ اللّٰهِ! لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : اَلْآنَ يَا عُمَرُ ! .)) ❷

❶ تفسیر سعدی : ٣/٢١٢٦، ٣١٢٧.

❷ صحیح بخاری ، کتاب الایمان والنذور ، رقم : ٦٦٣٢.

''ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ نے عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا ''آپ مجھے میری جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ پیارے ہیں۔'' آپ نے فرمایا ''نہیں، قسم ہے اس ذات کی، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس وقت تک ایمان مکمل نہیں ہوسکتا، جب تک میں تجھے تیری جان سے بھی زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔'' سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''اللہ کی قسم! یقیناً اب آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔'' یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا ''اے عمر! اب بات بنی ہے۔''

سیّدنا عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا یُؤْمِنُ أَحَدُکُمْ حَتّٰی أَکُوْنَ أَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ نَفْسِهِ .)) [1]

''تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کی اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ''ہم (سفرِ ہجرت پر) روانہ ہوئے تو لوگوں نے ہمارا تعاقب کیا۔ سراقہ بن مالک گھوڑے پر سوار ہو کر ہمارے قریب پہنچ گیا حتی کہ اس کے اور ہمارے درمیان دو یا تین نیزوں کا فاصلہ رہ گیا تھا تو میں نے رونا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ تم کیوں رو رہے ہو؟ تو میں نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم! میں اپنے لیے نہیں بلکہ آپ کی جان کو خطرے میں دیکھ کر رو رہا ہوں۔ اس پر آپ نے اس (سراقہ) کے لیے ان الفاظ میں بددعا کی کہ ''اے اللہ! تو جیسے چاہے ہمارے لیے اس کے مقابلے میں کافی ہو جا۔'' چنانچہ اس کے گھوڑے کی ٹانگیں زمین میں پیٹ تک دھنس گئیں۔'' [2]

---

[1] مسند احمد: ٤/ ٣٣٣، رقم: ١٨٠٤٧۔ شیخ شعیب ارناؤوط نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] مسند احمد: ١/ ١٥٥۔ شیخ احمد شاکر نے اس حدیث کو ''صحیح'' کہا ہے۔

نبی کریم ﷺ سے جمادات ونباتات بھی محبت کرتے ہیں:

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

((جَاءَ أَعْرَابِیٌّ اِلَی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، فَقَالَ: بِمَ أَعْرِفُ اَنَّكَ نَبِیٌّ؟ قَالَ: اِنْ دَعَوْتُ هٰذَا الْعِذْقَ مِنْ هٰذِهِ النَّخْلَةِ تَشْهَدُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ؟ فَدَعَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ، فَجَعَلَ يَنْزِلُ مِنَ النَّخْلَةِ حَتّٰی سَقَطَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ ، ثُمَّ قَالَ: ارْجِعْ فَعَادَ ، فَأَسْلَمَ الأَعْرَابِیُّ)) ❶

''ایک دیہاتی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہنے لگا کہ مجھے کیسے معلوم ہوگا کہ آپ نبی ہیں؟ آپ نے فرمایا' اگر میں کھجور کے درخت کے اس گچھے کو بلاؤں تو وہ بھی گواہی دے گا کہ میں اللہ کا رسول ہوں ۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اسے بلایا، تو وہ درخت سے اترنے لگا، حتی کہ نبی کریم ﷺ کے پاس آ گرا۔ پھر آپ نے اس سے فرمایا کہ واپس ہو جا تو وہ واپس ہو گیا، اور اس اعرابی نے اسلام قبول کرلیا۔''

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ طَلَعَ لَهُ أُحُدٌ ، فَقَالَ : هَذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَ نُحِبُّهُ ، اللّٰهُمَّ! اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ ، وَ اِنِّیْ أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا .)) ❷

''رسول اللہ ﷺ کو اُحد پہاڑ نظر آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا' یہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اسے محبوب رکھتے ہیں ۔ اے اللہ! ابراہیم (علیہ السلام) نے مکہ شریف کو حرم بنایا، اور میں اس مدینہ طیبہ کے سنگلاخوں کے درمیانی حصہ کو حرم بناتا ہوں۔''

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

---

❶ مسند احمد: ۲۲۳/۱ ۔ سنن ترمذی ، ابواب المناقب ، رقم: ۳۶۲۸ ۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کو'' صحیح'' کہا ہے۔

❷ سنن ترمذی ، ابواب المناقب ، رقم: ۱۸۵۶ ۔ صحیح بخاری، کتاب احادیث الأنبیاء، رقم: ۳۳۶۷.

((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَطَبَ اِلٰى لِزْقِ جَذْعٍ وَ اتَّخَذُوْا لَهٗ مِنْبَرًا، فَخَطَبَ عَلَيْهِ فَحَنَّ الْجِذْعُ حَنِيْنَ النَّاقَةِ ، فَنَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ فَمَسَّهٗ فَسَكَتَ .)) ❶

''رسول اللہ ﷺ کھجور کے ایک تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے، پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ کے لیے منبر بنوایا، جب آپ ﷺ نے اس پر تشریف فرما کر خطبہ دیا تو وہ تنا اس طرح رونے لگا، جس طرح اونٹنی اپنے بچے کے پیچھے روتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نیچے اترے اور اس پر ہاتھ پھیرا تو وہ خاموش ہوگیا۔''

سیّدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بلاشبہ مکہ مکرمہ میں ایک ایسا پتھر ہے جو مجھے اُن راتوں میں سلام کیا کرتا تھا جن میں مجھے مبعوث کیا گیا، اور یقیناً میں اسے اب بھی پہچانتا ہوں۔'' ❷

---

❶ صحیح ابن خزیمہ، رقم: ۱۷۷۷۔ سنن ترمذی، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۲۷۔ ابن خزیمہ اور علامہ البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❷ مسند احمد: ۵/۸۹، ۹۵، ۱۰۵۔ سنن ترمذی، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۲۴۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

باب نمبر 8

نبی کریم ﷺ کا ادب واحترام کرنا واجب ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝١ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝٢ إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝٣ إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝٤ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝٥﴾ (الحجرات: ١ تا ٥)

”اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو، اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو۔ یقیناً اللہ (خوب) سننے جاننے والا ہے۔ اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر نہ کرو، اور نہ اس سے اونچی آواز سے بات کرو، جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ بے شک جو لوگ رسول اللہ کے حضور میں اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کے دلوں کو اللہ نے پرہیزگاری کے لیے جانچ لیا ہے۔ ان کے لیے مغفرت ہے اور بڑا ثواب ہے۔ جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں، ان میں سے اکثر بالکل بے عقل ہیں۔ اگر یہ لوگ یہاں تک صبر

کرتے کہ آپ خود ان کے پاس آ جاتے تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا۔ اور اللہ بڑا معاف کرنے والا، بے حد رحم کرنے والا ہے۔''

''اس آیت میں مسلمانوں کو یہ ادب سکھایا گیا ہے کہ جب وہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں ہوں تو اتنی اونچی آواز سے نہ بولیں کہ ان کی آواز آپ ﷺ کی آواز سے بلند ہو جائے، اور آپ ﷺ کو اس طرح نہ پکاریں جس طرح وہ آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہیں، بلکہ نہایت مؤدبانہ طور پر دھیمی آواز میں اس طرح پکاریں جس طرح نہایت معظم ومحترم اور صاحبِ ہیبت انسان کو پکارا جا سکتا ہے، اس لیے کہ آپ کی شان میں ادنیٰ گستاخی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیم گناہ ہے اور ایسا کرنے والے کے سارے نیک اعمال غیر شعوری طور پر ضائع ہو سکتے ہیں۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد اس آیت کے پیشِ نظر، مسلمانوں پر واجب ہے کہ جب بھی آپ کا ذکر جمیل آئے، یا آپ کا کوئی حکم یا کوئی حدیث بیان کی جائے تو ادب و احترام ملحوظ رکھا جائے، آپ کی شان میں ادنیٰ گستاخی بھی نہ ہونے پائے، آپ کی حدیث پر کسی دوسرے کے قول کو مقدم نہ کیا جائے، چاہے وہ دنیا کا کوئی بھی انسان ہو۔

حاکم نے صحیح سند کے ساتھ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس ذات کی قسم! جس نے آپ پر قرآن نازل کیا ہے، میں جب تک زندہ رہوں گا آپ سے سرگوشی کے انداز میں بات کروں گا۔ حاکم نے اس حدیث کے بارے میں کہا ہے کہ یہ امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے، اور حافظ ذہبی نے اس کی تائید کی ہے۔ اور بخاری و مسلم نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ثابت بن قیس بن شماس نے کہا: جن کی آواز اونچی تھی، کہ میری ہی آواز رسول اللہ ﷺ کی آواز سے اونچی تھی، میرے اعمال برباد ہو گئے، اور میں اہل جہنم میں سے ہوں، اور محزون ومغموم اپنے گھر میں جا کر بیٹھ گئے۔ صحابہ کرام نے جب آپ ﷺ کو ان کے حال کی خبر دی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، وہ تو اہل جنت میں سے ہیں۔ چنانچہ وہ یمامہ

میں مرتد ہونے والوں کے خلاف جنگ کرتے ہوئے مارے گئے۔''

(تیسیر الرحمن: ۲/ ۱۴۴۶۔۱۴۴۷)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''علماء کا کہنا ہے کہ جس طرح آپ ﷺ کی زندگی میں آپ کے سامنے اونچی آواز سے بات کرنے کی ممانعت تھی، اسی طرح آپ ﷺ کی قبر کے پاس بھی آواز بلند کرنا ممنوع ہے، اس لیے کہ آپ جس طرح زندگی میں واجب الاحترام تھے، بالکل اسی طرح مرنے کے بعد اپنی قبر میں بھی واجب الاحترام ہیں۔'' ❶

سیّدنا سائب بن یزید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ''میں مسجد نبوی میں کھڑا تھا کہ کسی شخص نے مجھے اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے کنکریاں ماریں۔ میں دیکھتا ہوں کہ آپ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ جاؤ اُن دونوں آدمیوں کو بلا کر لاؤ (جو کہ بلند آواز سے گفتگو کر رہے تھے) جب میں انہیں بلا کر لایا، تو سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سوال کیا، تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ ان دونوں نے جواب دیا، ہم طائف سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تم اس شہر کے رہنے والے ہوتے، تو میں تمہیں سخت سزا دیتا' تم لوگ نبی ﷺ کی مسجد میں اپنی آواز کو بلند کر رہے ہو!'' ❷

ایک مرتبہ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک سرکش اونٹ پر سوار تھے جو نبی کریم ﷺ سے آگے نکل نکل جاتا تھا۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں ڈانٹا، اور کہا کہ کوئی بھی آپ ﷺ سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرے۔ ❸

اسی طرح ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے جمعہ کے دن آپ ﷺ کے منبر کے سامنے شور وغل مچانا شروع کر دیا۔ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ صورتحال دیکھی تو انہیں ڈانٹا، اور فرمایا کہ آپ ﷺ کے منبر کے سامنے آواز اونچی مت کرو۔ ❹

---

❶ تفسیر ابن کثیر: ۳۶۴/۷.
❷ صحیح البخاری، کتاب الصلاة، رقم: ۸۷۰.
❸ صحیح بخاری.
❹ صحیح مسلم، کتاب الامارة، رقم: ۴۸۷۱.

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جہاں کسی کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کی بے ادبی برداشت نہیں کرتے تھے، وہاں خود بھی بہت زیادہ آپ ﷺ کی تعظیم کیا کرتے تھے۔ اس کی ایک مثال درج ذیل حدیث ہے:

''ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ سیّدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں بطورِ مہمان ٹھہرے، اور نچلی منزل میں قیام فرمایا۔ جبکہ سیّدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ خود اوپر والی منزل میں تھے۔ ایک رات سیّدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے تو خیال کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک کے اوپر چل پھر رہے ہیں، تو وہ آپ کی جانب سے ایک طرف ہٹ گئے اور دوسری جانب ہو کر سو گئے۔ صبح ہوئی تو یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا' نچلی منزل میں زیادہ سہولت ہے۔ سیّدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس چھت کے اوپر نہیں رہ سکتا جس کے نیچے آپ تشریف فرما ہوں۔ تب آپ ﷺ اوپر کی منزل میں تشریف لے گئے، اور سیّدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ نچلی منزل میں آ گئے۔ ابوایوب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے لیے کھانا تیار کیا کرتے تھے، اور جب آپ ﷺ کا بچا ہوا کھانا ان کے پاس لایا جاتا تو پوچھتے کہ آپ ﷺ نے کس جانب سے کھایا تھا، اور کس جگہ آپ نے انگلیاں رکھی تھیں، پھر وہ آپ ﷺ کی انگلیوں کے لگنے کی جگہ سے کھاتے۔'' [1]

واضح رہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ادب واحترام کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ آپ کے لیے کوئی بھی نازیبا لفظ استعمال نہ کیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا ؕ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٠٤﴾﴾ (البقرہ: ۱۰۴)

''اے ایمان والو! تم (نبی ﷺ کو) ''راعنا'' نہ کہا کرو، بلکہ ''انظرنا'' کہو یعنی ہماری طرف دیکھیے، اور سنتے رہا کرو۔ اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الاشربة، رقم: ٥٣٥٨.

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ رقم طراز ہیں:

''رَاعِنَا'' کے معنی ہیں، ہمارا لحاظ اور خیال کیجیے۔ بات سمجھ میں نہ آئے تو سامع اس لفظ کا استعمال کر کے متکلم کو اپنی طرف متوجہ کرتا تھا، لیکن یہودی اپنے بغض وعناد کی وجہ سے اس لفظ کو تھوڑا سا بگاڑ کر استعمال کرتے تھے، جس سے اس کے معنی میں تبدیلی اور ان کے جذبہ عناد کی تسلی ہو جاتی۔ مثلاً وہ کہتے ''رَاعِیْنَا'' (ہمارے چرواہے) یا ''رَاعِنَا'' (احمق) وغیرہ۔ جیسے وہ ''السلام علیکم'' کی بجائے ''السّام علیکم'' (تم پر موت آئے) کہا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم ''انظرنا'' کہا کرو۔ اس سے ایک تو یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ ایسے الفاظ جن میں تنقیص واہانت کا شائبہ ہو ادب واحترام کے پیشِ نظر اور سدِ ذریعہ کے طور پر (رسول اللہ ﷺ کے لیے) ان کا استعمال صحیح نہیں۔ دوسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ کفار کے ساتھ افعال واقوال میں مشابہت اختیار کرنے سے بچا جائے، تاکہ مسلمان ((مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ)) ''جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا، وہ انہی میں شمار ہو گا۔'' کی وعید میں داخل نہ ہوں۔'' [1]

نبی کریم ﷺ کو اذیت دینے والے کے لیے دردناک عذاب ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ ۚ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ ۖ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ ۚ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا

[1] سنن ابوداؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة. وقال الألبانی: هذا اسناد حسن، بحواله حجاب المرأة، ص: ۱۰۴. بحواله احسن البیان، ص: ۴۳.

فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ ؕ وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا ﴿۵۳﴾ (الاحزاب : ۵۳)

’’مسلمانو! جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے تم نبی کے گھروں میں نہ جایا کرو کھانے کے لیے بھی اجازت کے بعد جاؤ یہ نہیں کہ پہلے سے جا کر بیٹھ گئے، اور کھانے کے پکنے تک انتظار کرتے رہے، بلکہ جب بلایا جائے پھر داخل ہو، اور جب کھا چکو نکل کھڑے ہو وہیں باتوں میں مشغول نہ ہو جایا کرو۔ نبی کو تمہاری یہ حرکت ناگوار گزرتی ہے، لیکن وہ لحاظ کر جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ حق کے بیان میں کسی کا لحاظ نہیں کرتا۔ جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کرو، تمہارے اور ان کے دلوں کی کامل پاکیزگی یہی ہے۔ نہ تمہیں یہ جائز ہے کہ تم رسول اللہ کو تکلیف دو، اور نہ تمہیں یہ حلال ہے کہ آپ کے بعد کسی وقت بھی آپ کی بیویوں سے نکاح کرو۔ یاد رکھو! اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔‘‘

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا ﴿۵۷﴾ (الاحزاب : ۵۷)

’’جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں، ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی پھٹکار ہے اور ان کے لیے نہایت رسوا کن عذاب ہے۔‘‘

عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

’’یہ آیت کریمہ ہر قسم کی قولی و فعلی اذیت، سب و شتم، آپ کی تنقیص، آپ کے دین کی تنقیص اور ہر ایسا کام جس سے آپ کو اذیت پہنچے، سب کو شامل ہے۔‘‘

نیز فرماتے ہیں:

''اس اذیت رسانی کی جزا کے طور پر ایذا دینے والے کو دردناک عذاب دیا جائیگا۔ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچانا کسی عام آدمی کو اذیت پہنچانے کی مانند نہیں ہے، کیونکہ بندہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاسکتا جب تک کہ وہ اس کے رسول اللہ (ﷺ) پر ایمان نہ لائے۔'' [1]

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((قَالَ اَبُوجَهْلٍ: هَلْ يُعَفِّرُ مُحَمَّدٌ وَجْهَهُ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ ؟ قَالَ: فَقِيلَ: نَعَمْ ، فَقَالَ: وَ اللَّاتِ وَ الْعُزّٰى! لَئِنْ رَأَيْتُهُ يَفْعَلُ ذٰلِكَ لَأَطَأَنَّ عَلٰى رَقَبَتِهِ، أَوْلَأُ عَفِّرَنَّ جَهُهُ فِي التُّرَابِ ، قَالَ: فَأَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَ هُوَ يُصَلِّىْ ، زَعَمَ لِيَطَأَ عَلٰى رَقَبَتِهِ، قَالَ: فَمَا فَجِئَهُمْ مِنْهُ اِلَّا وَهُوَ يَنْكُصُ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَ يَتَّقِىْ بِيَدَيْهِ ، فَقِيلَ لَهُ: مَا لَكَ؟ فَقَالَ: اِنَّ بَيْنِىْ وَ بَيْنَهُ لَخَنْدَقًا مِنْ نَارٍ وَ هَوْلًا وَ أَجْنِحَةً . فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : لَوْ دَنَا مِنِّى لَا خْتَطَفَتْهُ الْمَلَائِكَةُ عُضْوًا عُضْوًا . قَالَ: فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَا نَدْرِيْ فِىْ حَدِيْثِ أَبِىْ هُرَيْرَةَ ، أَوْشَىْءٌ بَلَغَهُ ﴿كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰىٓ ۝ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝ اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يَنْهٰى ۝ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ۝ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ۝ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ۝ اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ۝ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۬ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ ۝ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ۝ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۝ كَلَّا ؕ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝﴾)) (العلق: ٦-١٩) [2]

''ایک مرتبہ ابوجہل نے لوگوں سے کہا کہ کیا محمد تمہارے سامنے اپنا چہرہ

---

[1] تفسیر السعدی: ٢١٦٨/٣.

[2] صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، رقم: ٧٠٦٥.

مٹی پر لگاتے ہیں؟ لوگوں نے کہا' ہاں۔ ابو جہل کہنے لگا: لات اور عزیٰ کی قسم! اگر میں نے محمد کو اس حالت میں دیکھ لیا تو میں اس کی گردن کو روند ڈالوں گا، یا اس کا چہرہ خاک آلود کروں گا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نماز ادا کرنے آئے، تو ابوجہل نے ارادہ کیا کہ آپ ﷺ کی گردن کو روند ڈالے، مگر اچانک ابوجہل اپنے الٹے قدموں پر لوٹا، اور وہ اپنے ہاتھوں کے ساتھ خود کو (کسی چیز سے) بچا رہا تھا۔ اس سے پوچھا گیا کہ تجھے کیا ہوا؟ ابوجہل نے جواب دیا کہ میرے اور اس کے درمیان آگ سے بھری خندق اور زبردست ڈراؤنی چیز جس کے پَر حائل ہوگئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اگر ابوجہل میرے قریب آ جاتا تو فرشتے فوراً اسے اُچک لیتے اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔ اسی حادثہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: ''ہرگز نہیں، بے شک آدمی سرکش بن جاتا ہے۔ جب دیکھتا ہے کہ وہ دولت مند ہو گیا۔ بے شک آپ کے رب کے پاس ہی سب کو لوٹ کر آنا ہے۔ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو روکتا ہے۔ ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے، اگرچہ وہ (بندہ) سیدھی راہ پر ہے۔ یا اگرچہ وہ اللہ سے ڈرنے کا حکم دیتا ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے، اگرچہ وہ (رکنے والا) جھٹلاتا ہے اور دین اسلام سے منہ موڑتا ہے۔ کیا اسے معلوم نہیں کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ ہرگز نہیں، اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اسے اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے۔ ایسی پیشانی جو جھوٹی اور خطا کار ہے۔ پس وہ بلالے اپنی مجلس کے لوگوں کو۔ ہم بھی جہنم کے داروغوں کو بلالیں گے۔ ہرگز نہیں، آپ اس کی بات نہیں مانیئے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ابوجہل ہمارے رسول کو ایذا رسانی سے باز نہیں آیا اور انہیں مسجد حرام اور مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکنے کی دوبارہ کوشش کی تو ہم اسے اس کی جھوٹی اور گناہوں سے ملوث پیشانی سے پکڑ لیں گے، اور گھسیٹتے ہوئے جہنم میں پہنچا دیں گے۔ اس وقت اگر وہ اپنی مجلس کے لوگوں کو بلانا چاہے تو بلالے جن کے بل بوتے پر وہ آپ کو نماز سے روکنا

چاہتا ہے، ہم بھی جہنم کے داروغے کو بلالیں گے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''نبی کریم ﷺ نماز پڑھ رہے تو تھے، ابوجہل آیا اور کہنے لگا: کیا میں نے تمہیں نماز پڑھنے سے روکا نہیں تھا؟ تم خوب جانتے ہو کہ مجھ سے زیادہ دوست اور مددگار کس کے پاس نہیں ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ﴿فَلۡيَدۡعُ نَادِيَه سَنَدۡعُ الزَّبَانِيَّةَ﴾ نازل فرمائی۔'' ❶

''یعنی وہ مجرم اپنی ان حرکتوں سے باز آجائے، اور یقین کرلے کہ آئندہ وہ ہمارے رسول کو ایذا نہیں پہنچا سکے گا۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ ابوجہل نے اس کے بعد آپ کے ساتھ بدزبانی یا ہاتھ سے ایذا پہنچانے کی جرأت نہیں کی۔'' (تیسیر الرحمٰن، ص:۱۷۵۶)

مذکورہ بالا دلائل سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچانا ممنوع وحرام ہے، اور جو ایسا کرنے کی کوشش کرے گا وہ اُخروی عذاب کا مستحق تو ہے ہی، لیکن دنیاوی سزا سے بھی نہیں بچ پائے گا۔ اس لیے ہر اس کام سے اجتناب کی کوشش کرنی چاہیے جو رسول اللہ ﷺ کے لیے باعثِ اذیت ہو۔

آپ ﷺ کو اذیت پہنچانے میں آپ کی تکذیب کرنا، آپ کو شاعر، کذاب اور ساحر وغیرہ کہنا، آپ ﷺ کے اصحاب کو برا بھلا کہنا، آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت میں اضافہ کرنا، دین میں بدعات وخرافات ایجاد کرنا، آپ ﷺ کی شان میں کمی یا غلو وزیادتی کا ارتکاب کرنا اور آپ ﷺ کی بات کے مقابلے کسی نبی، ولی، بزرگ اور امام کی بات کو ترجیح دینا وغیرہ جیسے اُمور شامل ہیں۔

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''یہ یعنی رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچانے سے ممانعت والا حکم عام ہے، اور اس کا میدان بڑا وسیع ہے۔ اس میں وہ الزام تراشیاں بھی شامل ہیں جو اس زمانے میں کافروں کے ساتھ منافق بھی رسول اللہ ﷺ پر کر رہے تھے، نیز ہر وہ بات بھی جسے رسول اللہ ﷺ ناگوار محسوس کریں اس سے مسلمانوں کو اجتناب ضروری ہے

❶ سنن ترمذی، کتاب التفسیر، رقم: ۳۳۴۹۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔

مثلاً کوئی شخص اللہ کے رسول کے مقابلہ میں دوسرے کی بات مانے یا سنت رسول کے مقابلہ میں کسی دوسرے کے قول کو ترجیح دے، یا آپ ﷺ کی سنت کو چھوڑ کر بدعات کو رائج کرے، یا فروغ دے تو ان باتوں سے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف ہوتی ہے، اور ایسے تمام اُمور سے مسلمانوں کو محتاط رہنا چاہیے۔'' ❶

---

❶ تیسیر القرآن : ۳/۶۰۷.

باب نمبر 9

نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا واجب ہے

درود شریف کی اہمیت:

نبی کریم ﷺ کا نام نامی سنتے ہی آپ پر درود وسلام بھیجا جائے۔ نیز اُن تمام مواقع پر بھی درود پاک پڑھا جائے جن میں درود پڑھنے کی رسول اللہ ﷺ نے تلقین فرمائی ہے۔
آپ ﷺ پر درود بھیجنے کی اہمیت وفضیلت سے متعلقہ چند دلائل حسب ذیل ہیں:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا۟ صَلُّوا۟ عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾﴾ (الاحزاب: ٥٦)

''اللہ اوراس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجواوراچھی طرح سلام بھی بھیجتے رہا کرو۔''

ڈاکٹرلقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

''اس آیت کریمہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ آسمان و زمین دونوں جگہ لائقِ صد احترام ہیں آسمان میں اللہ تعالیٰ اورفرشتے ان پر درود بھیجتے ہیں، اور زمین میں تمام اہل ایمان سے مطلوب ہے کہ ان پر درود وسلام بھیجتے رہیں۔''

''بخاری نے ابوالعالیہ سے روایت کی ہے کہ ''اللہ کے درود'' سے مراد، فرشتوں کی محفل میں آپ کا ذکر خیر ہے، اور ''فرشتوں کے درود'' سے مراد آپ ﷺ کے لیے برکت کی دُعا ہے۔ حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''جلاء الافہام'' میں ''صلاۃ'' یعنی درُود کا معنی تفصیل سے بیان کیا ہے۔'' (تیسیر الرحمٰن، ص: ١١٩٨)

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ .)) ❶

''اس شخص کا ناک خاک آلود ہو جس کے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجنے والا بخیل ہے:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع روایت میں ہے:

((الْبَخِيلُ الَّذِيْ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ .)) ❷

''وہ شخص بخیل ہے، جس کے پاس میرا (نام) ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا۔''

ایک مرتبہ درود پڑھنے سے اللہ تعالیٰ دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، دس گناہ معاف کرتا ہے اور دس درجات بلند فرماتا ہے:

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ ، وَ حُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيْئَاتٍ ، وَ رُفِعَتْ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ .)) ❸

''جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، اور اس کی دس غلطیاں معاف ہو جاتی ہیں، اور اس کے دس درجات بلند ہو جاتے ہیں۔''

کثرت درود قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت کا باعث ہوگا:

سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً .)) ❹

---

❶ سنن ترمذی ، کتاب الدعوات : ٣٥٤٥ ـ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

❷ سنن ترمذی ، رقم : ٣٥٤٦ ـ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❸ سنن نسائی ، کتاب السھو : ١٢٩٧ ـ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❹ صحیح الترغیب والترھیب ، رقم : ١٦٦٨ .

''قیامت کے دن مجھ سے قریب ترین اور مجھ پر زیادہ حق رکھنے والا میرا وہ امتی ہوگا جو مجھ پر زیادہ درود بھیجنے والا ہو۔''

شیخ عبدالرؤف محمد عثمان نقل فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کی سب سے بڑی تعظیم یہ ہے کہ آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجا جائے، اور بطورِ خاص اس وقت جب آپ کا نام لیا جائے۔'' ❶

جب تک نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا جاتا رہے، فرشتے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں:

سیّدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّي عَلَيَّ اِلَّا صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ مَا صَلّٰى عَلَيَّ فَلْيُقِلَّ أَوْ لِيُكْثِرْ .))❷

''جب تک کوئی مسلمان مجھ پر درود بھیجتا رہتا ہے اس وقت تک فرشتے اس کے لیے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں، اب جو چاہے کم پڑھے، جو چاہے زیادہ پڑھے۔''

درود شریف کے مسنون الفاظ:

''بخاری نے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے اور احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم نے ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، صحابہ کرام نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ ہم آپ کو سلام کرنا تو جانتے ہیں، دُرود کیسے بھیجیں، تو آپ نے کہا، کہو:

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ .))

---

❶ محبة الرسول بين الاتباع والابتداع : ۱/۱۰۱.

❷ مشكوٰة المصابيح للالبانی، رقم: ۹۲۵.

قرطبی نے علمائے اسلام کا اس پر اتفاق نقل کیا ہے کہ ہر مسلمان پر عمر بھر میں ایک بار درُود بھیجنا واجب ہے، باقی حالتوں میں مستحب ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کا ذکر جب بھی آئے آپ پر درُود بھیجنا واجب ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: حافظ ابن القیم کی ''جلاء الافہام'' اور حافظ ابن کثیر کی ''تفسیر القرآن العظیم'' (بحوالہ تیسیر الرحمٰن، ص: ۱۱۹۸۔۱۱۹۹)

کثرتِ درود سے حقوقِ مصطفیٰ ﷺ کی ادائیگی:

درود شریف پڑھنے والا اپنے وقت اور زبان و اعضاء سے ایثار کرتا ہے، اور رسول اللہ ﷺ کے لیے برکت وسلامتی کی دعا کرتا ہے تو اس کا فائدہ اسے ہوتا ہے، اس پر اللہ کی رحمتیں برستی ہیں اور کثرتِ درود سے اس کی رسول کریم ﷺ سے ایک خاص نسبت قائم ہو جاتی ہے۔ روح وقلب کا زنگ اترتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے عظیم احسانات سے کچھ کی ادائیگی بھی ہوتی رہتی ہے۔

باب نمبر 10

نبی کریم ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں

رسول اکرم ﷺ سارے جہان والوں کے لیے رحمت ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰۷﴾ (الانبیاء : ۱۰۷)

’’اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔‘‘

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

’’اس کا مطلب یہ ہے کہ جو آپ کی رسالت پر ایمان لے آئے گا، اس نے گویا اس رحمت کو قبول کر لیا اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکریہ ادا کیا، نتیجۃً دنیا و آخرت کی نعمتوں سے ہمکنار ہوگا اور چونکہ آپ کی رسالت پورے جہان کیلئے ہے، اس لیے آپ پورے جہان کے لیے رحمت بن کر یعنی اپنی تعلیمات کے ذریعے سے دین و دنیا کی سعادتوں سے ہمکنار کرنے کے لیے آئے ہیں۔‘‘

آپ ﷺ کا وجود ذریعہ اُمان ہے:

رسول اللہ ﷺ باعث رحمت ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۳۲ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝۳۳﴾

(الانفال : ۳۲،۳۳)

’’اور جب ان لوگوں نے کہا کہ اے اللہ! اگر یہ قرآن آپ کی طرف سے واقعی ہے

تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا، یا ہم پر کوئی دردناک عذاب واقع کردے۔ اور اللہ ایسا نہ کرے گا کہ ان میں آپ کے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دے۔ اور اللہ ان کو عذاب نہ دے گا اس حالت میں کہ وہ استغفار بھی کرتے ہوں۔''

''ترمذی نے ابوموسیٰ اشعری سے روایت کی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کے لیے مجھ پر دو''امان'' نازل کیا ہے:

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝۳۳﴾ (الانفال: ۳۳)

''کہ جب تک آپ اُن کے درمیان ہوں گے، اللہ انہیں عذاب نہیں گے گا، اور جب تک وہ اللہ سے مغفرت طلب کرتے رہیں گے، اللہ انہیں عذاب نہیں دے گا۔'' جب میں دنیا سے رُخصت ہو جاؤں گا تو ان کے لیے دوسرا ذریعہ امان ''استغفار'' قیامت تک باقی رہے گا۔'' (تیسیر الرحمٰن، ص: ۵۳۰)

رسول اللہ ﷺ کی اہل ایمان پر رحمت:

سورۃ التوبہ میں ارشاد فرمایا:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۲۸﴾ (التوبہ: ۱۲۸)

''تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں، جن پر تمہاری مضرت والی بات نہایت گراں گزرتی ہے، جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں، ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

''نبی کریم ﷺ کی دوسری صفت یہ بتائی گئی ہے کہ آپ پر ہر وہ بات شاق گذرتی ہے جس سے امت مسلمہ کو تکلیف پہنچتی ہے۔

آپ کی تیسری صفت یہ ہے کہ آپ دل سے تمنا کرتے ہیں کہ آپ کی امت جہنم

میں نہ ڈال دی جائے، اور یہ بھی تمنا کرتے ہیں کہ دنیا و آخرت کی ہر بھلائی کی طرف اس امت کی رہنمائی کر دیں۔

اور چوتھی صفت یہ ہے کہ آپ مومنوں کے لیے بہت ہی رحم دل ہیں، اسی وجہ سے چاہتے ہیں کہ وہ عمل صالح کریں اور گناہوں کا ارتکاب نہ کریں، تا کہ اللہ کی جنت کے حق دار بنیں۔'' (تیسیر الرحمٰن، ص: ۶۰۰)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((يٰأَيُّهَا النَّاسُ! اِنَّمَا أَنَا رَحْمَةٌ مُهْدَاةٌ .))❶

''اے لوگو! میں تو صرف ایک تحفۂ رحمت ہوں۔''

اہل ایمان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کی مثالیں ملاحظہ فرمایئے گا۔ کہ اُمت کی سہولت کے لیے دورانِ سفر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قصر نماز ادا کرنے اور دو نمازیں جمع کرنے کی رخصت دی ہے۔ چنانچہ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَكَانَ لَا يَزِيْدُ فِيْ السَّفَرِ عَلَى رَكْعَتَيْنِ .))❷

''میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا ہوں، دوران سفر آپ دو رکعتوں سے زیادہ نماز ادا نہیں فرماتے تھے۔''

امت کی سہولت کے لیے دورانِ سفر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ چھوڑنے کی رخصت عنایت فرمائی۔ چنانچہ حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا:

((أَأَصُوْمُ فِيْ السَّفَرِ؟ فَقَالَ: إِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَإِنْ شِئْتَ فَأَفْطِرِ .))❸

---

❶ السلسلة الصحيحة، رقم: ۴۹۰۔ مستدرك حاكم: ۳۵/۱۔ طبرانی صغير: ۵۱/۱.

❷ صحيح بخاری، كتاب التقصير، رقم: ۱۱۰۲.

❸ صحيح بخاری، باب الصوم فی السفر والإفطار، رقم: ۱۹۴۳.

''کیا میں سفر میں (فرض) روزہ رکھوں؟ آپ نے فرمایا: چاہو تو رکھو، چاہو تو نہ رکھو۔''

اہل ایمان پر رحمت اور ان کی مغفرت کی خاطر آپ ﷺ نے اپنی مستجاب دعا محفوظ فرما رکھی ہے۔ چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ، فَتَعَجَّلَ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ. وَإِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. فَهِيَ نَائِلَةٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِي لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا.)) ❶

''ہر نبی کے لیے ایک قبول ہونے والی دعا ہے، تمام انبیاء نے جلدی کی اور وہ دعا (دنیا میں ہی) مانگ لی، جبکہ میں نے وہ قیامت کے روز اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ کر رکھی ہے۔ اور میری دعا ان شاء اللہ میری امت کے ہر اس آدمی کو فائدہ دے گی جس نے مرتے دم تک کسی کو اللہ کے ساتھ شریک نہیں ٹھہرایا۔''

اپنے گھر والوں پر آپ ﷺ کی رحمت:

آپ ﷺ اپنے اہل وعیال کے ساتھ دوسرے تمام لوگوں کی نسبت اچھا سلوک کرنے والے تھے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي وَإِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوْهُ.)) ❷

''تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے لیے اچھا ہو، اور میں تم سب میں سے اپنے اہل وعیال کے لیے اچھا ہوں۔ جب تمہارا کوئی ساتھی فوت ہو جائے تو اس کی بری باتیں کرنا چھوڑ دو۔''

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الإيمان، رقم: ٣٣٨.

❷ سنن ترمذی، ابواب المناقب، رقم: ٣٨٩٥۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ٢٨٥.

بچوں پر آپ ﷺ کی رحمت:

آپ ﷺ تمام لوگوں سے بڑھ کر بچوں سے محبت اور شفقت فرمانے والے تھے۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''آپ ﷺ سارے لوگوں سے بڑھ کر بچوں اور گھر والیوں پر رحم فرمانے والے تھے۔'' ❶

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''رسول اکرم ﷺ انصار سے ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے تو ان کے بچوں کو سلام کہتے اور ان کے سروں پر (محبت سے) ہاتھ پھیرتے۔'' ❷

مریضوں اور کمزوروں پر آپ ﷺ کی رحمت:

ضعیف اور کمزور لوگوں سے ملنے اور مریضوں کی عیادت فرمانے کے لیے آپ ﷺ خود تشریف لے جاتے۔ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ مسلمانوں کے ضعفاء کے ہاں خود تشریف لے جاتے، ان سے ملاقات فرماتے، ان کے مریضوں کی عیادت فرماتے اور ان کے جنازوں میں شرکت فرماتے۔ ❸

خدمت گزاروں اور غلاموں پر آپ ﷺ کی رحمت:

آپ ﷺ نے اپنے خدمت گزاروں اور غلاموں سے کبھی مواخذہ نہیں کیا، کبھی سختی فرمائی نہ کبھی برا بھلا کہا اور نہ ہی کسی بات کا برا منایا۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک روز آپ ﷺ نے مجھے ایک کام کا حکم دیا تو میں نے (مذاقاً) کہا، اللہ کی قسم! میں نہیں جاؤں گا۔ حالانکہ میرے دل میں یہی تھا کہ جس بات کا آپ نے حکم دیا ہے میں اس کے لیے ضرور جاؤں گا۔ میں باہر نکلا تو میرا گزر کچھ لڑکوں پر ہوا جو بازار میں کھیل رہے تھے (میں نے بھی کھیلنا شروع کر دیا) اچانک

---

❶ صحيح الجامع الصغير، رقم: ٤٦٧٣.

❷ سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم: ٢١١٢.

❸ سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم: ٢١١٢.

رسول اللہ ﷺ نے پیچھے آ کر مجھے گردن سے پکڑ لیا، میں نے آپ ﷺ کی طرف دیکھا تو آپ ہنس رہے تھے۔ آپ ﷺ نے (پیار سے) ارشاد فرمایا: انیس! (انس کی تصغیر) میں نے تمہیں جس کام کے لیے بھیجا تھا ادھر گئے ہو؟ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! بس ابھی جاتا ہوں۔ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ کی قسم! میں نے آپ کی مسلسل نو سال خدمت کی، مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے کوئی کام نہ کیا ہو تو آپ نے پوچھا ہو کہ کیوں نہیں کیا اور اگر کہا ہو تو آپ ﷺ نے پوچھا ہو، کیوں کیا ہے؟ ❶

آپ ﷺ اپنے خدمت گزاروں سے دل لگی بھی فرمایا کرتے تھے۔ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، مجھے رسول اللہ (کبھی) مخاطب کر کے کہتے ''يَا ذَالْأُذُنَيْنِ'' اے دو کانوں والے!'' ❷

آپ ﷺ نے اپنے خدام کی غلطیوں سے روزانہ ستر (۷۰) مرتبہ درگزر کرنے کا حکم فرمایا، چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا، یارسول اللہ! میں اپنے نوکر کو (دن میں) کتنی مرتبہ معاف کروں؟ نبی اکرم ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ اس آدمی نے دوبارہ عرض کیا، یارسول اللہ! میں اپنے نوکر کو کتنی مرتبہ معاف کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''كُلَّ يَوْمٍ سَبْعِيْنَ مَرَّةً'' ''ہر روز ستر مرتبہ۔'' ❸

کفار اور مشرکین پر آپ ﷺ کی رحمت:

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! ادْعُ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ ، قَالَ: اِنِّيْ لَمْ أُبْعَثْ لَعَّانًا ، وَ اِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً .)) ❹

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب حسن خلقه ﷺ، رقم: ۲۳۱۰.

❷ سنن ابوداود، كتاب الأدب، رقم: ۵۰۰۲۔ سنن ترمذی، رقم: ۲۰۷۷۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❸ سنن ترمذی، ابواب البر والصلة، رقم: ۱۹۴۹۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ۴۸۸.

❹ صحيح مسلم، رقم: ۲۴۰۷.

''(ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مشرکین کو بددعا دینے کی درخواست کی گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا' مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ مجھے تو سراپا رحمت بنا کر مبعوث کیا گیا ہے۔''

ایک روایت میں ہے:

''حذیفہ رضی اللہ عنہ مدائن میں تھے۔ بسا اوقات احادیثِ رسول کا مذاکرہ رہا کرتا تھا۔ ایک دن سیّدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ، سیّدنا سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو سیّدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے حذیفہ! ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبے میں فرمایا کہ جسے میں نے غصے میں برا بھلا کہہ دیا ہو یا اس پر لعنت کر دی ہو، تو سمجھ لو کہ میں بھی تم جیسا ایک انسان ہوں، تمہاری طرح مجھے بھی غصہ آ جاتا ہے۔ ہاں! البتہ میں چونکہ ''رحمة للعالمین'' ہوں، تو میری دعا ہے کہ اللہ میرے ان الفاظ کو بھی (قیامت کے روز) ان لوگوں کے لیے موجبِ رحمت بنا دے۔'' [1]

ایک دوسری روایت میں ہے:

''ابوجہل نے کہا، اے قریشیو! محمد یثرب میں چلا گیا ہے۔ اپنے طلایئے کے لشکر اِدھر اُدھر تمہاری جستجو میں بھیج رہا ہے۔ دیکھو ہوشیار رہنا وہ بھوکے شیر کی طرح تاک میں ہے، وہ خار کھائے ہوئے ہے، کیونکہ تم نے اسے نکال دیا ہے، واللہ! اس کے جادوگر بے مثال ہیں، میں تو اسے یا اس کے ساتھیوں میں سے جس کسی کو دیکھتا ہوں تو مجھے ان کے ساتھ شیطان نظر آتا ہے۔ تم جانتے ہو کہ ''اوس'' اور ''خزرج'' ہمارے دشمن ہیں، اس دشمن کو ان دشمنوں نے پناہ دی ہے۔

اس پر مطعم بن عدی کہنے لگے، ابوالحکم سنو! تمہارے اس بھائی سے' جسے تم نے اپنے ملک سے جلاوطن کر دیا ہے، میں نے کسی کو زیادہ سچا اور زیادہ وعدے کا پورا کرنے والا نہیں پایا، اب جبکہ ایسے بھلے آدمی کے ساتھ تم یہ بدسلوکی کر چکے ہو تو اب تو اسے

---

[1] مسند احمد: ۴۳۷/۵۔ سنن ابو داؤد، کتاب السنة، رقم: ۴۶۵۹۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

چھوڑ دو، تمہیں چاہیے کہ تم اس سے بالکل الگ تھلگ رہو۔ اس پر ابوسفیان بن حارث کہنے لگا، نہیں تمہیں اس پر پوری سختی کرنی چاہیے۔ یاد رکھو! اگر اس کے طرف دار تم پر غالب آ گئے تو تم کہیں کے نہ رہو گے، وہ رشتہ دیکھیں گے نہ کنبہ، میری رائے میں تو تمہیں مدینے والوں کو تنگ کر دینا چاہیے کہ یا تو وہ محمد (ﷺ) کو نکال دیں، اور وہ بیک بینی دو گوش تن تنہا رہ جائے، یا ان مدینے والوں کا صفایا کر دینا چاہیے۔ اگر تم تیار ہو جاؤ تو میں مدینے کے کونے کونے پر لشکر بٹھا دوں گا، اور انہیں ناکوں چنے چبوا دوں گا۔ جب حضور ﷺ کو ان باتوں کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا، اللہ کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں انہیں قتل و غارت کروں گا اور قید کر کے پھر احسان کر کے چھوڑ دوں گا، میں رحمت ہوں، میرا بھیجنے والا اللہ ہے۔ وہ مجھے اس دنیا سے نہ اٹھائے گا جب تک کہ دین کو دنیا پر غالب نہ کر دے۔'' [1]

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ آپ ہی کے ذریعہ سے غفلت میں پڑی ہوئی اور راہ بھٹکی ہوئی انسانیت کو ایسا علم نصیب ہوا جو حق و باطل کی راہوں کو ممیّز کر کے سیدھی راہ دکھاتا اور اس پر چلاتا ہے۔ جس سے انسان نے دنیا کی زندگی اچھے طور پر گزارنے کے اصول اور ڈھنگ سیکھے۔ پھر اس راہ پر چلنے سے انسان کی اُخروی زندگی بھی سنور جاتی ہے۔

جہان والوں کے لیے آپ ﷺ کے رحمت ہونے کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ لوگوں کو زندگی بھر تکلیفیں سہہ سہہ کر بحکمِ الٰہی خالص توحید کی دعوت دیتے رہے، اور ایک موحد کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ اسے آخرت میں ایک نہ ایک دن ضرور دوزخ کے عذاب سے نجات مل جائے گی خواہ وہ کتنا ہی گنہگار رہو۔ درج ذیل حدیث اسی بات کی وضاحت کرتی ہے۔

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میری اور لوگوں کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے آگ روشن کی اور جب اس

[1] تفسیر ابن کثیر: ۳ / ۴۸۷.

کی روشنی اردگرد پھیل گئی تو کیڑے اور پتنگے اس آگ میں گرنے لگے۔ اب وہ شخص انہیں آگ سے دور ہٹانے لگا (تا کہ جلنے سے بچ جائیں) مگر وہ مانتے ہی نہیں اور اسی آگ میں گھستے، گرتے اور مرتے جاتے ہیں۔ اسی طرح میں تمہیں تمہاری کمروں سے پکڑ کر تمہیں آگ سے دور کھینچتا ہوں اور کہتا ہوں کہ دوزخ سے بچ جاؤ۔ لیکن تم لوگ ہو کہ سنتے ہی نہیں اور اس میں گرے جا رہے ہو۔'' ❶

رہی بات کفار کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے لیے کیسے رحمت تھے۔ اس کے متعلق امام ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''ابن جریر میں سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ مومنوں کے لیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا اور آخرت میں رحمت تھے، اور غیر مومنوں کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف دنیا میں ہی رحمت تھے کہ وہ زمین میں دھنسائے جانے سے، آسمان سے پتھر برسائے جانے سے بچ گئے جیسے کہ پہلی امتوں کے کافروں پر یہ عذاب آئے تھے۔'' ❷

حیوانات اور جمادات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کے چہرہ پر داغ لگانے اور چہرہ پر مارنے سے منع فرمایا۔ چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گدھا دیکھا جس کے چہرے پر داغ لگایا گیا تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَمَا بَلَغَكُمْ اَنِّیْ لَعَنْتُ مَنْ وَسَمَ الْبَهِيْمَةَ فِیْ وَجْهِهَا اَوْ ضَرَبَهَا فِيْ وَجْهِهَا ، فَنَهَى عَنْ ذٰلِكَ .)) ❸

''کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے جانور کے چہرے پر داغ لگانے والے یا جانور کے

❶ تفسیر تیسیر القرآن: ۳/ ۱۳۳.

❷ تفسیر ابن کثیر: ۳ / ٤٨٧.

❸ سنن ابوداؤد، کتاب الجهاد، رقم: ٢٥٦٤۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

چہرے پر مارنے والے پر لعنت کی ہے۔ پھر آپ نے ایسے کرنے سے منع فرمایا۔‘‘

بنی اسرائیل کی ایک بدکار عورت نے پیاسے کتے کو پانی پلایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرمادی اور اس کے برعکس بلی پر ظلم کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے عورت کو جہنم میں ڈال دیا۔ آپ ﷺ نے بلاوجہ چیونٹی مارنا ناجائز قرار دیا۔ الغرض آپ ﷺ حیوانات کے لیے بھی نبی رحمت بن کر آئے اور ایسے ہی جمادات کے لیے بھی آپ بڑے رحم دل تھے۔ احد پہاڑ نے حرکت کی تو آپ ﷺ نے اسے تھمنے کا حکم دیا تو وہ فوراً ساکن ہوگیا۔ روتے ہوئے کھجور کے تنے پر آپ ﷺ نے دست شفقت رکھا تو وہ آہستہ آہستہ خاموش ہوگیا۔

باب نمبر 11

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت تورات وانجیل میں بھی ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ۖ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُبِينٌ ۝٦﴾

(الصف : ٦)

''اور جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا اے (میری قوم) بنی اسرائیل! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، مجھ سے پہلے کی کتاب تورات کی میں تصدیق کرنے والا ہوں، اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی میں تمہیں خوشخبری سنانے والا ہوں، جن کا نام احمد ہے۔ پھر جب وہ ان کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو یہ کہنے لگے، یہ تو کھلا جادو ہے۔''

''عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے زمانے کے یہودیوں سے کہا: اے بنی اسرائیل! (یعنی یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم کی اولاد!) میں نبی بنا کر اور انجیل دے کر تمہاری ہدایت کے لیے بھیجا گیا ہوں، اور میں وہی دعوت لے کر آیا ہوں جو تورات کی دعوت تھی، یعنی ایک اللہ کی بندگی، اور غیروں کی عبادت کا انکار۔ اور میرے ذریعہ تورات کی تصدیق بھی ہوتی ہے کہ تورات میں میری بعثت کی خبر موجود ہے، اور اب میں مبعوث ہو چکا ہوں تو ثابت ہوا کہ تورات اللہ کی سچی کتاب ہے اور

میں تمہیں اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جن کا نام احمد ہوگا۔

اور جب میرے ذریعہ تورات کی تصدیق ہورہی ہے، اور میں ایک نئے رسول کی بشارت دے رہا ہوں، تو تمہیں مجھ پر ایمان لانا چاہیے، نہ کہ میری تکذیب کرنی چاہیے۔

انجیل یوحنا، باب ۱۴ میں آیا ہے: میں باپ سے طلب کروں گا، تو وہ تمہیں ایک ''فارقلیط'' دے گا۔ صاحب اظہار الحق نے لکھا ہے کہ ''فارقلیط'' کا معنی محمد یا احمد ہے۔ اور انجیل برناباس میں نبی کریم ﷺ کا ذکر جمیل صریح عبارتوں میں آیا ہے اور کہا ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہوں گے۔'' (بحوالہ تیسیر الرحمٰن، ص: ۱۵۸۲۔ ملخصاً)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ ؗ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىِٕثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۱۵۷﴾

(الاعراف : ۱۵۷)

''جو لوگ اس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو نبی امی ہے، جس کا ذکر وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ رسول انہیں نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے روکتا ہے، ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور گندی چیزوں کو حرام کرتا ہے، ان کے بوجھ ان پر سے اتارتا ہے، اور وہ بندشیں کھولتا ہے، جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔ لہٰذا جو لوگ اس پر ایمان لائے، اور اس کی حمایت اور مدد کی، اور اس روشنی کی پیروی کی جو اس کے ساتھ نازل کی گئی ہے، تو یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

''﴿یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ یعنی اُن رسول کے اوصاف و علامات یہ اہل کتاب اپنے ہاں توریت و انجیل میں درج پاتے ہیں۔ قرآنِ مجید کے اس علان پر معاصر اہل کتاب میں

سے کسی کو اس سے انکار کی جرأت نہ ہو سکی۔ وگرنہ جہاں اور الزامات آپ پر اور آپ کی وحی پر تراشتے تھے وہاں اس الزام کا بھی اضافہ کر دیتے کہ توراۃ اور انجیل میں کہاں ایسے رسول ﷺ کے ظہور کی پیش خبریاں ملتی ہیں؟

توراۃ میں ذکر مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام:

توراۃ میں جتنے تصرفات اور تحریفات اب تک ہو چکے ہیں ان کے بعد یہ دعویٰ خود اہل توریت کا بھی نہیں رہا کہ یہ کتاب وحی لفظی کا نمونہ ہے۔ لیکن اتنی تحریفات کے بعد بھی کچھ تو حوالہ جات اس میں اب تک بھی باقی رہ گئے ہیں۔ مثلاً موسیٰ علیہ السلام کی زبانی اسرائیلیوں کو مخاطب کر کے:

”خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تم اس کی طرف کان دھریو۔“ (استثناء:۱۸۔۱۵)

”تیرے ہی بھائی“ یعنی اسرائیل کے بھائی، بنی اسماعیل کے علاوہ اور کون ہو سکتے ہیں؟ پھر ان اسماعیلیوں میں ایسا نبی جو ”میرے ہی مانند“ یعنی مشابہت موسیٰ علیہ السلام سے رکھنے والا ہو۔ ہمارے آخر الزمان پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور کون ہو سکتا ہے؟

انجیل میں ذکر مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام:

توراۃ کے بعد اب انجیل پر آیئے۔ اس میں ”ترجمہ اور ترجمہ در ترجمہ کی بنا پر حک و اصلاح ترمیم اور تبدیلی کا سلسلہ آج تک جاری ہے، اور وہ بھی چرا کر چھپا کر نہیں، بلکہ علانیہ اور فخر یہ طور پر۔ لیکن باوجود اس کے، اس میں بھی یہ لفظ آج تک لکھے چلے آ رہے ہیں۔ یہ مسیح علیہ السلام اسرائیلیوں سے فرما رہے ہیں:

”یسوع نے اُن سے کہا، کیا تم نے کتاب مقدس میں نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے ردّ کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور معمار کی نظر میں عجیب ہے۔ اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے، دے دی جائے گی۔ اور جو اس پتھر پر گرے گا اس کے ٹکڑے ہو جائیں گے مگر جس پر وہ گرے گا اُسے پیس ڈالے گا۔“ (متی۔۲۱:۴۲۔۴۴)

''کتاب مقدس'' کا جو فقرہ یہاں نقل ہوا ہے اور انجیل مرقس ۱۲: ۱۰۔۱۱...... اور انجیل لوقا ۲۰: ۱۸ میں بھی وہ دراصل داؤد نبی کی کتاب زبور کا ۱۱۸: ۲۲۱۔۲۲ کا ہے۔ معماروں یعنی اسرائیلیوں نے جس پتھر کو ہمیشہ ردّ کیا تھا وہ اسماعیل ہی تھے۔ کونے کے سرے کا جو پتھر ہوا۔ یعنی نبوت جس کو سب سے آخر زمانہ میں ملی وہ بنی اسرائیل ہی کا ایک فرد تھا، اور یہود و نصرانی جو بھی اس سے ٹکرائے وہ پاش پاش ہو کر رہ گئے، یا پس کر رہ گئے۔'' (بحوالہ خطبات ماجدی، ص: ۱۰۔۱۱)

امام بیضاوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''جس رسول کے آنے کی بشارت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی، وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔'' [1]

مذکورہ بالا دونوں آیات اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت تورات میں بھی موجود تھی اور انجیل میں بھی۔ اسی طرح کچھ احادیث سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے، جن کو ہم ذیل کی سطور میں نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ سیّدنا عطاء بن یسار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

((لَقِيتُ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہما ، قُلْتُ: أَخْبِرْنِي عَنْ صِفَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي التَّوْرَاةِ؟ قَالَ: أَجَلْ، وَ اللّٰهِ! إِنَّهُ لَمَوْصُوفٌ فِي التَّوْرَاةِ بِبَعْضِ صِفَتِهِ فِي الْقُرْآنِ ﴿يَٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ شَٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا﴾ وَحِرْزًا لِّلْأُمِّيِّينَ، أَنْتَ عَبْدِي وَرَسُولِي سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ، لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيظٍ، وَلَا سَخَّابٍ فِي الْأَسْوَاقِ، وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ، وَلٰكِنْ يَعْفُو وَيَغْفِرُ، وَلَنْ يَقْبِضَهُ اللّٰهُ حَتّٰى يُقِيمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ بِأَنْ يَقُولُوا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَيَفْتَحُ بِهَا أَعْيُنًا عُمْيًا، وَأٰذَانًا صُمًّا، وَقُلُوبًا غُلْفًا.))

''میں سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ملا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تورات میں منقول وصف کے متعلق دریافت فرمایا، سیّدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کیوں نہیں، اللہ کی قسم! تورات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض

---

[1] تفسیر بیضاوی: ۵/ ۲۹۱.

صفات تو وہ مذکور ہیں جو قرآن مجید میں بھی آئی ہیں جیسے ''اے نبی! ہم نے تجھے گواہ، خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔'' مزید برآں آپ اَن پڑھوں کے ماوٰی، میرے بندے اور میرے رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے۔ آپ نہ بدخو وسخت مزاج ہیں، نہ بازاروں میں شوروغوغا کرنے والے اور نہ ہی برائی کا برائی سے جواب دینے والے، بلکہ معاف کر دیتے ہیں اور بخش دیتے ہیں، اور آپ کی روح اللہ تعالیٰ اس وقت تک قبض نہ کرے گا جب تک راہ سے بھٹکی ہوئی قوم کو سیدھا نہ کر دیں یہاں تک کہ لوگ اس کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' کو نہ مان لیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اس کلمہ کی برکت سے ان کی اندھی آنکھیں، بہرے کان اور بند دل کھول دے گا۔'' ❶

سیّدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ مجھے اپنے پس منظر سے آگاہ فرمائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَنَا دَعْوَةُ أَبِی إِبْرَاهِیْمَ، وَبَشَارَةُ عِیْسٰی .)) ❷

''میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا، اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔''

سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''جب نجاشی نے مہاجرینِ حبشہ کو اپنے دربار میں بلایا، اور جعفر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سنیں تو پکار اٹھا کہ تم کو مرحبا ہو، اور اس ہستی کو جس کے پاس سے تم آئے ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، اور وہی ہیں، جن کا ذکر ہم انجیل میں پاتے ہیں جن کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔'' ❸

---

❶ صحیح بخاری، کتاب البیوع، رقم: ٢١٢٥.

❷ مسند احمد: ٢٦٢/٥، رقم: ٢٢٢٦١۔ طبرانی کبیر، رقم: ٤٧٦٩۔ مجمع الزوائد: ٢٨٩/٨۔ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

❸ مسند احمد: ٤٦١/١۔ فتح الباری: ١٨٩/٧۔ البدایة والنهایة: ٦٩/٣۔ حافظ ابن حجر اور ابن کثیر نے اس کی سند کو ''حسن اور جید'' قرار دیا ہے۔

ان احادیث سے بھی یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ذکرِ خیر تورات وانجیل میں موجود تھا۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ حبشہ نجاشی نے بھی آپ ﷺ کی تعلیمات سن کر فوراً آپ ﷺ کی تصدیق کر دی تھی۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک بھی انجیل میں آپ ﷺ کی ایسی واضح علامات موجود تھیں جن کی وجہ سے نجاشی کو یہ رائے قائم کرنے میں ذرہ بھر بھی تامل نہ ہوا۔ علاوہ ازیں آج بھی تحریف شدہ تورات وانجیل میں آپ ﷺ کی بشارت کے تذکرے موجود ہیں، اور اہل کتاب انہیں پڑھتے ہیں، اور اچھی طرح سمجھتے اور جانتے ہیں مثلاً:

1۔ استثناء باب ۱۸، آیت ۱۵ تا ۱۹

2۔ متی باب ۲۱، آیت ۳۳ تا ۴۶

3۔ یوحنا باب ۱، آیت ۱۹ تا ۲۱

4۔ یوحنا باب ۱۴، آیت ۱۵ تا ۱۷

5۔ یوحنا باب ۱۴، آیت ۲۵، ۲۶

6۔ یوحنا باب ۱۶، آیت ۷ تا ۱۵ [1]

قارئین کرام! توراۃ اور انجیل میں حوالہ جات اور بھی ہیں۔ اُن سب کی یہاں قراءت کرنے کے بجائے انہیں ''تفسیر ماجدی'' اور ''تیسیر القرآن: ۱۰۵/۲، ۴۳۷'' میں ملاحظہ کرنے کی زحمت گوارا فرمائی جائے۔

[1] ماخوذ از، تیسیر القرآن: ۱۰۵/۲، ۴۳۷.

باب نمبر 12

رضائے رسولِ مقبول ﷺ

اللہ تعالیٰ بھی نبی کریم ﷺ کی خواہش کا احترام کرتا ہے:

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو وہاں کے اکثر باشندے یہودی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ اس پر یہود بہت خوش ہوئے۔ آپ ﷺ کئی ماہ تک اسی رخ نماز پڑھتے رہے۔ لیکن آپ کی ذاتی خواہش یہ تھی کہ آپ قبلہ ابراہیمی یعنی مسجد حرام کی طرف نماز پڑھیں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگا کرتے تھے، اور اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھایا کرتے تھے۔ بالآخر اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی (اور آپ ﷺ کی خواہش پوری کردی):

﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۖ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٤٤﴾﴾ (البقرة : ١٤٤)

''ہم آپ کے چہرے کو بار بار آسمان کی طرف اٹھتے ہوئے دیکھ رہے ہیں، اب ہم آپ کو اس قبلہ کی جانب متوجہ کریں گے، جس سے آپ خوش ہو جائیں۔ آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں اور آپ جہاں کہیں ہوں اپنا چہرہ اسی طرف پھیرا کریں۔ اہل کتاب کو اس بات کے اللہ کی طرف سے برحق ہونے کا قطعی علم ہے،

اور اللہ ان اعمال سے غافل نہیں جو یہ کرتے ہیں۔'' ❶

آخرت میں آپ کو جو مقام ملے گا، اور جن نعمتوں سے آپ نوازے جائیں گے، ان کی تعبیر انسانی الفاظ میں ممکن نہیں، اسی لیے اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ﴾ (الضحیٰ: ٥)

''اور عنقریب آپ کا رب آپ پر اپنے انعامات کی بارش کرے گا تو آپ راضی ہو جائیں گے۔''

گویا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اللہ رب العزت رضا چاہتا ہے، اللہ رب العزت کی آپ سے یہ غایت درجہ کی محبت ہے۔

محبت کی منزل محبوب کی رضا ہے، جس کیلئے محبّ شرائطِ محبت پر پورا اترنے کے ساتھ ساتھ غم محبوب میں اپنے جگر کو سوختہ کر کے اپنے من کی دنیا مجلّا و مصفا کر لیتا ہے اور اطاعت محبوب کے ہر پیمانے پر پورا اترتا ہے۔ محبّ کے دل کو قرار اس وقت ہوتا ہے جب اس کا محبوب اسے یہ روح افزا مژدہ دے کہ جاؤ ہم تم پر راضی ہیں۔

اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا لازم وملزوم ہے، جو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا پر پورے اترے ان پر اللہ تعالیٰ کی رضا کا ابر کرم خوب برسا جو بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کھوٹے نکلے ان پر اللہ کے غضب کا کوڑا برسا، وہ دنیا کیلئے نشان عبرت بن گئے۔ وہ کفار ومنافقین تھے جن کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اہل ایمان کے لئے اعلیٰ منزل ہے، جسے یہ مل گئی اس کی قسمت پورے جوبن پر آ گئی ۔ رضائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ لگن ہے جس نے صحابہ کرام کی قدسی جماعت کے قلوب کو مسحور کر دیا۔ اس جذبے میں وہ مصائب وآلام کی ہر آزمائش سے ایسے گزرے کہ انہیں اس کا احساس تک نہ ہوا۔ اس حلاوت نے غزوہ بدر میں نہتے (٣١٣) نفوس قدسیہ کو بھپرے شیر بنا دیا جن میں سے ہر ایک کا یہ جذبہ تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

❶ تفسير ابن كثير: ٢٥٩/١.

رضا کیلئے کٹ مرے گا مگر اللہ کے رسول ﷺ کا دامن نہ چھوڑے گا۔ جب وفا کی ان تصویروں نے اپنے وعدے سے ایفا کیا۔ سترہ (۱۷) نفوس نے اللہ و رسول اللہ ﷺ کے لئے شہادت کے جام نوش کیئے۔ کئی افراد نے زخم کھائے مگر کسی زبان پر شکوہ و شکایت نہیں، بلکہ ان کے ایمان رضائے رسول کی روشنی سے درخشندہ چراغ بن گئے اور سرکار دو عالم ﷺ نے ان کے ایمانوں کی گواہی دی تو اللہ کی طرف سے انہیں یہ ڈگری عطا کر دی گئی۔

﴿رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ﴾ [التوبة: ۱۰۰] ''اللہ ان سے راضی ہے، اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔''

جبکہ ایک غزوہ میں شہداء کے پاس کھڑے ہو کر نبی رحمت ﷺ نے ان کی شہادت کی یوں گواہی دی کہ یہ تا قیامت اللہ کی بارگاہ میں شہادت کے مرتبہ پر فائز ہیں۔ یہ سب جنت میں جائیں گے اور میں ان سے پہلے جنت میں جاؤں گا۔ رضائے رسول اللہ ﷺ کے ان پروانوں کی یہ آخری تمنا ہوتی کہ اللہ کا رسول ﷺ ان کے وصال کے وقت ان پر راضی ہو۔

ایمان کا ذائقہ وہی چکھ سکتا ہے جو اللہ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہو اور جس کی موت بھی اسی عقیدے پر واقع ہو۔ وہی خوش نصیب ہے اس لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی میت کے قریب یہی بات دہرائی تھی کہ تم خوش نصیب ہو کہ تم پر اللہ کے رسول ﷺ راضی ہو گئے، اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کیلئے بھی یہی بات کہی تھی، معلوم ہوا کہ یہ ان کے نزدیک اعلیٰ ترین سعادت تھی۔

اب بھی جو مسلمان اس جذبے سے محبتِ رسول ﷺ کو اپنائے گا اور ان شرائط و علامات پر پورا آئے گا اسے یہ مقام حاصل ہوگا۔

رضائے رسول ﷺ سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول:

جن نفوس قدسیہ نے رسول اللہ ﷺ کی محبت کے تقاضے پورے کیئے، اور غزوۂ بدر میں اپنی وفا کا ثبوت دیا تو ان پر اللہ راضی ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی رضا کا یوں اظہار فرمایا:

﴿لَقَدۡ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ یُبَایِعُوۡنَکَ تَحۡتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ

مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ﴿۱۸﴾

(الفتح : ۱۸)

’’بے شک اللہ ان مومنوں پر راضی ہے جب انہوں نے درخت کے نیچے آپ سے بیعت کی تھی۔ پس وہ چیز اللہ کے علم میں ہے جو ان کے دلوں میں موجود ہے، پس اللہ نے ان پر سکینہ اتارا اور ان کیلئے جلد ہی فتح یابی ہے۔

یعنی جو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مخلص ہیں ان مجاہدوں پر نزول رحمتِ کی گئی، اور انہیں جلد عظیم فتح کی بھی خوش خبری دی گئی۔

اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی رضا سے حلاوت ایمان کا حصول:

ایمان کی مٹھاس کتنی خوش تر ہے اور ذائقہ کتنا مسرور کن ہے۔ جب یہ اپنی چاشنی میں ڈال کر دنیا جہاں کے تمام ذائقوں سے بے خبر کر دیتا ہے تو اس ذائقے کے رسیا لوگ کیوں تمام آسائشوں پر اسے ترجیح دیتے ہیں، اور یہ کب قلب و وجدان میں سرایت کر کے اپنے آشناؤں کو دنیا سے بے گانا کرتا ہے۔ یہ سب اس وقت ہوتا ہے جب فخرِ موجودات ﷺ کی نبوت پر رضا کو مقصد بنا لیا جائے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

((عَنْ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: ذَاقَ طَعْمَ الْإِيمَانِ، مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا .)) [1]

’’سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: اس شخص نے ایمان کا مزہ چکھا جو اللہ تعالیٰ کے پروردگار ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کی نبوت پر راضی ہوا۔‘‘

رسول اللہ ﷺ کی رضا چاہنا:

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ان تین صحابہ کرام میں سے تھے جو اپنی کاروباری و مالی

[1] سنن ترمذی، کتاب الایمان، رقم: ۲۶۲۳۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ’’صحیح‘‘ کہا ہے۔

مصروفیات کی بنا پر غزوہ تبوک پر نہ جا سکے، مگر جب نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ہمراہ واپس مدینہ تشریف لے آئے تو مسجد نبوی میں کئی منافق حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور جھوٹے بہانے تراش کر اس غزوہ میں شامل نہ ہونے کی معذرت پیش کرتے۔ آپ ﷺ منافقین کے عذر قبول کرتے اور ان پر کوئی تعرض نہ فرماتے، مگر سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور دوسرے دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سچی سچی بات عرض کر دی، اور اپنی لغزش پر معافی کے طلبگار ہوئے تو آپ ﷺ نے ان سے اللہ کے حکم کے تحت بات کرنا ترک کر دیا حتی کہ انہیں ان کی بیویوں سے جدا کر دیا گیا۔ اس دوران انہوں نے انتہائی رقت سے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کیں کہ اے اللہ! تو ہمیں معاف فرما اور ہم پر اپنے رسول ﷺ کو راضی فرما۔ ان کا واقعہ صحیح بخاری کی روایت میں یوں ہے۔

''سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے جب آپ ﷺ نے ناراض ہو کر قطع کلام کر لیا، اور تمام صحابہ کو بھی یہی حکم دیا تو ان کو سب سے زیادہ آپ ﷺ کی رضا مندی کی فکر تھی۔ آپ ﷺ نماز کے بعد تھوڑی دیر تک مسجد میں بیٹھا کرتے تھے، اس حالت میں وہ آتے اور سلام کرتے اور دل میں کہتے کہ مبارک ہونٹوں کو سلام کے جواب میں حرکت ہوئی یا نہیں؟ پھر آپ ﷺ ہی کے متصل نماز پڑھتے اور کنکھیوں سے آپ ﷺ کی طرف دیکھتے جاتے۔ [1]

سیدنا صدیق اکبر کا نبی کریم ﷺ کو سکون پہنچا کر راضی ہونا:

محبتِ رسول اللہ ﷺ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اسوہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ وہ اس وقت خوش و خرم ہوتے ہیں جب اللہ کے حبیب ﷺ کو اپنی کسی وفا شعاری سے خوش کر لیتے۔ جب انہیں یہ موقع مل جاتا تو ان کے جسم و جان میں اس قدر خوشی کی لہر پیدا ہوتی جسے الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے مگر ان کے اس عمل سے محبان باصفا کو عجب قسم کا لطف حاصل ہوتا ہے۔

[1] صحیح البخاری، کتاب المغازی، رقم: ٤٤١٨.

((عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: قَالَ اَبُوْبَكْرِ الصِّدِّيْقُ: لَمَّا خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ مَكَّةَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ مَرَرْنَا بِرَاعٍ، وَقَدْ عَطِشَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: فَحَلَبْتُ لَهُ كُثْبَةً مِنْ لَبَنٍ فَاَتَيْتُهُ بِهَا فَشَرِبَ حَتّٰى رَضِيْتُ)) [1]

’’سیدنا براء رضی اللہ عنہ نے کہا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ مکہ سے مدینہ کی طرف گئے تو ہمارا ایک چرواہے پر گزر ہوا، اس وقت رسول اللہ ﷺ کو پیاس لگی ہوئی تھی، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے تھوڑا سا دودھ دوہا، پھر میں آپ کے پاس وہ دودھ لایا، پس آپ نے اس کو پیا یہاں تک کہ میں راضی ہوگیا۔‘‘

رضائے رسول ﷺ کے لیے کوشش:

جب خیبر فتح ہوگیا، مدینے کے آس پاس کے یہودیوں کو ان کی سازشوں اور عہد شکنیوں کی بنا پر مدینہ سے جلاوطن کر دیا گیا تو یہ زمینیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم کر دی گئیں۔ اب ہر گھر میں اچھے کھانے کھائے جا رہے ہیں، اور عمدہ لباس پہنے جانے لگے مگر کاشانۂ رسالت مآب ﷺ میں بدستور فاقہ کشیوں کا دور رہا۔ یہ حضور ﷺ کا زہد تھا، اس وقت ازواجِ مطہرات نے مل کر مطالبہ کیا کہ یا رسول اللہ! ہمارا ماہانہ خرچ بڑھا دیا جائے، اگر دیکھا جائے تو مطالبہ سراسر جائز تھا لیکن یہ بات سرکار مدینہ ﷺ کی طبع مبارک پر شاق گذری، اور آپ نے کچھ عرصہ ان سے بات چیت بند کر دی۔ اس بات کی خبر جب سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو ملی تو انہوں نے اپنی اپنی صاحبزادیوں یعنی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما کو ڈانٹ ڈپٹ کی، اور حضور نبی کریم ﷺ کو راضی کرنے کی کوشش کی اور شیخین نے نبی کریم ﷺ کو راضی کر لیا۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الاشربہ، رقم: ۵۲۳۸.

اس مقصد کیلئے کاشانہ نبوت پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آئے، تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسانے کے لئے کہا کہ اگر بنت خارجہ (سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بی بی) مجھ سے نان ونفقہ طلب کرتیں تو میں اٹھ کر ان کی گردن توڑ دیتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے، اور ازواجِ مطہرات کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ مجھ سے نفقہ ہی تو مانگ رہی ہیں۔ دونوں بزرگ اٹھے اور عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما کی گردن توڑنی چاہی، اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ چیز مانگتی ہو جو آپ کے پاس نہیں ہے۔ [1]

صحابہ کرام کا جلالِ نبوی کے موقع پر رضائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہنا:

بعض اوقات کسی سے انجانے میں کوئی ایسی بات ہو جاتی جس سے سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم جلال میں آ جاتے، تو اس وقت محبان باوفا کے دل جلالِ نبوت سے لرز جاتے۔ وہ بار بار یہ تصدیق کے الفاظ دہراتے جاتے کہ اللہ کی پناہ! ہم اللہ کے رب، اور اسلام کے دین ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔

ایک بار کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے لمبے روزے کے متعلق پوچھا، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آیا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حالت دیکھی تو کہا:

((رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا ، نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَغَضَبِ رَسُوْلِهٖ .))

''یعنی ہم نے اللہ کو اپنا پروردگار، اسلام کو اپنا دین اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا پیغمبر بنایا ہے۔ اور اللہ اور اس کے رسول کے غصہ سے پناہ مانگتے ہیں۔''

اسی فقرے کو بار بار دہراتے رہے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ کافور ہو گیا۔'' [2]

رضائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم توشہ آخرت ہے:

وہ حضرات کہ جن کی زندگیاں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، اور محبت میں گزریں اس

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الطلاق، رقم: ۳۶۹۰.

[2] سنن ابی داؤد، کتاب الصیام، باب فی صوم الدھر تطوعا، رقم: ۲۴۵۲۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

کے باوجود جب ان کے وصال کا وقت آتا تو ان کا اعتماد اس توشہ پر ہوتا جو انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو راضی کر کے تیار کیا تھا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کا وقت قریب آیا تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو رضائے رسول اللہ ﷺ کی خوشخبری دیتے ہوئے کہا کہ اے امیر المومنین! اگر یہ وہی وقت ہے جس میں آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوگی۔

((يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَلَئِنْ كَانَ ذَاكَ، لَقَدْ صَحِبْتَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَأَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُ، ثُمَّ فَارَقْتَ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ، ثُمَّ صَحِبْتَ أَبَا بَكْرٍ فَأَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُ، ثُمَّ فَارَقْتَ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ، ثُمَّ صَحِبْتَ صَحَبَتَهُمْ فَأَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُمْ، وَلَئِنْ فَارَقْتَهُمْ لَتُفَارِقَنَّهُمْ وَهُمْ عَنْكَ رَاضُونَ، قَالَ: أَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ صُحْبَةِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَرِضَاهُ فَإِنَّ ذٰلِكَ مَنٌّ مِنَ اللّٰهِ تَعَالَى مَنَّ بِهِ عَلَيَّ، وَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ صُحْبَةِ أَبِي بَكْرٍ وَرِضَاهُ فَإِنَّمَا ذٰلِكَ مَنٌّ مِنَ اللّٰهِ، جَلَّ ذِكْرُهُ، مَنَّ بِهِ عَلَيَّ، وَأَمَّا مَا تَرَى مِنْ جَزَعِي فَهُوَ مِنْ أَجْلِكَ، وَأَجْلِ أَصْحَابِكَ، وَاللّٰهِ لَوْ أَنَّ لِي طِلَاعَ الْأَرْضِ ذَهَبًا لَافْتَدَيْتُ بِهِ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ قَبْلَ أَنْ أَرَاهُ، قَالَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: دَخَلْتُ عَلَى عُمَرَ، بِهٰذَا.)) ❶

''اے امیر المومنین! تو آپ رسول اللہ ﷺ کے مصاحب رہے ہیں اور ان کی صحبت سے اچھی طرح فیض یاب ہوئے ہیں، پھر جب وہ داغِ مفارقت دے گئے تو آپ سے خوش تھے۔ پھر آپ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مصاحب رہے اور ان کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کی خوب اچھی صحبت رہی۔ پھر جب وہ فوت ہوگئے تو آپ کی صحابہ کرام سے صحبت رہی، اور یہ صحبت بھی بہت اچھی رہی۔ اگر آپ ان سے جدا ہوں

❶ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، رقم: ۳۶۹۲.

گے تو ضرور اس حالت میں جدائی ہوگی کہ وہ آپ سے راضی ہوں گے۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور ان کی رضا کا ذکر کیا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جو اس نے مجھ پر فرمایا۔ پھر جو آپ نے سیّدنا ابوبکر کی صحبت اور ان کے راضی ہونے کا ذکر کیا تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کا ذکر کیا تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کرم ہے۔ جو اس نے میرے اوپر فرمایا۔ جزع وفزع کی بات جو آپ دیکھ رہے ہیں تو یہ آپ کی اور دیگر آپ کے اصحاب کی وجہ سے ہے۔ اللہ کی قسم! اگر میرے پاس زمین کے برابر بھی سونا ہوتا تو عذاب الٰہی کو دیکھنے سے پہلے اسے بطور فدیہ کے دے دیتا۔ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا۔''

بوقت وصال سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا رضائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اطمینان:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے وصال پر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کی میت کے قریب کھڑے ہو کر اس عمل خیر کا ذکر کیا جو انہوں نے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے کے لیے کیا تھا۔

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: إِنِّی لَوَاقِفٌ فِی قَوْمٍ، یَدْعُوْنَ اللّٰهَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، وَقَدْ وُضِعَ عَلَى سَرِیرِهِ، إِذَا رَجُلٌ مِنْ خَلْفِی قَدْ وَضَعَ مِرْفَقَهُ عَلَى مَنْكِبِی یَقُوْلُ: یَرْحَمُكَ اللّٰهُ! إِنْ كُنْتُ لَأَرْجُو أَنْ یَجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَیْكَ، لِأَنِّی كَثِیرًا مَا كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ: كُنْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَفَعَلْتُ وَأَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ، وَانْطَلَقْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، فَإِنْ كُنْتُ لَأَرْجُو أَنْ یَجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَهُمَا، فَالْتَفَتُّ فَإِذَا هُوَ عَلِیُّ بْنُ أَبِی طَالِبٍ)) [1]

''سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں لوگوں کے درمیان کھڑا تھا۔ پس انہوں

[1] صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ۳۶۷۷.

نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کی جبکہ ان کا جنازہ تابوت پر رکھا جا چکا تھا، تو ایک آدمی نے میرے پیچھے سے اپنے ہاتھوں کو میرے کندھوں پر رکھتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ مجھے امید واثق تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور آپ کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن کرائے گا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بارہا فرماتے ہوئے سنا کہ میں، ابوبکر اور عمر تھے۔ میں ابوبکر اور عمر نے کیا۔ میں، ابوبکر اور عمر گئے۔ اسی لئے مجھے امید تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور ان دونوں حضرات کے ساتھ رکھے گا۔ جب میں نے پیچھے پھر کر دیکھا تو وہ علی بن ابوطالب تھے۔''

حیدرِ کرار پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا راضی ہونا:

((وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِعَلِيٍّ: أَنْتَ مِنِّي وَأَنَا مِنْكَ . وَقَالَ عُمَرُ: تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ عَنْهُ رَاضٍ .)) ❶

''اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وصال فرمایا تو ان سے راضی تھے۔''

سیدنا معصب رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راضی ہونا:

سیّدنا معصب رضی اللہ عنہ ان خوش نصیبوں میں سے تھے جن کے بارے میں قرآن کریم کی آیت اتری کہ انہوں نے اپنی نذر کو اللہ کی راہ میں قربانی کی صورت میں پورا کر دیا، لیکن ان پر یہ بھی فضل ہوا کہ انہیں دفنانے کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان پر راضی تھے۔

((عَنْ خَبَّابٍ ، قَالَ: هَاجَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، نَبْتَغِي وَجْهَ اللّٰهِ تَعَالَى ، فَوَجَبَ أَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ ، فَمِنَّا مَنْ مَاتَ لَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا ، مِنْهُمْ مُصْعَبُ ابْنُ عُمَيْرٍ ، قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ فَلَمْ نَجِدْ شَيْئًا نُكَفِّنُهُ فِيهِ إِلَّا نَمِرَةً ، كُنَّا إِذَا غَطَّيْنَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ ،

❶ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب مناقب علی رضی اللہ عنہ۔

وَإِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ رَأْسُهُ ، فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ نُغَطِّيَ بِهَا رَأْسَهُ ، وَنَجْعَلَ عَلَى رِجْلَيْهِ إِذْخِرًا ، وَمِنَّا مَنْ أَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِبُهَا .)) ❶

''سیّدنا خباب بن الارت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اللہ کی رضا اور خوشنودی کیلئے ہجرت کی۔ تو ہمارا اجر وثواب اللہ پر ثابت ہو گیا۔ لیکن ہم میں سے ایک صاحب کی وفات ہوگئی لیکن اس نے اپنے اجر میں سے کچھ نہ کھایا، بلکہ سب آخرت میں رہا۔ ان میں سے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھے جو احد کے دن شہید ہوئے اور آپ کے کفن کیلئے ہمیں ایک کملی کے سوا کچھ نہ ملا۔ جب اسے ہم آپ کے سر پر رکھتے تو پاؤں باہر نکل آتے، اور جب پاؤں پر رکھتے تو سر باہر نکل آتا۔ رسولِ مکرم ﷺ نے ہمیں آپ کا سر چھپانے اور پاؤں پر اذخر ایک قسم کی گھاس ڈالنے کا حکم فرمایا، اور ہم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جس کے پھل پکتے ہیں اور وہ ان کو چنتا ہے۔''

❶ سنن نسائی، کتاب الجنائز، رقم: ۱۹۰۳۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

باب نمبر 13

نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ عبادت کیا کرتے تھے

نبی کریم ﷺ کو آخر وقت تک اللہ کی عبادت کا حکم تھا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ كُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَ اعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾﴾ (الحجر: ۹۸، ۹۹)

''(اے پیغمبر!) آپ اپنے پروردگار کی تسبیح اور حمد بیان کرتے رہیں، اور سجدہ کرنے والوں میں شامل ہو جائیں۔ اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں حتی کہ آپ کو موت آجائے۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

''یہ آیت اس بات پر دلیل ہے کہ نماز انسان پر فرض ہے، جب تک کہ اس کی عقل باقی رہے اور ہوش وحواس ثابت ہوں، جیسی اس کی حالت ہو، اسی کے مطابق نماز ادا کرلے۔ لیکن بد مذہب اور ملحد قسم کے لوگوں نے اس سے اپنے مطلب کی ایک بات گھڑی ہے کہ جب تک انسان درجۂ کمال تک نہ پہنچے، اس پر عبادات فرض رہتی ہیں، لیکن جب معرفت حاصل کر چکا تو عبادات کی تکلیف ساقط ہوتی ہے۔ یہ سراسر کفر و ضلالت اور جہالت ہے۔ یہ لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ انبیاء علیہم السلام، اور خصوصاً سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام، اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین معرفت کے تمام درجے

طے کر چکے تھے اور ربانی علم وعرفان میں سب دنیا سے کامل تھے۔ رب کی صفات اور ذات کا سب سے زیادہ علم رکھتے تھے، لیکن اس کے باوجود سب سے زیادہ اپنے رب کی عبادت کرتے تھے اور رب کی اطاعت میں تمام دنیا سے زیادہ مشغول رہتے تھے، اور زندگی کے آخری دم تک اسی میں لگے رہے۔'' ❶

فارغ اوقات میں بھی آپ ﷺ کو عبادت کا ہی حکم دیا گیا تھا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝ ﴾ (الانشراح : ۷،۸)

'' (اے پیغمبر!) جب تو فارغ ہو تو عبادت میں محنت کر، اور اپنے پروردگار ہی کی طرف دل لگا۔''

''مطلب یہ ہے کہ جب آپ کو تبلیغ کے کاموں، گھریلو مشاغل اور اسلام لانے والوں کی تعلیم وتربیت سے فراغت حاصل ہو تو اپنے پروردگار سے لو لگایئے، اور یکسو ہو کر اس سلسلہ میں ریاضت کیجئے۔ کیونکہ مشکلات کے دوران اللہ کی عبادت، اس کا ذکر اور اس پر توکل ہی انسان کو ایسا حوصلہ عطا کرتا ہے، جس سے وہ مصائب کو برداشت کرنے کے قابل بن جاتا ہے۔ ❷

آپ ﷺ کو نمازِ تہجد کی ادائیگی کا بھی حکم دیا گیا تھا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ ﴾ (الاسراء : ۷۹)

''رات کے کچھ حصے میں نمازِ تہجد میں قرآن کی تلاوت کریں، یہ زیادتی آپ کے لیے ہے۔ عنقریب آپ کا پروردگار آپ کو مقامِ محمود میں کھڑا کرے گا۔''

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

---

❶ تفسیر ابن کثیر، مترجم: ۱۲۳۶/۳.

❷ تیسیر القرآن: ۶۶۲/۴.

﴿يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝١ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ۝٢ نِّصْفَهُ أَوِ انقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ۝٣
أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۝٤ إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ۝٥
إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْئًا وَأَقْوَمُ قِيلًا ۝٦﴾ (المزمل : ١ تا ٦)

''اے جھرمٹ مار کر کپڑا اوڑھنے والے۔ رات کو تہجد پڑھا کر مگر تھوڑی رات۔ آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم کر لے، یا اس پر بڑھا دے اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر صاف پڑھا کر۔ یقیناً ہم تجھ پر عنقریب بہت بھاری بات نازل کریں گے۔ بیشک رات کا اٹھنا نفس کو کچل دیتا ہے اور بات کو بہت درست کر دیتا ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کے ضمن میں رقمطراز ہیں:

''نماز پنج گانہ کے بعد اس آیتِ کریمہ میں آپ کو نماز تہجد کا حکم دیا گیا ہے، یہ نماز آپ پر اس لئے واجب کی گئی تھی، تا کہ آپ کے درجات بلند ہوں، ورنہ آپ کے تو اگلے پچھلے سبھی گناہ معاف کر دیئے گئے تھے۔ دیگر مسلمانوں کیلئے یہ نماز مستحب ہے۔ نمازِ پنج گانہ اور نوافل کی ادائیگی پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے یہ کریمانہ وعدہ کیا ہے کہ ان کا رب انہیں ''مقام محمود'' یعنی شفاعتِ کبریٰ کی اجازت مرحمت فرمائے گا۔'' [1]

آپ ﷺ کو یہ بھی حکم تھا کہ اپنے گھر والوں کو عبادت کرائیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا ۖ نَّحْنُ
نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ ۝١٣٢﴾ (طٰہٰ : ١٣٢)

''(اے پیغمبر!) اپنے گھرانے کے لوگوں پر نماز کی تاکید کر، اور خود بھی اس پر جما رہ، ہم تجھ سے روزی نہیں مانگتے، بلکہ ہم خود تجھے روزی دیتے ہیں، آخر میں بول بالا

---

[1] تیسیر الرحمان : ١/ ٨٢١.

پرہیزگاری ہی کا ہے۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِئْزَرَهُ وَأَحْيَا لَيْلَهُ وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ .)) ❶

''جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہو جاتا تو نبی کریم ﷺ اپنی کمر کس لیتے، رات بھر جاگتے رہتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے۔''

آپ ﷺ اتنا قیام فرماتے کہ آپ کے قدم مبارک سوجھ جاتے:

سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ، فَقِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ، قَالَ: أَفَلَا أَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا .))❷

''رسول اللہ ﷺ اس قدر قیام فرماتے کہ آپ کے دونوں قدم متورم ہو جاتے۔ آپ سے کہا گیا کہ اے اللہ کے رسول! یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف فرما دیئے ہیں (پھر آپ کیوں اس قدر عبادت کرتے ہیں؟) تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا پھر میں شکرگزار بندہ نہ بنوں۔''

آپ ﷺ لوگوں کو بھی رات کے قیام کی ترغیب دلایا کرتے تھے:

سیّدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''جب دو تہائی رات گزر جاتی تو رسول اللہ ﷺ بیدار ہو جاتے، اور فرماتے، اے لوگو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو! بھونچال آ چکا، اس کے پیچھے اور

❶ صحیح بخاری، کتاب فضل لیلة القدر، رقم: ۲۰۲٤.

❷ سنن ابن ماجه، کتاب اقامة الصلوٰة، رقم: ۱٤۱۹۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

بھونچال آ رہا ہے۔ موت اپنی سختیوں کے ہمراہ آ چکی۔'' ❶

آپ ﷺ ہر وقت اللہ کے ذکر میں مصروف رہتے تھے:

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَذْكُرُ اللَّهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ .)) ❷

''رسول اللہ ﷺ اپنے تمام اوقات میں اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے۔''

آپ ﷺ بکثرت توبہ واستغفار کیا کرتے تھے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ﴾ (محمد : ١٩)

''پس (اے نبی!) آپ یقین کرلیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگا کریں (ساتھ) مومن مردوں اور مومن عورتوں کے حق میں بھی۔''

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَاللّٰهِ! اِنِّی لَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوْبُ اِلَيْهِ فِی الْيَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً .)) ❸

''اللہ کی قسم! میں دن میں ستر (٧٠) سے زیادہ مرتبہ اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرتا ہوں۔''

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنِّی لَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِی الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ .)) ❹

---

❶ صحیح سنن ترمذی، للألبانی: ٢٩٩/٢.

❷ صحیح مسلم، کتاب الحیض، رقم : ٣٧٣.

❸ صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب استغفار النبی فی الیوم واللیلة، رقم : ٦٣٠٧۔ سنن ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة محمد، رقم : ٣٢٥٩.

❹ صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب استحباب الاستغفار والاستکثار منه، رقم : ٢٧٠٢۔ سنن ابی داود، رقم : ١٥١٥۔ نسائی فی السنن الکبری، رقم: ١٠٢٧٦۔ صحیح ابن حبان، رقم: ٩٣١۔ شرح السنه، رقم: ١٢٨٧.

”میں دن میں (کم از کم) سو (۱۰۰) مرتبہ (ضرور) اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔“

صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((یَآأَیُّھَا النَّاسُ! تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ فَاِنِّیْ أَتُوْبُ فِی الْیَوْمِ اِلَیْهِ مِائَةَ مَرَّةٍ .)) ❶

”اے لوگو! اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو، یقیناً میں دن میں سو (۱۰۰) مرتبہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہوں۔“

---

❶ أیضًا.

باب نمبر 14

نبی کریم ﷺ کا خلقِ عظیم

رسول اللہ ﷺ اخلاق کے سب سے اعلیٰ درجے پر فائز ہیں۔ آپ نرم مزاج، خوش اخلاق اور شیریں زبان تھے۔ آپ جب گفتگو فرماتے تو کسی کی حوصلہ شکنی نہ کرتے تھے۔ آپ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ آپ سلام میں بھی خود پہل کرتے تھے اور مصافحہ میں بھی پہل خود کرتے۔ حضور صادق المصدوق ﷺ اخلاق کے اعلیٰ پیکر تھے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝۴﴾ (القلم : ٤)

''اور (اے پیغمبر!) بلاشبہ آپ بہت بڑے اخلاق پر ہیں۔''

''خلقِ عظیم'' سے مراد اسلام، دین یا قرآن ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ اس خلق پر ہیں جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے تمھیں قرآن یا دین اسلام میں دیا ہے۔ یا اس سے مراد وہ تہذیب وشائستگی، نرمی وشفقت، امانت وصداقت، حلم وکرم اور دیگر اخلاقی خوبیاں ہیں، جس میں آپ ﷺ نبوت سے پہلے بھی ممتاز تھے، اور نبوت کے بعد ان میں مزید بلندی اور وسعت آئی۔ اسی لیے جب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کے اخلاق کی بابت سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

((كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ)) [1]

''آپ کا خلق تو قرآن تھا۔''

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ جواب ''خلقِ عظیم'' کے مذکورہ بالا دونوں مفہوموں کو شامل ہے۔ [2]

آپ ﷺ خلقِ عظیم کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے اخلاق بھی بہتر فرمانے کے لیے مبعوث کیے گئے تھے۔ جیسا کہ خود رسول مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

---

[1] صحيح مسلم، كتاب المسافرين.
[2] تفسير أحسن البيان، ص: ١٦١١.

((اِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْأَخْلَاقِ .)) ❶

''مجھے اس لیے مبعوث کیا گیا ہے، تاکہ میں اخلاقی خوبیوں کو کمال تک پہنچاؤں۔''

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِأَهْلِهِ ، وَ أَنَا خَیْرُکُمْ لِأَهْلِیْ .)) ❷

''تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہے، اور میں اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہوں۔''

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

((خَدَمْتُ النَّبِیَّ ﷺ عَشْرَ سِنِیْنَ فَمَا قَالَ لِیْ: أُفٍّ وَلَا: لِمَ صَنَعْتَ ؟ وَ لَا أَلَّا صَنَعْتَ .)) ❸

''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی۔ آپ نے مجھے کبھی اف تک نہ کہا، اور نہ کبھی یہ کہا کہ تم نے یہ کیوں کیا؟ یا، یہ کیوں نہیں کیا؟''

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ایک دوسری روایت میں ہے:

((کُنْتُ أَمْشِیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ عَلَیْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِیٌّ غَلِیْظُ الْحَاشِیَةِ ، فَأَدْرَکَهُ أَعْرَابِیٌّ فَجَبَذَهُ بِرِدَائِهِ جَبْذَةً شَدِیْدَةً وَ رَجَعَ نَبِیُّ اللّٰهِ ﷺ فِیْ نَحْرِ الْأَعْرَابِیِّ حَتّٰی نَظَرْتُ اِلٰی صَفْحَةِ عَاتِقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَدْ أَثَّرَتْ بِهَا حَاشِیَةُ الْبُرْدِ مِنْ شِدَّةِ جَبْذَتِهِ ، ثُمَّ قَالَ: یَا مُحَمَّدُ ! مُرْ لِیْ مِنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِیْ عِنْدَكَ ، فَالْتَفَتَ اِلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ ضَحِكَ ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ .)) ❹

---

❶ مسند احمد: ۲/ ۳۸۱، رقم: ۸۹۵۲۔ شعیب ارناؤوط نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔ موطا امام مالك، کتاب حسن الخلق، رقم: ۷.

❷ سنن ابن ماجه، کتاب النکاح، رقم: ۱۹۷۷۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الأدب، رقم: ۶۰۳۸۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ۶۰۱۸.

❹ صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، رقم: ۳۱۴۹۔ صحیح مسلم، کتاب الزکاة، رقم: ۲۴۳۹.

”میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا، اور آپ پر گہری حاشیہ دار نجرانی چادر تھی۔ تب ایک دیہاتی سامنے آیا، اور اس نے آپ کی چادر بڑے زور سے کھینچی۔ جس کے نتیجے میں نبی رحمت ﷺ اس کے سینے کی طرف جھک گئے۔ یہاں تک کہ میں نے رسول کریم ﷺ کی گردن مبارک کے ایک طرف، چادر کے کنارے کو زور سے کھینچنے کے سبب، رگڑ کا نشان دیکھا۔ پھر دیہاتی نے کہا، اے محمد! آپ اللہ کے عطا کردہ مال میں سے مجھے بھی کچھ دیں۔ چنانچہ آپ نے اس کی طرف دیکھا، مسکرائے، اور اس کو کچھ عطا کرنے کو کہا۔“

حضور صادق المصدوق ﷺ صاحب خلق عظیم پیغمبر نے اپنے خلق عظیم کا وہ عظیم الشان مظاہرہ کیا جس کی نظیر چشم فلک نے دیکھی اور نہ دیکھے گی۔ یہ حقیقت تسلیم کیے بغیر اغیار کو بھی کوئی چارہ نہیں ہے کہ سرورِ مرسلاں ﷺ کے اعلیٰ اور اکمل کمالات، عمومی بعثت، تکمیل دین، دائمی رسالت اور افضلیت، رحمۃ للعالمین اور خلق عظیم ختم نبوت ہی کے ثمرات ہیں۔ بلاشبہ آپ کے ہونٹوں میں لطافت بھری تھی۔ شہد سے شیریں زبان، گفتگو تھی کہ گویا موتیوں کی لڑی، زبان اتنی شیریں اور شگفتہ کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔

ہونٹوں کو بوقت گفتگو چومتی تھی شگفتگی
بات جو تھی وہ پھول تھی، پھول جو تھا وہ گلاب تھا

((وإنْ تكلم سماه وعلاه البهاء حلوا المنطق لانذر ولا هزر كان منطقة خزرات يتحدرون .)) ❶

”حضور ﷺ کے کلام میں لطافت بھری ہے، شیریں کلام، جچے تُلے الفاظ گفتگو گویا موتیوں کی لڑی۔“

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

((مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهِ وَلَا امْرَأَةً، وَلَا

❶ مستدرك حاكم۔ امام حاکم نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

خَـادِمًـا ، اِلَّا أَنْ يُّجَاهِدَ فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ ، وَ مَا نِيْلَ مِنْهُ شَىْءٌ قَطُّ ، فَيَـنْتَـقِمَ مِنْ صَاحِبِهِ ، اِلَّا أَنْ يُنْتَهَكَ شَىْءٌ مِّنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمَ لِلّٰهِ .)) ❶

''نبی کریم ﷺ نے نہ کسی جان دار چیز کو، نہ کسی عورت کو، اور نہ ہی کسی خادم کو اپنے ہاتھ کے ساتھ مارا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے، اور ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی شخص سے آپ کو تکلیف پہنچی ہو اور آپ نے اس سے انتقام لیا ہو۔ لیکن جب حدود اللہ کو پامال کیا جاتا تو پھر آپ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے انتقام لیتے تھے۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کے متعلق انجیل میں لکھا ہے کہ نہ تو فحش گو تھے، نہ فحش باتوں کو پسند فرماتے تھے، نہ بازاروں میں اونچی آواز سے باتیں کرتے تھے، اور نہ ہی برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے بلکہ عفوودرگزر سے کام لینے والے تھے۔'' ❷

اور داؤد علیہ السلام نے بھی رسول اللہ ﷺ کا حسن مبارک بیان کرنے کے بعد آپ کے خلق عظیم کا ذکر فرمایا کہ، ''تیرے ہونٹوں میں لطافت بھری ہے۔'' (بحوالہ بائبل اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص:۱۵۳)

شیخ عبدالرؤف عثمان فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ جیسے صورت کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے زیادہ کامل ترین تھے، اسی طرح اخلاق کے اعتبار سے بھی لوگوں میں سب سے زیادہ کامل تھے۔'' ❸

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الفضائل، رقم: ٣٠٥.

❷ مستدرك حاكم: ٦١٣/٢۔ سنن ترمذى، كتاب البر والصلة، رقم: ٢٠١٦۔ حاکم اور علامہ البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❸ محبة الرسول بين الاتباع: ٣٢/١.

نبی کریم ﷺ کی اخلاقی تعلیمات:

نبی کریم ﷺ کی اخلاقی تعلیمات کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، جو درج ذیل ہیں۔

1۔حقوق وفرائض:

ایک انسان پر دوسرے انسان کے متعلق جو فرائض عائد ہوتے ہیں۔ادا کرنے والے کی نسبت سے انہیں فرائض اور جس کے متعلق وہ ادا کیے جائیں اس کی نسبت سے انہیں حقوق کہا جاتا ہے۔انہی حقوق وفرائض کو ''حقوق العباد'' کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

2۔آداب:

رہنے سہنے،اٹھنے بیٹھے،چلنے پھرنے ،بولنے چالنے،کھانے پینے ،سونے جاگنے اور نہانے دھونے سے متعلقہ مفید اصول وضوابط کو آداب کہا جاتا ہے،انہی آداب کی پابندی اور عدم پابندی سے انسان کے مہذب اور غیر مہذب ہونے کی نشان دہی ہوتی ہے۔

3۔فضائل اخلاق ورذائلِ اخلاق:

انسان کے ذاتی کردار کی اچھائیوں کو فضائلِ اخلاق، اور برائیوں کو رذائل اخلاق کہا جاتا ہے۔فضائل کو اپنانا ضروری ہوتا ہےاور رذائل سے بچنا ضروری ہوتا ہے۔

ذیل میں ان حقوق وفرائض،آداب اور فضائل ورذائل کی ایک مختصر سی فہرست پیش کی جارہی ہے،تاکہ انسان وقتاً فوقتاً ان پر نظر ڈالتا رہے اور اس کی لوحِ ذہن ودماغ پر ان کا نقشہ اچھی طرح ثبت ہو جائے۔

حقوق وفرائض ایک نظر میں:

(1) حقوق الوالدین، (ماں باپ کے حقوق)، (2) حقوق الاولاد (بال بچوں کے حقوق) (3) حقوق الزوجین (میاں بیوی کے حقوق)، (4) اہل قرابت کے حقوق (عزیز رشتہ دار، دوست واحباب اور سسرال وغیرہ کے حقوق)، (5) اساتذہ کے حقوق، (6) تلامذہ کے حقوق، (7) ہمسایہ کے حقوق، (8) یتیموں کے حقوق، (9) بیوہ کے حقوق، (10) حاجت مندوں کے حقوق، (11) غلاموں اور لونڈیوں کے حقوق، (12) خادموں اور ملازموں کے حقوق، (13)

مہمان کے حقوق، (14) عام مسلمانوں کے حقوق، (15) عام انسانوں کے حقوق (مسلم اور غیر مسلم) اور (16) جانوروں کے حقوق۔

آداب ایک نظر میں:

(ا) طہارت کے آداب، (2) کھانے پینے کے آداب، (3) مجلس کے آداب، (4) ملاقات کے آداب، (5) گفتگو کے آداب، (6) باہر نکلنے اور چلنے پھرنے کے آداب، (7) سفر کے آداب، (8) سونے کے آداب، (9) لباس کے آداب، (10) خوشی کے آداب اور (11) غم والم کے آداب۔

فضائل اخلاق ایک نظر میں:

(1) اتحاد واتفاق، (2) احسان وسلوک، (3) اخوت ومحبت، (4) استغناء وبے نیازی، (5) اعتدال ومیانہ روی، (6) امانت ودیانت، (7) انصاف وعدل، (8) ایثار وکرم، (9) ایفائے عہد، (10) برائی کا بدلہ بھلائی، (11) بردباری وتحمل، (12) بہبود وفلاح، (13) تواضع وخاکساری، (14) حسنِ معاملہ، (15) حق گوئی وبیباکی، (16) حوصلہ مندی، (17) حیاء وشرم، (18) خشیتِ الٰہی، (19) خوش خلقی وخوش مزاجی، (20) رحم وترحم، (21) رفق والفت، (23) زُہد وقناعت، (23) سادگی، (24) سخاوت وفیاضی، (25) شفقت ورأفت، (26) شیریں کلامی، (27) صبر وثبات، (28) صدق وراستی (سچائی، زبان کی سچائی، دل کی سچائی، عمل کی سچائی)، (28) عفت وپاکبازی، (29) عفو ودرگذر، (30) غریب پروری، (31) مساوات پسندی، (32) نرم خوئی، (33) ہمسایہ سے حسن سلوک، (34) یتیم نوازی، (35) خودداری وعزتِ نفس، (36) شجاعت وبہادری اور (37) استقامت۔

رذائل اَخلاق ایک نظر میں:

(1) استہزاء وتمسخر (مذاق بازی)، (2) اِسراف (حد سے بڑھ کر خرچ کرنا)، (3) افشائے راز، (4) اقتدار کی حرص، (5) بخل، (6) بددیانتی، (7) بدکاری، (8) بدگمانی، (9)

بدگوئی، (10) بغض و کینہ، (11) بہتان طرازی و افتراء پردازی، (12) بے حیائی، (13) بے صبری وتکلف پسندی، (14) تباہی و بربادی، (15) تبذیر (فضول خرچی)، (16) تجارت میں فسق و فجور، (17) تعصّبِ جاہلی، (18) تفرقہ بازی، (19) جاسوسی، (20) جدل و بے جا بحث، (20) جھگڑے اور تنازعات، (22) جھوٹ، (23) جھوٹی گواہی، (24) چغل خوری، (25) چوری، (26) حب دنیا، (27) حسد، (28) خوشامد و مداحی، (29) خیانت (آنکھ، دل اور عمل کی خیانت)، (30) دجل ودھوکہ، (31) دغا بازی، (32) دہشت گردی، (33) دورنگی و دورخاپن، (34) ذخیرہ اندوزی، (35) رشوت، (36) رہبانیت، (37) ریاکاری، (38) زناکاری، (39) زیادتی، (40) سودی خوری، (41) شراب خوری، (42) طعنہ زنی، (43) طمع ولالچ، (44) ظالم کو نہ روکنا، (45) ظلم وستم، (46) عریانیت، (47) عناد، (48) عورتوں سے مشابہت، اور عورتوں کا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا، (49) عیب جوئی، (50) غاصبانہ قبضہ، (51) غدر و غداری، (52) غصہ و اشتعال بازی، (53) غلول (مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے خفیہ طور پر اُٹھالینا)، (54) غیض وغضب، (55) فحاشی وفحش گوئی، (56) فخر و غرور اور گھمنڈ، (57) کبر وتکبر، (58) گالی گلوچ، (59) قتل وغارت گری، (60) قطع تعلقی، (61) لعنت کرنا، (62) مال کی حرص، (63) ناانصافی، (64) ناپ تول میں کمی وبیشی، (65) نسل پرستی، (66) نفاقِ عملی، (67) نفرت و بیزاری، (68) وعدہ خلافی اور (69) ہوس وحرص۔

باب نمبر 15

نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے بہت محبت کیا کرتے تھے

نبی کریم ﷺ اپنے ساتھیوں سے بہت محبت کیا کرتے تھے، آپ ﷺ ان کے ساتھ تمام معاملات میں نرمی سے پیش آتے، اور آپ کی ہر لحہ یہ کوشش ہوتی کہ ان پر کسی قسم کی کوئی مشقت نہ پڑ جائے، تمام اُمور میں آپ ان سے مشورہ بھی کیا کرتے تھے، اور ان کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی مانگا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے قیامت تک آنے والے تمام مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ کوئی بھی میرے ساتھیوں کو برا بھلا مت کہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَسُبُّوا اَصْحَابِیْ ' فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ اَنْفَقَ اَحَدُكُمْ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ .)) ❶

’’میرے اصحاب کو گالی نہ دو۔ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں کوئی ایک اگر احد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کرے تو وہ ان کے ایک مد اور نصف مد کے برابر نہیں ہوسکتا۔‘‘

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

’’جس نے میرے صحابہ کو گالی دی، اس پر اللہ کی' اس کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔‘‘ ❷

---

❶ سنن ابی داؤد، کتاب السنة، رقم: ٤٦٥٨ ۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ’’صحیح‘‘ کہا ہے۔

❷ مجمع الزوائد: ١٠/٢١ ۔ السلسلة الصحیحة، رقم: ٢٣٤٠ .

آپ ﷺ نے انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے محبت کا اظہار یوں فرمایا:

((اَلْاَنْصَارُ لَا یُحِبُّھُمْ اِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا یُبْغِضُھُمْ اِلَّا مُنَافِقٌ، فَمَنْ اَحَبَّھُمْ اَحَبَّہُ اللّٰہُ، وَمَنْ اَبْغَضَھُمْ اَبْغَضَہُ اللّٰہُ.)) ❶

''انصار سے مومن ہی محبت کرتا ہے، اور منافق ہی ان سے بغض رکھتا ہے۔ جو ان سے محبت کرے گا' اللہ اس کو اپنا محبوب بنالے گا اور جو ان سے بغض وعداوت رکھے گا، وہ اللہ کا مبغوض (ودشمن) ہوگا۔''

ایک فرمان نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام یوں ہے:

((اِذَا ذُکِرَ اَصْحَابِیْ فَاَمْسِکُوْا، وَاِذَا ذُکِرَ النُّجُوْمُ فَامْسِکُوْا وَاِذَا ذُکِرَ الْقَدْرُ فَاَمْسِکُوْا.)) ❷

''جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے تو ٹھہر جاؤ، اور جب ستاروں کا ذکر کیا جائے تو ٹھہر جاؤ، اور جب تقدیر کا ذکر کیا جائے تب بھی ٹھہر جاؤ۔''

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''میرے بعد والے (خلفائے راشدین) کی بالالتزام اقتداء کرنا یعنی ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی۔'' ❸

ان دو صحابہ کے علاوہ آپ ﷺ کا ایک حکم چاروں خلفائے راشدین صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے متعلق بھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔'' ❹

ایک روایت میں آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کے زمانے کو سب سے بہتر زمانہ قرار دیا

---

❶ صحیح بخاری، کتاب مناقب الأنصار، رقم: ٣٧٨٣.

❷ السلسلة الصحیحة، رقم: ٣٤.

❸ مسند حمیدی، رقم: ٤٤٩۔ مسند احمد: ٣٨٢/٥۔ شیخ شعیب نے اسے ''حسن لغیرہ'' قرار دیا ہے۔

❹ سنن ابی ابوداود، کتاب السنة، رقم: ٤٦٠٧۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

((خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ .)) ❶

''میری امت کے سب سے بہتر لوگ میرے زمانے کے ہیں، پھر وہ جو ان کے بعد ہوں گے اور پھر وہ جو ان کے بعد ہوں گے۔''

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَكْرِمُوا أَصْحَابِي فَإِنَّهُمْ خِيَارُهُمْ .)) ❷

''میرے صحابہ کی تکریم کرو کیونکہ وہ لوگوں میں سب سے بہتر ہیں۔''

وہ عاصیوں کے ملجاء وماویٰ:

جو مسلمان عمل کے لحاظ سے ناقص ہیں آپ ﷺ نے ان کے لیے انتہائی نرم گوشہ اختیار فرمایا، گنہگاروں کے غم خوار آقا ﷺ نے انہیں اپنی مشقت کے آغوش میں لیا۔ ان کے لیے رو رو کر دعائیں فرمائیں:

((عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: اَنَّ رَجُلًا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ كَانَ اسْمُهُ عَبْدَ اللّٰهِ، وَكَانَ يُلَقَّبُ حِمَارًا، وَكَانَ يُضْحِكُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ قَدْ جَلَدَهُ فِي الشَّرَابِ، فَأُتِيَ بِهِ يَوْمًا فَأَمَرَ بِهِ فَجُلِدَ، قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: اَللّٰهُمَّ الْعَنْهُ، مَا اَكْثَرَ مَا يُؤْتَى بِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَا تَلْعَنُوْهُ، فَوَ اللّٰهِ مَا عَلِمْتُ، اَنَّهُ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ .)) ❸

''عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی کو نبی کریم ﷺ کے مبارک

---

❶ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، رقم: ٣٦٥۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، رقم: ٦٤٦٩.

❷ مشکاۃ المصابیح، باب مناقب الصحابه رضی اللہ عنہم، رقم: ٦٠١٢۔ مسند احمد: ٢٦/١، رقم: ١٧٧۔ شعیب ارناؤوط نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الحدود، رقم: ٦٧٨.

زمانہ میں جس کا نام عبداللہ اور لقب حمار تھا، اور جو رسول اللہ ﷺ کو ہنسایا کرتا تھا نبی کریم ﷺ نے اسے شراب پینے پر کوڑے لگوائے۔ ایک روز اسے آپ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا۔ چنانچہ آپ ﷺ کے حکم سے اسے کوڑے مارے گئے تو لوگوں میں سے ایک نے کہا، اے اللہ! لعنت، اسے کتنی دفعہ لایا گیا ہے۔ پس نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس پر لعنت نہ کرو میں تو یہ جانتا ہوں کہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے۔''

بارگاہِ نبوی ﷺ کے تازیانے بھی.......:

رسول اللہ ﷺ کی اپنے محبانِ باوفا پر خاص عنایت ہے کہ اگر وہ بشری تقاضے سے کبھی ان سے کچھ خفا ہوئے تو وہ نگاہِ پاک کا ایسا تازیانہ ثابت ہوا کہ جس نے محبّ کے مقام کو اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں دوبالا کردیا، اور اسے قرب کے مقام تک رسائی حاصل ہوگئی، کیونکہ اس بارگاہ کے اصول نرالے ہیں۔

ایک دن ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ سے کچھ درخواست کی۔ آپ ﷺ کی زبانِ اقدس سے ایسے الفاظ نکلے کہ تیری عمر دراز نہ ہو۔ جس کو وہ عتاب سمجھی۔ مگر اسے کیا معلوم تھا کہ اس بارگاہ کے تازیانے تو ایسی عطائیں ہیں جن سے قربِ الٰہی میں اضافہ ہوتا ہے۔

((عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ: أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: اَللّٰهُمَّ إِنِّی اَتَّخِذُ عِنْدَكَ عَهْدًا لَنْ تُخْلِفَنِیْهِ ، فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ فَأَيُّ الْمُؤْمِنِیْنَ اٰذَیْتُهٗ ، شَتَمْتُهٗ ، جَلَدْتُهٗ ، فَاجْعَلْهَا لَهٗ صَلَاةً وَزَكَاةً وَقُرْبَةً ، تُقَرِّبُهٗ بِهَا إِلَیْكَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ .)) [1]

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے دعا کی۔ اے اللہ! میں تجھ سے عہد کرتا ہوں اور تو عہد کی ہرگز خلاف ورزی نہیں کرتا۔ سو میں جس مومن کو ایذا دوں، یا سب کروں یا اس کو سزا دوں تو اس کو اس کے لیے رحمت، پاکیزگی اور ایسا قرب بنا دے جس کے ساتھ وہ روز قیامت اللہ کے قریب ہو۔''

[1] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، رقم: ٢٦٠١.

باب نمبر 16

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امت کے بہت زیادہ ہمدرد اور خیر خواہ تھے

مجبین کے لیے رحمت کے پَر بچھانے والے:

اللہ جل شانہ پر قربان جائیں جس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مومنین کے لیے اپنی رحمت و شفقت کے وسیع پر بچھانے کا حکم دیا ہے، تاکہ غموں سے نڈھال ماننے والوں کو ان رحمت کے پَروں تلے کیف و سرور کی سوغات مل جائے۔ جن کے نیچے دنیا کی ہر پریشانی کی دوا اور دعا عطا ہو جائے اور جب کوئی اطاعت و محبت سے ان کی نیچے آئے تو گویا جنت نظیر سکون پالے۔

﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝٢١٥﴾

(الشعراء: ۲۱۵)

''اور جو مومنین آپ کے پیروکار ہیں ان کے لیے اپنی رحمت کے پَر بچھا لیجیے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امت کے لیے مغموم ہونا:

امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہر وقت اپنی امت کی فکر لاحق رہتی تھی۔ آپ راتوں کو اٹھ اٹھ کر اپنی امت کی بخشش کے لیے دعائیں مانگا کرتے تھے۔ آپ کی خواہش تھی کہ آپ کی امت آتشِ جہنم سے بچ جائے اور جنت میں داخل ہو جائے۔ لہٰذا جب بھی لوگ دین اسلام سے اعراض کرتے تو آپ کو بہت دُکھ ہوتا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا ۝٦﴾ (الکھف: ٦)

''پس اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو کیا تو ان کے پیچھے اس رنج میں جان ہلاک کر ڈالے گا۔''

اسی طرح ایک صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میری اور لوگوں کی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص نے (اندھیرے میں) آگ سلگائی، جب ارد گرد روشنی پھیل گئی تو پتنگے اور کیڑے مکوڑے جو آگ میں گرتے ہیں، آگ پر گرنے لگے، وہ شخص انہیں آگ سے روکنے لگا، لیکن وہ رکتے ہی نہیں تھے اور آگ میں گرتے پڑتے رہے۔ یہی مثال میری اور تم لوگوں کی ہے، میں تمہاری کمریں پکڑ کر کھینچ رہا ہوں، اور کہہ رہا ہوں کہ آگ سے بچو، اور اِدھر آؤ، اِدھر آؤ، لیکن تم لوگ ہو کہ مجھ پر غالب آئے جا رہے ہو اور آگ میں کود رہے ہو۔'' ❶

رسول اللہ ﷺ اپنی امت کے ہر فرد کے لیے بہت زیادہ مہربان تھے۔ جیسا کہ ایک روایت میں آپ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا ہے:

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں مجھ محمد (ﷺ) کی جان ہے! زمین پر کوئی ایسا مومن نہیں کہ جس کے ساتھ سارے لوگوں سے زیادہ میں مہربان نہ ہوں۔'' ❷

امت کے لیے ایک مقبول دعا کا ایثار:

آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں ایک مقبول دعا کا اختیار دیا گیا تھا کہ آپ جو چاہیں مانگ لیں، آپ کو عطا کر دیا جائے گا، مگر آپ کی اپنی امت سے محبت، شفقت اور رحم دلی دیکھئے کہ آپ ﷺ نے اس دعا کو بھی اپنی امت کی شفاعت کے لیے روک دیا اور اپنے لیے کچھ نہ مانگا۔

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ہر نبی کے لیے ایک قبول ہونے والی دعا (عطا کی گئی) تھی، تو ہر نبی نے دعا مانگنے

---

❶ صحیح البخاری، کتاب الرقاق، رقم: ٦٤٨٣۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ٢٢٨٤.

❷ صحیح مسلم، کتاب الفرائض، رقم: ٤١٥٩.

میں (دنیا کے اندر ہی) جلدی کر لی، اور میں نے اپنی دعا کو قیامت والے دن تک اپنی اُمت کی شفاعت کے لیے روک رکھا ہے، اور یہ ضرور ان شاء اللہ پوری ہونے والی ہے ہر اس مومن مسلمان کے لیے جو اس حال میں مرا کہ وہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو۔'' ❶

امت کے لیے محبت:

چونکہ آپ ﷺ کی خواہش تھی کہ آپ کی امت کے سارے افراد اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے والے بن جائیں، اس لیے جب بھی آپ کو محسوس ہوتا کہ یہ حکم امت پر گراں گزرے گا، یا اس کا التزام امت کے لیے باعثِ مشقت ہوگا تو آپ اسے امت پر لازم نہ کرتے۔ جیسا کہ مسواک کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَوْ لَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰی أُمَّتِیْ لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ وُضُوْءٍ .)) ❷

''اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ میں اپنی امت کو مشقت میں مبتلا کر دوں گا تو میں انہیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کا حکم دے دیتا۔''

اسی طرح نمازِ عشاء کے وقت کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا:

''اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ میں اپنی امت پر مشقت ڈال دوں گا تو میں انہیں نمازِ عشاء کو نصف رات تک یا رات کے ایک تہائی حصے تک مؤخر کرنے کا حکم دے دیتا۔'' ❸

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ٤٩١، ٤٩٨.

❷ صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلاة، رقم: ٥٧١۔ صحیح مسلم، کتاب المساجد، رقم: ١٤٥٢.

❸ مشكوٰة المصابيح، رقم: ٦١١۔ سنن ترمذی، کتاب الصلوٰة، رقم: ١٦٧۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا بھی فرمائی تھی:

''اے اللہ! میری امت کو عمومی قحط سے ہلاک نہ کرنا'' اور یہ دعا بھی فرمائی کہ ''اے اللہ! ان پر کوئی ایسا دشمن مسلط نہ کرنا جو ان سب کو ہلاک کر دے'' اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دونوں دعائیں قبول فرمالیں۔'' [1]

---

[1] سنن ابی داود، کتاب الفتن والملاحم، رقم: ٤٢٥٢۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

باب نمبر 17

نبی کریم ﷺ قیامِ اَمن کے لیے آئے تھے

قیامِ اَمن اور نبی کریم ﷺ :

قیامِ اَمن کے لیے جو مساعی آج تک دیکھنے، سننے اور پڑھنے میں آئیں ہیں ان کی بنیاد لازمی طور پر کسی نہ کسی نظریے اور نظام کی مرہونِ منت ہے، نظریہ سے مراد وہ عقیدہ ہے جسے انسان صحیح اور حق سمجھ کر اپنے آپ کو اس کے تابع چلاتا ہے، اور نظام سے مراد وہ طریقۂ کار ہے جس کے ذریعے کسی مقصد کو حاصل کیا جا سکے، انہیں دونوں چیزوں کے بگاڑ اور اصلاح پر جملہ اقوام عالم کا بگاڑ اور اصلاح موقوف ہے۔ جس کا نظریہ اور عقیدہ ہی غلط ہو وہ نظامِ کار خواہ کتنا ہی مستحکم اور معقول کیوں نہ رکھتا ہو، وہ کبھی صحیح نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتا، اور جس کا نظریہ اور عقیدہ تو درست ہو، مگر نظامِ کار غلط یا ناہموار ہو تو وہ اس نتیجے کو اس طرح حاصل نہیں کر سکتا جس طرح صحیح عقیدہ اور نظریہ سے اسے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

بہرحال نبی کریم ﷺ نے عالم انسانیت کو عقیدہ و نظریہ بھی وہ دیا جو عقل وفطرت کی رو سے بالکل صحیح و برحق ہے۔ اور نظام بھی وہ دیا جو ہر شعبہ ہائے زندگی میں نہایت معتدل، آسان، فطری اور کامیاب ہے۔

توحید کا صاف اور واضح عقیدہ:

قیامِ اَمن کے لیے نبی کریم ﷺ کا سب سے پہلا کارنامہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے انسانیت کو توحید خالص کا صاف اور واضح عقیدہ دیا جو انقلابی، معجزنما، قوت وزندگی سے لبریز، کایا پلٹ دینے والا اور معبودانِ باطل کا تختہ الٹ دینے والا ایسا عقیدہ ہے کہ نہ انسانیت نے اس سے

پہلے کوئی ایسا عقیدہ پایا تھا، اور نہ قیامِ قیامت تک پا سکے گی۔ اس عقیدے کا مفہوم یہ ہے کہ یہ دنیا بلا حاکم و مالک کے یا کئی حاکموں کی مشترکہ ملکیت نہیں، بلکہ اس کا ایک ہی بادشاہ ہے، جو اس کا خالق و مالک، صانع اور حاکم و مدبّر ہے، خلق وامر کا اختیار اسی کو ہے۔

﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ﴾ (الأعراف : ٥٤)

''یاد رکھو! اللہ ہی کیلئے خاص ہے خالق اور مالک ہونا۔''

اسی طرح یہ کائنات اپنی تخلیق و وجود میں اس اللہ کے ماتحت اور تابع فرمان ہے۔ جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾ (آل عمران : ٨٣)

''حالانکہ تمام آسمانوں والے، اور زمین والے اللہ ہی کے فرمانبردار ہیں۔''

اس لیے ان تمام مخلوقات کو جو ارادہٗ واختیار رکھتی ہیں اس (اللہ) کا فرماں بردار ہونا چاہیے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ﴾ (الزمر : ٣)

''خبردار! اللہ تعالیٰ ہی کے لیے خالص عبادت کرنا ہے۔''

وحدتِ انسانی کا تصوّر:

نبی کریم ﷺ نے قیامِ اَمن کے لیے دوسرا کارنامہ یہ سرانجام دیا کہ وحدتِ انسانی کا تصوّر قائم کیا۔ اس سے پہلے انسان قبائل واقوام کے اونچے نیچے طبقات اور دائروں میں بٹا ہوا تھا، اور ان طبقات کا باہمی فرق ایسا اور اتنا تھا جتنا انسان وحیوان، آزاد وغلام اور عابد ومعبود کا فرق ہوسکتا ہے، نیز آپ ﷺ سے پہلے وحدت ومساوات انسانی کا تصور خواب وخیال بن چکا تھا، رسول اللہ ﷺ نے صدیوں کی طویل خاموشی اور چھائے ہوئے اندھیرے میں یہ انقلابی، قلوب واذہان کو جھنجوڑ دینے والا، اور حالات کے رخ موڑ دینے والا اعلان فرمایا:

((اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَاِنَّ اَبَاكُمْ وَاحِدٌ، كُلُّكُمْ مِنْ

آدَمَ ، وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ۔ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ ، وَلَيْسَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى أَعْجَمِيٍّ فَضْلٌ إِلَّا بِالتَّقْوٰى .)) ❶

''اے لوگو! تمہارا رب ایک اور تمہارا باپ ایک، تم سب آدم کے (بیٹے) ہو اور آدم مٹی سے (پیدا کیے گئے) تھے۔ تم میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے شریف وہ انسان ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے، اور کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں، مگر تقوی ہی کے سبب سے۔''

یہ فرمان دو اعلانوں پر مشتمل ہے جو اَمن وسلامتی کے قیام کے لیے دو ستونوں کی حیثیت رکھتے ہیں (وحدۃ الرّب، وحدۃ الأب) جن پر ہر جگہ اور ہر زمانہ میں اَمن وامان کی عمارت قائم ہوئی۔ اس طرح ایک انسان دوسرے انسان کا دو رشتوں سے بھائی ہوتا ہے ایک رشتہ جو بنیادی ہے وہ یہ کہ دونوں کا رب ایک ہے۔ دوسرا رشتہ وہ یہ کہ دونوں کے باپ (مورثِ اعلیٰ) ایک ہی ہیں۔ چنانچہ دین اسلام میں کوئی نسل کسی نسل پر اور کوئی قبیلہ کسی قبیلے پر فوقیت نہیں رکھتا، اصل معیارِ فضیلت تقوی ہے۔ ❷

جو فرد کے شوق وطلب، محنت ولیاقت اور جہاد واجتہاد میں تفوّق کا باعث بنتا ہے۔

انسان کی شرافت وعظمت کا اعلان:

نبی کریم ﷺ نے قیامِ اَمن کے لیے تیسرا کام یہ کیا کہ انسان کی شرافت وعظمت اور اس کے علوِّ منزلت کا اعلان کیا، تاکہ فتنہ وفساد میں اس کا خون ارزاں قیمت پر نہ بہے۔ آپ ﷺ سے پہلے انسان ذلت ونکبت کی پستی میں گر چکا تھا اور روئے زمین پر اس سے زیادہ ذلیل وحقیر کوئی چیز نہیں تھی۔ نبی کریم ﷺ نے انسانیت کو اس کی شرافت وعظمت واپس کی اور اس کا کھویا ہوا وقار واعتبار بحال کیا، اور یہ اعلان کیا کہ انسان اس کائنات کا سب سے قیمتی وجود اور گرانقدر جوہر ہے، اور پوری دنیا میں اس سے زیادہ باعظمت اور محبت وحفاظت کی مستحق اور کوئی شئے نہیں۔

---

❶ مسند احمد، ٥/ ٤١١ رقم: ٢٣٨٩ ـ شیخ شعیب ارناؤط نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

❷ تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات، از سید ابو الحسن علی ندوی، ص: ٣١، ٤٩۔

آپ ﷺ نے انسان کا درجہ اتنا بلند بیان کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نائب وخلیفہ قرار پایا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا﴾ (البقرة: ۲۹)

''وہ اللہ جس نے تمہارے لیے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا۔''

جس کے لیے اس نے دنیا پیدا کی چنانچہ قرآنِ کریم نے انسان کو ''اشرف المخلوقات'' اور ''صدرِ کائنات'' بتایا۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝﴾

(بنی اسرائیل: ۷۰)

''یقیناً ہم نے اولادِ آدم کو بڑی عزت دی، اور انہیں خشکی اور تری کی سواریاں دیں، اور انہیں پاکیزہ چیزوں کی روزیاں دیں، اور انہیں بہت سی مخلوق پر فضیلت عطا فرمائی۔''

جب کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے ایک ایک فرد کی مرضی پر ہزاروں انسانوں کی زندگیاں موقوف رہتی تھیں، کوئی بادشاہ اُٹھتا اور ملکوں کے ملک، قوموں کی قومیں، کھیتوں کے کھیت اور آبادیوں کی آبادیاں پامال کرتا چلا جاتا، اور راج ہٹ یا سیاسی تفوّق کی خاطر خشک وتر کو تہس نہس کر کے رکھ دیتا۔ آپ ﷺ نے آدم زادوں (انسانوں) پر رحم کرنے کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نزول کی شرط ٹھہرایا ہے۔ [1]

عورت کی حیثیت عُرفی کی بحالی:

نبی کریم ﷺ نے قیامِ اَمن کے لیے معاشرے کے ایک اہم جزء ''عورت'' کی حیثیت عرفی کی بحالی فرمائی، اور اجر وثواب کے معاملہ میں مساوات مرد وزن کا تصور اجاگر کیا، جس سے وہ تمام تر فساد ختم ہو گئے جو عورت کے حوالہ سے مختلف قوموں، ملکوں، اور طبقات میں برپا تھے،

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، رقم: ۴۹۴۱۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

آپ ﷺ نے عالم انسانیت کو ایسی تعلیمات عطا فرمائیں، جنہوں نے عورت کے وقار واعتبار کی بحالی اور انسانی سماج میں اسے مناسب مقام دلانے کے سلسلے میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات پر ایک سرسری نظر بھی عورت کے بارے میں جاہلی نقطۂ نظر اور اسلامی زاویۂ نگاہ کے کھلے فرق کو سمجھنے کے لیے کافی ہے۔ [1]

آپ ﷺ نے عورتوں کو ملکیت و میراث، خرید وفروخت، شوہر سے علیحدگی اختیار کرنے (خلع) (اگر ضروری ہو) منگنی ختم کرنے (اگر وہ اس سے راضی نہ ہو) نیز عیدین، نمازِ جمعہ میں باجماعت میں شریک ہونے کا پورا پورا حق عطا کیا ہے۔ اور اس کے علاوہ متعدد حقوق بھی عطا کیے۔ یہ سب باتیں عورتوں میں ہمت، خودداری اور خود اعتمادی پیدا کرتی ہیں۔ اور جدید اصطلاح میں انہیں احساس کمتری سے دور رکھتی ہیں۔ انہی تعلیمات کے نتیجے میں نبی کریم ﷺ کے بعد سے عصر حاضر تک مشاہیر خواتینِ اسلام میں معلّمات، مربیات، مجاہدات، ادیب و مصنف، حافظاتِ قرآن، احادیث کی راویات اور عابدات وزاہدات کی ایک بڑی تعداد نظر آتی ہے جو معیاری اور مثالی معاشرہ قائم کرنے اور قائم رکھنے میں اہم کردار کی حامل ہیں۔ جب کہ اسلام سے پہلے عورت کی یہ حیثیتِ عرفی کسی بھی نظریے، مذہب اور نظام میں نہیں پائی جاتی۔

دین و دنیا کا اجتماع:

قیامِ اَمن کے لیے نبی کریم ﷺ نے ایک کارنامہ یہ سرانجام دیا کہ انسانی زندگی میں دین و دنیا کا اجتماع پیدا کیا، دین جب کہ قدیم مذاہب اور خاص طور پر مسیحیت نے انسانی زندگی کو دو حصوں میں بانٹ رکھا تھا۔ جس میں ایک دین کے لیے اور دوسرا دنیا کے لیے مخصوص تھا، اسی طرح اس کرّۂ ارضی کو بھی دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ایک حصہ دینی لوگوں کا تھا، اور دوسرا دنیاداروں کا تھا۔ اور یہ دونوں حصے صرف الگ ہی نہ تھے بلکہ ان کے درمیان ایک بڑی خلیج حائل تھی، دونوں کے درمیان ایک آہنی دیوار کھڑی تھی، اور دونوں میں پنجہ آزمائی اور رسّہ کشی جاری تھی کیونکہ ان کے کہنے کے مطابق انسان دو کشتیوں میں بیک وقت سوار نہیں ہوسکتا ہے، اور

---

[1] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: المرأة فی القرآن للاستاذ عباس محمود العقاد، ص: ۵۱-۵۷.

معاشی آسودگی اور خوشحالی دارِ آخرت اور خالقِ کائنات سے غفلت برتتے بغیر حاصل نہیں کی جاسکتی، اس طرح حکومت وسلطنت کو دینی واخلاقی تعلیمات اور اللہ کے خوف سے الگ رکھ کر ہی باقی رکھا جاسکتا ہے۔ اور دوسری طرف مذہبی زندگی رہبانیت اور دنیا ومافیہا سے قطع تعلق کیے بغیر نہیں گذاری جاسکتی۔ پھر اس صورتِ حال کو مسیحی انتہا پسندوں نے اور ابتر کردیا جو فطری بشریت کو روحانی تزکیہ اور قربِ الٰہی کی راہ میں اسے بڑی آڑ اور رکاوٹ سمجھتے تھے۔ اور جنہوں نے اسے گمراہ کرنے اور سخت ترین احکام وظالمانہ تعلیمات کے ذریعہ اسے سزا دینے میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی تھی۔ انہوں نے دین کو ایسی وحشت ناک اور نفرت انگیز شکل میں پیش کیا تھا کہ جس سے اس کے ماننے والوں کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے تھے۔ اس کے نتیجہ میں آخر کار دین کا حلقۂ اثر بُری طرح سمٹنے لگا۔ اور نفسانیت اور خواہش پرستی (اپنے وسیع معنوں میں) اپنے عروج پر پہنچ گئی، اور دنیا دو متضاد پہلوؤں کے درمیان ڈولنے لگی پھر (دینی احساس کی کمزوری کے سبب) لادینیت اور عمومی اخلاقی انتشار کے عمیق گڑھے میں گرتی چلی گئی۔

نبی کریم ﷺ نے دین ودنیا کے مابین اس وسیع خلیج کو پاٹ دیا اور ان دونوں متحارب جماعتوں کو (جو ایک زمانہ سے ایک دوسرے سے برسر پیکار، اور کھلی دشمنی، اور مسلسل نفرت کا شکار تھیں)، صلح وصفائی اور محبت کے ساتھ آپس میں ملا دیا، اور اَمن واتحاد کے ساتھ جینا سکھایا۔ اپنے اس کارنامے کی روشنی میں نبی کریم ﷺ ''رسول وحدت'' اور بیک وقت ''بشیر ونذیر'' نظر آتے ہیں۔ آپ ﷺ نے نوع انسانی کو دو جنگ آزما محاذوں سے اٹھا کر ایمان واحتساب، انسان نوازی اور اللہ کی رضا جوئی کے محاذ پر لگا دیا۔ اور ہمیں یہ جامع اور وسیع المعنی دعا سکھا دی۔

﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿٢٠١﴾﴾

(البقرة: ٢٠١)

''ہمارے پروردگار! ہم کو دنیا میں بھی نعمت عطا فرما، اور آخرت میں بھی نعمت بخش، اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔''

اس طرح نبی کریم ﷺ نے دین ودنیا کی علیحدگی کے نظریہ کو حرف غلط بنا کر پوری زندگی کو عبادت اور ساری روئے زمین کو سجدہ گاہ بنا دیا، اور انسان کو متحارب ومتصادم چھاونیوں سے نکال کر ایک متحد محاذ پر لا کھڑا کیا، جہاں کے بادشاہ آپ کو فقیروں کی گڈری میں، عابد وزاہد اور ملوک وامراء کی پوشاک میں نظر آئیں گے، جو حلم وبرداشت کے پہاڑ، علم وحکمت کے سرچشمے، رات کے عبادت گذار اور دن کے شہسوار ہوں گے اور ان کی شخصیت میں کوئی تضاد اور بے اعتدالی نظر نہ آئے گی۔ [1]

حدود اور تعزیری قوانین کا نفاذ:

نبی کریم ﷺ نے امن کے قیام کے لیے ایک کارنامہ یہ سرانجام دیا کہ حدود وتعزیرات کا نفاذ فرمایا جو کہ انسان کی اجتماعی زندگی کو پورے اَمن وعافیت اور سکون وقرار کے ساتھ بسر کرنے کا ایک انتہائی اہم وسیلہ ہے، ان کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ سوسائٹی میں برائیاں رواج نہ پائیں، بد چلنی روکی جائے اور معاشرے میں بدنظمی وبے راہ روی پیدا نہ ہونے پائے، یہی وجہ ہے کہ ان برائیوں اور جرائم کی سزا سخت رکھی گئی جن کا بُرا اثر نہ صرف اصل مجرم ہی تک محدود رہتا ہو، بلکہ اس سے پورے سماج اور معاشرے کی فضا متاثر ہوتی ہو، اور دوسرے بے شمار انسانوں میں دیکھا دیکھی معصیت کے رجحانات اور جذبات پیدا ہوتے ہوں، حتی کہ رفتہ رفتہ اس کثرت سے یہ جرائم ہونے لگیں کہ ان کی اصلاح اور روک تھام دشوار ہو جائے۔ پس اس وقت تک کوئی نظام اَمن واَمان کا نظام نہیں کہلا سکتا جب تک اس طرح کے جرائم کے سدِّ باب کے لیے معمولی سزاؤں اور محض ترغیب وترہیب پر اکتفا کیا جائے گا، بلکہ اس کے لیے عین مصلحت اندیشی اور حکمت عملی یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی ایسے جرم کا ارتکاب کرے، جو نظامِ اَمن کے لیے کسی طرح مہلک ثابت ہوتا ہو، تو اسے ایسی سخت اور عبرتناک سزا دی جائے جس سے نہ صرف وہ اس کے دوبارہ کرنے سے باز آجائے، بلکہ وہ تمام لوگ بھی جو اس جرم کی طرف کوئی طبعی میلان رکھتے ہوں لرز جائیں، اور ارتکابِ جرم کی ہمت وجرأت نہ کرسکیں۔ اسلامی حدود وتعزیرات میں

[1] تہذیب وتمدن پر اسلام کے احسنات واثرات، ص: ۸۷، ۱۰۰۔

اسی اصل الاصول کو پیش نظر رکھ کر بعض جرائم کے لیے سخت سزائیں رکھی گئی ہیں۔ چنانچہ ان میں سے چند ایک مثال کے طور پر درج ذیل ہیں تا کہ اس بات کی پوری وضاحت ہو جائے کہ ان! خطرناک جرائم کی سزائیں کسی ظالمانہ اُصول پر مبنی نہیں، بلکہ انتہائی عادلانہ حکمت اور مصالح اَمن کے عین مطابق ہیں۔

زنا:

جب انسان اپنی حیوانیت سے مغلوب ہو کر اس ممنوع فعل کی طرف اقدام کرتا ہے تو بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ صنف نازک کا ایک ہی فرد بہت سے انسانوں کی خواہش نفس کا مرکز بن جاتا ہے، اور ہر شخص اس سے اپنی آتشِ نفس بجھانے کا متمنی ہوتا ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ انساب میں اشتباہ، ہتک عزت، حقوق کی پامالی اور کبھی کبھی خوں ریزی اور باہمی جنگ و پیکار بھی ہوتا ہے۔ اس لیے اجماعی نقطہ نظر سے غور کیا جائے تو ماننا پڑتا ہے کہ یہ جرم ان جرائم میں سے ایک ہے جن کی مضرتیں انسانی تمدن اور نظامِ اَمن پر حملہ آور ہو کر تہذیب و معاشرت کی متاع کو تاراج کر ڈالتی ہیں۔ چنانچہ اس کے لیے شریعت اسلامیہ نے سزا بھی سخت رکھی ہے کہ اس کا مرتکب اگر شادی شدہ ہے تو اسے سنگسار کیا جائے اور اگر غیر شادی شدہ ہے تو اسے 100 کوڑے لگائے جائیں۔

قذف:

کسی شریف مرد یا عورت پر زنا کی تہمت اور جھوٹا الزام لگانا، صرف اسی کے لیے رسوائی اور اذیت کا باعث نہیں ہوتا، بلکہ اس سے خاندانی عداوت کا شاخسانہ اُٹھ کھڑا ہوتا ہے، اور انتقامی جذبے کی آگ بھڑک کر جنگ و جدل کی نوبت آ جاتی ہے۔ اس کے علاوہ زوجین کے ازدواجی تعلقات بھی ایک بے بنیاد شبہ کی بنا پر ناخوش گوار ہو جاتے ہیں اور اَمن واَمان کی صورتِ حال تہہ و بالا ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اس کے مرتکب کو شریعت اسلامیہ نے کوڑے لگانے کا حکم صادر فرمایا ہے۔

چوری:

انسان جب کسب معیشت کا کوئی صحیح ذریعہ نہ پا کر اور کفاف زندگی کا کوئی سہارا باقی نہ دیکھ

کر چوری کو ذریعہ معاش بناتا ہے تو نہ صرف اپنے لیے، بلکہ بہت سے دوسرے انسانوں کے لیے بھی ہلاکت وتباہی کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کے لیے شریعت اسلامیہ نے سزا بھی سخت ترین تجویز کی ہے کہ ایسے جرم کے مرتکب کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔

رہزنی وقزاقی:

تمدنی زندگی پر حملہ کرنے والے جرائم میں قزاقی ایک بڑا جرم اور بدترین معصیت ہے۔ ڈاکوؤں کی اچانک اور ظالمانہ حرکتوں سے اَمن عامہ بالکل تباہ ہو جاتا ہے، اور کوئی شخص بھی جان و مال اور عصمت کو محفوظ نہیں پاتا، اور ان کی حفاظت کی فوری تدبیر سے بالکل قاصر و مجبور محض ہوتا ہے۔ لہٰذا اس جرم کے مرتکبین کے لیے شریعت اسلامیہ نے جلاوطنی وقتل کی سزا رکھی ہے۔

شراب نوشی:

عقل انسان کا ایک مابہ الامتیاز جوہر ہے جو اُخروی فوز وفلاح اور دنیوی کامیابیوں کا ذریعہ ہے، اسی کی بدولت وہ خیر وشر اور صحیح وغلط میں فرق وتمیز کرتا ہے، جبکہ شراب نوشی انسانیت کے اس امتیازی جوہر کو معطل و بے کار اور تعقل وتفکر سے محروم کر دیتی ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شرابی سے عالمِ بدمستی و مدہوشی میں وہ وہ حرکتیں سرزد ہوتی ہیں جو انسانیت کے لیے ننگ و عار اور اَمن اجتماعی کے لیے مفسدہ عظیم بن جاتی ہیں۔ چنانچہ ایسے جرم کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے شریعت اسلامیہ نے کوڑے کی سزا متعین کی ہے۔

جرائم کی مذکورہ بالا مثالیں ان بدترین جرائم میں سے چند ہیں، جن کے مہلک جراثیم نظامِ اَمن واَمان کو تباہ و برباد کر ڈالتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ''دین اَمن'' اور پیغمبرِ اَمن ﷺ نے ان جرائم کی سزا مقرر کرتے وقت صرف زجر وتوبیخ پر اکتفا نہ کیا، بلکہ ہر جُرم کی تباہ کاریوں کی نوعیت کو ملحوظ رکھ کر سزائیں متعین کیں، چنانچہ جو جرم نظامِ اَمن کی بربادی کے لیے جس قدر زیادہ تباہ کن تھا اس کی سزا بھی اُسی قدر سخت وعبرتناک مقرر کی گئی۔ اور پھر نبی کریم ﷺ کا حکیمانہ اُسلوب وانداز یہ ہے کہ برائی اور جرم کے خاتمہ کے لیے اس کے اسباب وعوامل کو بھی ختم کر دینے کا حکم دیا ہے۔ زنا اور بدکاری سے ہی منع نہیں فرمایا بلکہ غیر محرم کو دیکھنے، تنہائی میں اس کے

ساتھ بیٹھنے، سفر کرنے، نرم لہجے میں بات کرنے، بناؤ سنگار اور زیب و زینت اختیار کر کے باہر جانے اور مٹک مٹک کر چلنے سے بھی منع فرمایا۔ شراب نوشی سے منع فرمایا تو اوائل میں ان برتنوں کے استعمال سے بھی روک دیا گیا، جن میں یہ تیار کی جاتی تھی۔ قتل ناحق سے ہی نہیں روکا، بلکہ قتل پر اعانت، اشارۂ قتل، سرعام ننگی تلواروں اور اسلحہ کی نمائش سے بھی سختی سے ممانعت فرمائی۔ اختلاف و انتشار اور قطع تعلقی و لڑائی جھگڑے سے ہی منع نہیں فرمایا، بلکہ گالی گلوچ، طعن و ملامت، تنابز بالالقاب، بغض و حسد اور عناد و غیض و غضب سے بھی روک دیا جو عموماً لڑائی جھگڑے اور اختلاف و قطع تعلقی کا سبب بنتے ہیں۔ تاکہ، نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

نبی کریم ﷺ کی جنگی پالیسی:

محسن انسانیت نبی کریم ﷺ کی جنگی پالیسی کا اساسی کلیہ یہ تھا کہ مخالف عنصر کا خون بہانے کی بجائے اسے بے بس کر دیا جائے، تا آنکہ یا تو وہ تعاون کرے یا مزاحمت چھوڑ دے، چنانچہ حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے ابواب کو جن محققین و مفکرین نے ہمارے سامنے بے نقاب کیا ہے ان میں ارض ہندو پاک کے ایک مایہ ناز فرزند ڈاکٹر حمید اللہ صدیقی ہیں موصوف نے سرورِ عالم ﷺ کی جنگی پالیسی کو یوں بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"اصل میں آنحضرت ﷺ نے دشمن کو نیست و نابود کرنے کے بجائے مجبور کرنا پسند فرمایا۔" ❶

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"آنخضرت ﷺ کی سیاست قریش کو تباہ و نابود کرنے پر نہیں، بلکہ بالکل محفوظ رکھ کر بے بس اور مغلوب کر دینے پر مشتمل تھی۔" ❷

اپنے اس نظریہ کو فاضل محقق نے حضور ﷺ کی اختیار کردہ تدابیر کی تفصیل دے کر اور سلسلۂ واقعات پر تبصرہ کر کے بڑی خوبی سے ثابت کیا ہے۔ ❸

❶ عہد نبوی ﷺ کے میدان ہائے جنگ، ص: ۴۴۔ ❷ عہد نبوی ﷺ میں نظامِ حکمرانی، ص: ۲۴۰۔
❸ محسن انسانیت، ص: ۳۸۷۔

دراصل پیغمبرِ ﷺ کو اگر چہ چاروناچار میدانِ کارزار میں اترنا پڑا، کیونکہ شہادت گہ الفت کے باہر سے کوئی راہ نصب العین کی طرف نہ جاتی تھی، لیکن آپ ﷺ زمین کے ٹکڑوں کے بجائے روحوں کو فتح کرنا چاہتے تھے، آپ ﷺ تلوار کے زور سے بدنوں کو مطیع بنانے کے بجائے دلیل سے دماغوں کو، اور اخلاق سے دلوں کو مسخر کرنا چاہتے تھے۔ آپ ﷺ کا اصل معرکہ رائے عامہ کے میدان میں تھا، اور اس میدان میں حریفوں نے زک اُٹھائی اور تیزی سے بازی ہارتے چلے گئے۔ جنگی کارروائی اس تصادم کا بہت چھوٹا جزء ہے جو پیغمبرِ ﷺ کو اَمن دشمنوں سے پیش آیا۔

دیکھیے کہ غزوۂ خیبر کی مہم کے دوران میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے علم خاص عنایت فرماتے ہوئے کیا تاکید کی تھی؟ فرمایا: اے علی! اگر تمہارے ذریعے سے ایک شخص کو بھی ہدایت مل گئی تو یہ تمہارے لیے سب سے بڑی نعمت ہوگی۔ [1]

یعنی اصل مقصود دشمن کا جانی نقصان اور خونریزی نہیں ہے، بلکہ فوقیت اسی بات کو ہے کہ زیادہ سے زیادہ افراد کے دل ودماغ میں تبدیلی واقع ہو اور وہ نظامِ اَمن کو قبول کرلیں، یہ نمایاں جنگی انداز ہم نے محض بطور نمونہ پیش کیا ہے، ورنہ ایسے شواہد کی کمی نہیں جن سے نبی کریم ﷺ کا بنیادی نقطۂ نظر سامنے آجاتا ہے۔ جنگ جوئی اور خونریزی کرنے والے لوگ مغلوب الغضب اور جلد باز ہوتے ہیں، بخلاف اس کے ہم آپ ﷺ کو ٹھنڈے عزم اور عالی حوصلے سے آراستہ پاتے ہیں، اور آپ ﷺ کی جنگی پالیسی میں قوت کے استعمال کے بجائے حکمت دانشمندی کام کرتی دکھائی دیتی ہے۔ حکمت دانشمندی کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوگا کہ حضور ﷺ مدینہ میں جاتے ہی مختلف عناصر کو مرکب کر کے اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھ دیتے ہیں، کسی انقلابی نظریے پر بغیر ایک قطرۂ خون بہائے نظام ریاست کو یوں استوار کردینے کی مثال تاریخ کے اوراق میں ملنا ناممکن ہے۔ صحیح معنوں میں غیرخونی (Blood Less) انقلاب ہمیں یہی ایک ملتا ہے، جس کی بنیادوں میں انسانی خون کا ایک قطرہ نہ گرا، اور جس کی نیو کے پتھروں

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر.

میں کسی ایک فرزندِ آدم کا لاشہ شامل نہیں، یہ محیر العقول واقعہ خود نبی کریم ﷺ کی مخصوص شان کا ترجمان ہے۔

نبی کریم ﷺ کی جنگوں میں جانی نقصانات کے اعداد وشمار:

نبی کریم ﷺ کی دس سالہ جنگی کارروائیوں کی یہ خاص نوعیت جانی نقصان کے اعداد وشمار سامنے رکھنے سے بخوبی واضح ہو جاتی ہے ۔ ماننا پڑتا ہے کہ آپ ﷺ نے ''کم سے کم خونریزی'' کا ارادہ واُصول سامنے رکھا، اور بہت قلیل جانی نقصان کے ساتھ دس لاکھ مربع میل رقبہ کی سلطنت قائم کر دکھائی۔آپ کی جنگی کارروائیوں میں طرفین سے کام آنے والے افراد کی تعداد درج ذیل ہے:

	نام غزوہ یا سریہ	مسلمانوں کا نقصان	دشمن کا نقصان
		شہید	مقتول
۱	غزوۂ بدر	۲۲	۷۰
۲	غزوۂ اُحد	۷۰	۳۰
۳	غزوۂ احزاب	۶	۱۰
۴	غزوۂ خیبر	۱۸	۹۳
۵	سریہ موتہ	۱۲	نامعلوم
۶	غزوۂ فتح مکہ	۲	۱۲
۷	غزوۂ حنین وطائف	۶	۷۱
	کل تعداد	۱۳۶	۲۸۶

سات غزوات وسرایا میں دونوں طرف سے کام آنے والے افراد کی کل تعداد ۴۲۲ ہے۔

عام طور پر مؤرخین اور سیرت نگاروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات وسرایا کی تعداد ۸۲ لکھی ہے جو کہ درست نہیں ۔غزوات کی تعداد صرف سات ہے، البتہ حیات طیبہ کی تمام چھوٹی

بڑی کارروائیوں اور نقل و حرکت کی تعداد ۸۲ ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

	کارروائیوں کا مقصد	کارروائیوں کی تعداد	شہدا کی تعداد	تعداد مقتولین دشمن
۱	تبلیغ اسلام اور تکمیل معاہدات	۵	ـ	ـ
۲	بت شکنی کی مہمات	۳	ـ	ـ
۳	دشمن کی طرف سے ڈاکہ زنی کے بعد مسلمانوں کا تعاقب	۱۰	۱۹	۱۲
۴	ذاتی نوعیت کے واقعاتِ قتل	۵	ـ	۵
۵	غلط فہمی کی بنا پر پیش آنے والے تصادم	۶	ـ	۱۲۷
۶	سرحدوں کی حفاظت کے لیے کی گئی کارروائیاں	۳۸	۷۳	۱۱
۷	دشمن کی طرف سے دھوکہ دہی اور بغاوت کے واقعات	۸	۸۲	۴۱۰
۸	جنگیں (غزوات وسرایا)	۷	۱۳۶	۲۸۶
	کل تعداد	۸۲	۳۱۰	۸۵۱

۸۲ کارروائیوں میں دونوں طرف سے کام آنے والے افراد کی کل تعداد رحمتہ اللعالمین ج ۲، باب غزوات وسرایا اور الرحیق المختوم، ص: ۴۲۴، ۴۹۵ پر ۱۱۶۱ ہے۔

۸۲ کارروائیوں میں کام آنے والے افراد کی یہ محیر العقول تعداد اس زمانے کی ہے جس زمانے میں انتقام در انتقام کی شکل میں ہونے والی طویل جنگوں میں لاکھوں انسانوں کی ہلاکت ایک معمولی بات سمجھی جاتی تھی۔

اَمن پسند "مہذبوں" کی اَمن پسندی:

آیئے ایک نظر آج کے نام نہاد مہذب، داعیانِ تہذیب اور اَمن پسند یورپ کی رزم

آرائیوں پر ڈالیں، اور دیکھیں کہ کس کی تلوار عالَمِ انسانیت کی دشمن اور خون کی پیاسی ہے؟ اور کون انسانیت کا دشمن ہے؟

1۔ اٹھارہویں صدی عیسوی میں امریکی سفید فام نو آباد کاروں نے اپنی ''نئی دنیا'' آباد کرنے کے لیے ستر لاکھ ریڈ انڈینز کا قتل عام کیا۔ براعظم افریقہ کے سیاہ فام باشندون کو جانوروں کی طرح پکڑ پکڑ کر اپنا غلام بنایا، جہازوں میں جانوروں کی طرح لاد لاد کر امریکہ لائے اور ان کی باقاعدہ خرید وفروخت کی ۔ ان سیاہ فام باشندوں کی نسل آج تک امریکہ میں سفید فاموں کے برابر حقوق حاصل نہیں کر سکی۔ جب بھی سیاہ فام انسانوں نے امریکی دستور میں لکھے گئے، ''انسانی حقوق'' کا مطالبہ کیا، انہیں نہایت بے رحمی سے کچل دیا گیا۔ [1]

2۔ ۱۸۹۰ء میں جنوبی ڈکوٹا اور ارجنٹائن پر امریکہ نے حملہ کیا۔ ۱۸۹۱ء میں چلی پر حملہ کیا، ۱۸۹۲ء میں اواہو پر، ۱۸۹۳ء میں ہوائی پر حملہ کر کے آزاد ریاست کا خاتمہ کیا، ۱۸۹۴ء میں کوریا پر ۱۸۹۵ء میں پانامہ پر، ۱۸۹۶ء میں نکاراگوا پر حملہ کیا، ۱۸۹۸ء میں فلپائن پر حملہ کیا، یہ جنگ ۱۹۱۰ء تک یعنی بارہ سال تک جاری رہی جس میں چھ لاکھ فلپائنی مارے گئے۔

3۔ ۱۹۱۲ء میں کیوبا پر حملہ کیا، ۱۹۱۳ء میں میکسیکو پر، ۱۹۱۴ء میں ہیٹی پر، ۱۸، ۱۹۱۷ء میں جنگ عظیم اول میں شرکت کی ، ۱۹۱۹ء میں ہونڈریس پر حملہ کیا، ۱۹۲۰ء میں گوئٹے مالا پر حملہ کیا، ۱۹۲۱ء میں مغربی ورجینیا پر حملہ کیا۔

4۔ ۱۹۴۱۔۴۵ء کی جنگ عظیم دوم ، جس میں چار کروڑ انسان لقمہ اجل بنے ، صرف امریکہ بہادر نے اس جنگ میں تین کھرب ۶۰ ارب ڈالر خرچ کئے۔ ایک کروڑ ساٹھ لاکھ امریکی

---

[1] امریکی سیاہ فام محمد علی کلے، اسلام قبول کرنے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: میں ۱۹۶۰ میں اٹلی کے شہر روم سے ایک مقابلہ جیت کر امریکہ واپس آیا تو ایک ہیرو کی طرح میرا استقبال کیا گیا۔ ایک روز میں ایسے ہوٹل میں چلا گیا جو گوروں کے لیے مختص تھا، جونہی میں ایک میز پر بیٹھا، ہوٹل کی خاتون مینیجر نے مجھے بڑی درشتی سے حکم دیا: ''ہوٹل سے باہر چلے جاؤ، یہاں کسی سیاہ فام کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔'' میں نے بتایا'' میں روم میں اولمپک مقابلوں میں جیت کر آیا ہوں اور سونے کا تمغہ حاصل کیا ہے، لیکن اس خاتون نے ایک نہ سنی اور حقارت کے ساتھ زبردستی مجھے ہوٹل سے نکال دیا۔'' (ہم مسلمان کیوں ہوئے، از عبدالغنی فاروق، ص: ۴۵۶)

فوجیوں نے اس میں حصہ لیا، ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرانے کا فیصلہ کرنے والوں میں حقوق انسانی کے علمبردار امریکا کا صدر ''ٹرومین'' اور ''مہذب'' برطانیہ کا وزیراعظم ''سر'' ونسٹن چرچل بھی شامل تھے۔

5۔ ۱۹۴۳ء میں ڈیٹوریٹ میں سیاہ فاموں کی بغاوت کچلنے کے لیے امریکہ نے فوجی ایکشن کیا۔ یونان کی خانہ جنگی (۱۹۴۷۔۴۹) میں کمانڈو آپریشن کیا، ۱۹۵۰ء میں پورٹوایکو پر حملہ کیا، ۱۹۵۳ء میں فوجی آپریشن کے ذریعہ ایران کی حکومت بدلی، ۱۹۵۴ء، میں گوئٹے مالا پر بمباری کی۔

6۔ ۱۹۶۰ء تا ۱۹۷۵ء امریکہ نے مسلسل پندرہ سال تک ویت نام پر جنگ ملسط کیئے رکھی، جس میں دس لاکھ انسان ہلاک ہوئے۔

7۔ ۱۹۶۵ء میں امریکہ نے انڈونیشیا کے آمر صدر سہارتو کو بائیں بازو کے دس لاکھ افراد کو قتل کرنے کے لیے مدد فراہم کی۔

8۔ ۱۹۶۹ء سے ۱۹۷۵ء تک (چھ سال) کمبوڈیا سے جنگ کی، جس میں ۲۰ لاکھ انسانوں کا قتل عام ہوا۔

9۔ ۱۹۷۱۔۷۳ء میں لاؤس پر بمباری کی، ۱۹۷۳ء میں جنوبی ڈیکوٹا میں فوجی آپریشن کیا، ۱۹۷۳ء میں ''چلی'' میں فوجی آپریشن کے ذریعہ حکومت تبدیل کی، ۱۹۷۶،۹۲ء میں انگولا میں جنوبی افریقہ کی حمایت سے ہونے والی بغاوت میں باغیوں کو مدد فراہم کی۔ ۱۹۸۱۔۹۰ء میں ''نکاراگوا'' میں فوجی آپریشن کیا، ۱۹۸۲،۸۴ء میں لبنان کے مسلم علاقوں پر بمباری کی، ۱۹۸۴ء میں خلیج فارس میں دو ایرانی طیارے تباہ کیئے۔ ۱۹۸۶ء میں حکومت تبدیل کرنے کے لیے لیبیا پر حملہ کیا۔

10۔ ۱۹۷۹ء میں عراق نے امریکہ کے فوجی تعاون سے ایران پر حملہ کیا، یہ جنگ مسلسل آٹھ سال تک جاری رہی، جس میں دونوں طرف سے لاکھوں انسان لقمہ اجل بنے۔

11۔ ۱۹۸۹ء میں فلپائن میں فوجی بغاوت ہوئی۔ امریکہ نے بغاوت کچلنے کے لیے فلپائن کو فضائی مدد مہیا کی۔ ۱۹۸۹ء میں ہی فوجی آپریشن کے ذریعہ پانامہ میں حکومت تبدیل کی،

جس میں ۲ہزار افراد ہلاک ہوئے۔

12۔ ۱۹۸۹ء میں الجزائر میں اسلامک سالویشن فرنٹ الیکشن میں بھاری اکثریت سے جیتی، جو ملک میں اسلامی انقلاب لانا چاہتی تھی، اسلامی انقلاب کو روکنے کے لیے امریکہ کی مدد سے فوجی آپریشن کیا گیا، جس میں ۸۰ ہزار افراد قتل ہوئے۔

13۔ ۱۹۹۰ء میں عراق کو کویت پر حملہ کرنے کی ترغیب دلائی، اور ۱۹۹۱ء میں ''ڈیزرٹ سٹارم آپرشن'' کی صورت میں خود عراق پر حملہ کر دیا، جس میں ہزاروں عراقی ہلاک ہوئے۔

14۔ ۱۹۹۴ء میں ہیٹی کی حکومت بدلنے کے لیے فوجی آپریشن کیا۔ ۱۹۹۶ء میں عراق پر حملہ کیا، اور فوجی اہمیت کے ۲۷ ٹھکانوں پر مزائل پھینکے۔ ۱۹۹۸ء میں سوڈان کی دوا ساز کمپنی پر میز سے ۱۹۹۸ء میں عراق پر پھر مسلسل چار دن تک میزائلوں سے بمباری کی۔

15۔ ۱۹۹۰ء میں دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت انڈونیشیا میں بغاوت کروائی، عیسائیوں کو مدد فراہم کی، لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام کیا، بالآخر مشرقی تیمور کی صورت میں ایک عیسائی ریاست قائم کی۔ ❶

16۔ سوویت یونین کے جابرانہ تسلط سے نجات حاصل کرنے کے لیے دس لاکھ شہداء کی قربانیاں دینے والے زخموں سے نڈھال، نہتے افغانستان پر ۲۰۰۱ء میں طیاروں اور میزائلوں سے شدید بمباری کی، جس کے نتیجہ میں ۲۵ ہزار بے گناہ شہری شہید ہوئے، ۷ ہزار افراد کو گرفتار کیا گیا اور طالبان کی جگہ شمالی اتحاد کی کٹھ پتلی حکومت قائم کی۔

17۔ عراق میں تباہ کن ہتھیاروں کا بہانہ بنا کر ۲۰ مارچ ۲۰۰۳ء کو امریکہ نے عراق پر حملہ کیا، جس میں ہزاروں بے گناہ شہری مارے گئے، امریکی قبضہ کے بعد فلوجہ شہر کے عوام کی مزاحمت پر امریکی فوج نے فلوجہ پر زہریلی گیس چھوڑی اور کیمیاوی ہتھیار بھی استعمال کیے، جن کے استعمال پر بین الاقوامی طور پر پابندی عائد ہے۔ ❷

---

❶ مذکورہ بالا اعداد و شمار خالد محمود قادری کی کتاب ''افغانستان میں مسلمانوں کا قتل عام'' سے لیے گئے ہیں۔

❷ ہفت روزہ تکبیر، کراچی، جنوری ۲۰۰۶۔

باب نمبر 18

سیرت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت و بہادری:

سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

((أَنَّـهُ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَـأَدْرَكَتْهُـمُ الْـقَـآئِلَةُ فِيْ وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ فَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِي الْعِضَاهِ يَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرِ فَنَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ تَحْتَ شَجَرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ ثُمَّ نَامَ فَاسْتَيْقَظَ وَ عِنْدَهُ رَجُلٌ وَ هُوَ لَا يَشْعُرُ بِـهِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اِنَّ هٰـذَا اخْتَرَطَ سَيْفِيْ ، فَقَالَ: مَنْ يَمْنَعُكَ ؟ قُلْتُ : اَللّٰه ، فَشَامَ السَّيْفَ فَهَا هُوَ ذَا جَالِسٌ ثُمَّ لَمْ يُعَاقِبْهُ .)) [1]

''کسی غزوہ میں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، تو ایک ایسی وادی میں قیلولہ کا وقت ہو گیا جس میں گھنے درخت تھے۔ لوگ درختوں کے سائے میں اِدھر اُدھر بکھر گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے جلوہ افروز ہو گئے، اور اپنی تلوار اس کے ساتھ لٹکا دی اور سو گئے۔ جب آپ بیدار ہوئے تو ایک اجنبی آدمی کو اپنے پاس دیکھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ اس نے میری تلوار سونت لی، اور کہنے لگا: اب تمہیں کون بچائے گا؟ میں نے جواب دیا ''اللہ'' تو اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی اور وہ یہ بیٹھا ہے، لیکن آپ نے اس سے انتقام نہ لیا۔''

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَحْسَـنَ النَّاسِ ، وَ أَشْجَعَ النَّاسِ ، وَ لَقَدْ فَزِعَ أَهْـلُ الْـمَدِيْنَةِ لَيْلَةً فَخَرَجُوْا نَحْوَ الصَّوْتِ فَاسْتَقْبَلَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ

[1] صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسیر، رقم: ۲۹۱۳.

وَقَدْ اسْتَبْرَأَ الْخَبَرَ وَ هُوَ عَلٰى فَرَسٍ لِأَبِيْ طَلْحَةَ عُرْيٍ ، وَ فِي عُنُقِهِ السَّيْفُ وَ هُوَ يَقُوْلُ: لَمْ تُرَاعُوْا ، لَمْ تُرَاعُوْا ، ثُمَّ قَالَ وَجَدْنَاهُ بَحْرًا أَوْ قَالَ إِنَّهُ بَحْرٌ .)) ❶

''رسول اللہ ﷺ نہایت دلیر اور شجاع تھے اور لوگوں میں بہترین شخصیت تھے ۔ ایک رات مدینہ کے لوگ ڈر گئے کہ دشمن نے حملہ کر دیا ہے اور جس طرف سے آواز آئی تھی اس طرف دوڑے ، دیکھا تو نبی ﷺ پہلے سے موجود تھے اور فرما رہے تھے کہ ڈرنے کی کوئی بات نہیں ۔ آپ ﷺ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار تھے، اور تلوار گردن مبارک میں حمایل تھی ۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اس گھوڑے کو نہایت تیز رفتار پایا۔''

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

''جب جنگ ہوتی اور دشمن سے ملاقات ہو جاتی تو ہم رسول اللہ ﷺ کے ذریعے بچاؤ پکڑتے تھے، اور ہم میں سے کوئی بھی آپ سے زیادہ دشمن کے قریب نہیں ہوتا تھا۔'' ❷

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

''ہم نے مکہ فتح کیا ، پھر حنین پر چڑھائی کی ۔ مشرکین اتنی عمدہ صفیں بنا کر آئے جو میں نے کبھی نہیں دیکھیں ۔ سواروں کی صف ، پھر پیادوں کی صف ، پھر ان کے پیچھے عورتیں ، پھر بھیڑ بکریاں ، پھر دوسرے چوپائے ۔ ہم لوگ بڑی تعداد میں تھے ۔ ہمارے سواروں کے میمنہ پر خالد بن ولید تھے ۔ مگر ہمارے سوار (دشمن کی تیراندازی کی وجہ سے) ہماری پیٹھ کے پیچھے پناہ گیر ہونے لگے، اور ذرا سی دیر میں ہمارے سوار بھاگ کھڑے ہوئے ۔ اعراب بھی بھاگے اور وہ لوگ بھی جنہیں تم جانتے ہو۔ بہر حال جب بھگدڑ مچی تو رسول اللہ ﷺ نے دائیں طرف ہو کر پکارا، لوگو! میری طرف

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسير، رقم: ٢٩٠٨ ـ صحیح مسلم، كتاب الفضائل، رقم: ٦٠٠٦.

❷ مستدرك حاكم، رقم: ٢٥٨٤ ـ دلائل النبوة للبيهقى، رقم: ١١٢١.

آؤ، میں عبداللہ کا بیٹا محمد ہوں ۔ اس وقت اس جگہ آپ ﷺ کے ساتھ چند مہاجرین اور اہل خاندان کے سوا کوئی نہ تھا۔

ان نازک ترین حالات میں رسول اللہ ﷺ کی بے نظیر شجاعت کا ظہور ہوا یعنی اس شدید بھگدڑ کے باوجود آپ کا رخ کفار کی طرف تھا، اور آپ ﷺ پیش قدمی کے لیے اپنے خچر کو ایڑ لگا رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے؛

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

''میں نبی ہوں، یہ جھوٹ نہیں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔''

لیکن اس وقت ابوسفیان بن حارث نے آپ ﷺ کے خچر کی لگام پکڑ رکھی تھی، اور سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ نے رکاب تھام لی تھی ۔ دونوں خچر کو روک رہے تھے کہ کہیں تیزی سے آگے نہ بڑھ جائے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ کو (جن کی آواز خاصی بلند تھی) حکم دیا کہ صحابہ کرام کو پکاریں۔ سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نہایت بلند آواز سے پکارا، درخت والو! یعنی بیعتِ رضوان والو! کہاں ہو؟ واللہ! وہ لوگ میری آواز سن کر اس طرح مڑے، جیسے گائے اپنے بچوں پر مڑتی ہے اور جواباً کہا: ہاں ہاں، آئے آئے۔ حالت یہ تھی کہ آدمی اپنے اونٹ کو موڑنے کی کوشش کرتا، اور نہ موڑ پاتا، تو اپنی زرہ اس کی گردن میں ڈال پھینکتا، اور اپنی تلوار اور ڈھال سنبھال کر اونٹ سے کود جاتا، اور اونٹ کو چھوڑ چھاڑ کر آواز کی جانب دوڑتا۔ اس طرح جب آپ کے پاس سو آدمی جمع ہو گئے تو انہوں نے دشمن کا استقبال کیا اور لڑائی شروع کر دی۔'' ❶

فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن صالح بن عبدالعزیز الغصن لکھتے ہیں:

''لوگوں میں سب سے زیادہ شجاع و بہادر شخص رسول اللہ ﷺ تھے۔'' ❷

شیخ محمد اسماعیل الشربینی رقمطراز ہیں:

''کسی شخص سے جتنی ایمانی قوت مطلوب ہے اتنی مکمل طور پر رسول اللہ ﷺ میں

---

❶ الرحیق المختوم، ص: ٥٦٤. ❷ دعاوی المناوئین: ١/ ٤١٤.

موجود تھی۔ اسی طرح آپ میں یہ بات بھی بدرجہ اتم موجود تھی کہ آپ ﷺ اللہ کے علاوہ کسی سے بھی خوف نہیں کھاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ شجاع وبہادر اور حال ومقال کے اعتبار سے سب سے بلند تھے۔'' ❶

شیخ علی بن نایف الشحود فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ شجاع، سب سے زیادہ درگزر کرنے والے، سب سے زیادہ منکسر المزاج اور سب سے زیادہ حیاء والے تھے۔'' ❷

نبی کریم ﷺ کا رعب ودبدبہ:

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ: أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ ، وَ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ ، وَ أُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ ، وَ جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطُهُوْرًا وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَ خُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ .)) ❸

''مجھے چھ خوبیوں کی بنا پر دوسرے انبیاء علیہم السلام پر برتری حاصل ہے (1) مجھے جامع گفتگو کا ملکہ دیا گیا ہے۔ (2) خاص رعب ودبدبے کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے۔ (3) میرے لیے مالِ غنیمت حلال کیا گیا ہے۔ (4) میرے لیے تمام زمین مسجد اور پاکیزگی عطا کرنے والی بنائی گئی ہے۔ (5) مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (6) مجھ پر انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ ختم کیا گیا ہے۔''

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

❶ رد شبهات حول عصمة النبى ﷺ فى ضوء السنة النبوية : ١/١١١.

❷ موسوعة الدفاع عن رسول الله ﷺ : ٤٥/٢.

❸ صحيح مسلم ، كتاب الصلوة، رقم: ١١٦٧.

((بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَبَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي أُتِيتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ فَوُضِعَتْ فِي يَدَيَّ.)) ❶

''مجھے جامع کلمات دے کر بھیجا گیا، اور رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی۔ میں نے سوتے ہوئے خواب میں دیکھا کہ مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئی ہیں اور انہیں میرے ہاتھ میں تھما دیا گیا۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

''ظاہر یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی (دشمن پر رعب والی خصوصیت) علی الاطلاق ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن جہاں بھی ہو اور جتنے بھی فاصلے پر ہو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رعب ڈال دیا گیا ہے۔'' ❷

شیخ عبدالرزاق بن عبدالمحسن البدر فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رعب کے ذریعے مدد کی گئی ہے، کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی دشمن کی طرف رُخ کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہنچنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شدید رعب اور خوف ڈال دیتا ہے۔'' ❸

شیخ علی بن نایف الشحود بیان فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رعب کے ذریعے مدد کی گئی ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جن دشمنوں کی طرف بھی رُخ کرتے ہیں یا جن کی طرف بھی پیش قدمی کا ارادہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خوف اور دبدبہ پیدا فرما دیتا ہے۔'' ❹

❶ صحيح بخارى، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، رقم: ٧٢٧٣۔ صحيح مسلم، ايضاً، رقم: ١١٦٨.

❷ فتح البارى: ٢/ ٢٤.

❸ تذكرة المؤتسى شرح عقيدة الحافظ عبد الغنى المقدسى: ١/ ٣٤٥.

❹ موسوعة الدفاع عن رسول الله صلى الله عليه وسلم: ١٢/ ٣٣١.

نبی کریم ﷺ کی بے مثال سخاوت:

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

((أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِیَّ ﷺ غَنَمًا بَیْنَ جَبَلَیْنِ فَأَعْطَاهُ إِیَّاهُ ، فَأَتَی قَوْمَهُ ، فَقَالَ: أَیْ قَوْمِ ! أَسْلِمُوْا ، فَوَ اللّٰهِ ! إِنَّ مُحَمَّدًا لَیُعْطِی عَطَاءً مَا یَخَافُ الْفَقْرَ .)) ❶

''ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے دو پہاڑوں کے درمیان والی بکریوں کا مطالبہ کیا۔ آپ نے اس کا سوال پورا کر دیا۔ وہ شخص اپنی قوم کے پاس آیا، اور کہنے لگا: لوگو! اللہ کی قسم! اسلام قبول کرلو، بلاشبہ محمد (ﷺ) اتنا زیادہ عطا کرتے ہیں کہ آپ کو کسی فقر و افلاس کا خوف نہیں ہے۔''

آپ ﷺ کی خواہش تھی کہ آپ کے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو آپ اسے بھی اللہ کی راہ میں خرچ کر دیں۔ جیسا کہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَوْ کَانَ لِیْ مِثْلُ أُحُدٍ ذَهَبًا لَسَرَّنِیْ أَنْ لَّا یَمُرَّ عَلَیَّ ثَلَاثُ لَیَالٍ وَ عِنْدِیْ مِنْهُ شَیْءٌ ، إِلَّا شَیْءٌ أُرْصِدُهُ لِدَیْنٍ .)) ❷

''اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھے یہ بات پسند ہے کہ مجھ پر تین راتیں نہ گزریں کہ میرے پاس اس میں سے کوئی چیز موجود ہو، البتہ اس قدر مال کا کچھ حرج نہیں جسے میں قرض (کی ادائیگی) کے لیے محفوظ کرلوں۔''

ماہِ رمضان میں تو آپ ﷺ کی سخاوت اس قدر بڑھ جاتی کہ آپ تیز آندھی کی طرح اللہ کی راہ میں خرچ کرتے۔ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ٦٠٢١.

❷ صحیح بخاری، کتاب التمنی، باب تمنی الخیر، رقم: ٧٢٢٨۔ صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب تغلیظ عقوبة من لایؤدی الزکاة، رقم: ٩٩١۔ مسند احمد، رقم: ٧٤٨٩.

((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَجْوَدُ النَّاسِ بِالْخَيْرِ ، وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُوْنُ فِي رَمَضَانَ ، حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ ، وَكَانَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ حَتَّى يَنْسَلِخَ ، يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ الْقُرْآنَ ، فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ، كَانَ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ .)) ❶

''نبی کریم ﷺ سخاوت اور خیر کے معاملے میں سب سے زیادہ سخی تھے، اور آپ کی سخاوت اس وقت اور زیادہ بڑھ جاتی تھی، جب جبرئیل علیہ السلام آپ سے رمضان میں ملاقات کرتے۔ جبرئیل علیہ السلام آپ سے رمضان کی ہر رات میں ملتے حتی کہ رمضان گزر جاتا۔ نبی کریم ﷺ جبرئیل علیہ السلام سے قرآن کا دور کرتے تھے۔ جب جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ سے ملنے لگتے، تو آپ چلتی ہوا سے بھی زیادہ بھلائی پہنچانے میں سخی ہو جایا کرتے تھے۔''

آپ ﷺ اپنے گھر والوں کو بھی بغیر شمار کیے خرچ کرنے کی ترغیب دلایا کرتے تھے۔ سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا:

((أَنْفِقِي وَلَا تُحْصِي فَيُحْصِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ ، وَلَا تُوْعِي فَيُوْعِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ ، ارْضَخِي مَا اسْتَطَعْتِ .)) ❷

''تم خرچ کرو اور شمار نہ کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں شمار کر کے دے گا، اور بخل نہ کرو، ورنہ اللہ بھی تم سے روک لے گا۔ حسبِ استطاعت خرچ کرتی رہو۔''

آپ ﷺ نے اپنی امت کو بھی یہی نصیحت فرمائی ہے کہ ضرورت سے زائد مال میں سے

---

❶ صحيح بخاری، كتاب الصوم، باب أجود ما كان النبی ﷺ يكون فی رمضان، رقم: ۱۹۰۲۔ صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب كان النبی أجود الناس بالخير من الريح المرسلة : ۲۳۰۸۔ صحيح ابن خزيمة، رقم : ۱۸۸۹.

❷ صحيح بخاری، كتاب الزكاة، باب الصدقة فيما استطاع، رقم : ۱۴۳۴۔ صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب الحث فی الإنفاق و كراهة الإحصاء، رقم : ۱۰۲۹.

اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہی بہتر ہے۔ سیّدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((یَا ابْنَ آدَمَ ! أَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَیْرٌ لَّکَ وَ أَنْ تُمْسِکَهُ شَرٌّ لَّکَ وَ لَا تُلَامُ عَلَی کَفَافٍ، وَ ابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ .)) ❶

''اولادِ آدم! اگر تو (ضرورت سے) زائد خرچ کرے تو تیرے لیے (دنیا و آخرت میں) بہتر ہے، اور اگر تو اسے روک لے تو تیرے لیے برا ہے، اور بقدرِ ضرورت مال پر تجھے ملامت نہیں کی جا سکتی، اور مال خرچ کرتے وقت اپنے اہل وعیال سے ابتدا کر۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیثِ قدسی یوں بیان فرمائی ہے:

((قَالَ اللّٰهُ تَعَالَی : أَنْفِقْ یَا ابْنَ آدَمَ ! أُنْفِقْ عَلَیْکَ .)) ❷

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے اولادِ آدم! خرچ کرو (اس کے بدلے) میں تم پر خرچ کروں گا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو صدقہ وخیرات کی ترغیب دلانے کے لیے خرچ کرنے والے کے لیے دعا اور خرچ نہ کرنے والے کے لیے بددعا بھی فرمائی ہے۔ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا مِنْ یَوْمٍ یُصْبِحُ الْعِبَادُ فِیْهِ ، إِلَّا مَلَکَانِ یَنْزِلَانِ ، فَیَقُوْلُ أَحَدُهُمَا: اَللّٰهُمَّ !أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا ، وَ یَقُوْلُ الْآخَرُ : اَللّٰهُمَّ! أَعْطِ مُمْسِکًا تَلَفًا .)) ❸

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب بیان أن الید العلیا خیر من الید السفلی، رقم : ۱۰۳۶.

❷ صحیح بخاری، کتاب النفقات، باب فضل النفقة علی الأهل ، رقم : ۵۳۵۲۔ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی النفقة وتبشیر المنفق بالخلف، رقم : ۹۹۳.

❸ صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب قول اللّٰه عزوجل فأما من أعطی واتقی، رقم: ۱۴۴۲۔ صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، رقم: ۱۰۱۰.

''کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ جب بندے صبح کو اُٹھتے ہیں تو دو فرشتے آسمان سے نہ اُترتے ہوں۔ ایک فرشتہ تو یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدلہ دے، اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ! ہاتھ روک لینے والے' بخیل کے مال کو ہلاک کردے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت توحید:

تمام انبیاء علیہم السلام ایک ہی دعوت لے کر مبعوث ہوئے، اور وہ دعوت توحید کی دعوت ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۖ فَمِنْهُم مَّنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُم مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ ۚ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿٣٦﴾﴾

(النحل : ٣٦)

''ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو!) صرف اللہ کی عبادت کرو، اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو۔ پس بعض لوگوں کو تو اللہ نے ہدایت دی، اور بعض پر گمراہی ثابت ہوگئی۔ پس تم خود زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا کچھ ہوا؟۔''

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ﴿٢٥﴾﴾ (الانبیاء : ٢٥)

''تجھ سے پہلے بھی جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرو۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہی حکم تھا کہ آپ خالص توحید کا پرچار کریں، خود بھی شرک سے بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝١ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝٢ لَمۡ يَلِدۡ ۙ وَ لَمۡ يُوۡلَدۡ ۝٣ وَ لَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝٤ ﴾ (سورۃ الاخلاص)

"(اے پیغمبر!) آپ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا، اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔"

نبی کریم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ وہ مشرکین کو بتا دیں جو غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور غیروں کے نام پر ذبح کرتے ہیں کہ وہ ان کی تمام شرکیہ باتوں میں ان کے مخالف ہیں، اور ان کی نماز، ان کی قربانی اور ان کی زندگی، ان کی موت، سب رب العالمین کے لیے مخصوص ہے۔ اور آخر میں نبی کریم ﷺ نے کہا کہ میں اس اُمت کا پہلا مسلمان ہوں۔

آپ سے پہلے تمام انبیاء نے اسلام ہی کی دعوت دی جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور صرف اسی کی عبادت پر ہے۔ نوح، ابراہیم، یعقوب، یوسف، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سب نے اپنی زبان سے شہادت دی کہ میں مسلمان ہوں، اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اسی باری تعالیٰ کے لیے ہے۔ اور گزشتہ شریعتیں ایک دوسرے کے ذریعہ منسوخ ہوتی رہیں یہاں تک کہ اسلام کے ذریعہ وہ تمام سابقہ شریعتیں منسوخ ہوگئیں، اور اب یہی شریعت محمدی قیامت تک باقی رہے گی۔

مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے بتانِ باطلہ کی عبادت کی دعوت دی، تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا کہ آپ ان سے واضح کہہ دیجیے کہ کیا میں اللہ کے سوا اپنا کوئی رب بنا لوں جسے عبادت میں شریک کروں، میں نہ اللہ کے سوا کسی اور پر توکل کروں گا، اور نہ ہی کسی اور کی طرف رجوع کروں گا، اس لیے کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق و مالک ہے، اسی کے ہاتھ میں سب کچھ ہے، چنانچہ ارشاد ہوا:

﴿ قُلۡ اِنَّ صَلَاتِىۡ وَنُسُكِىۡ وَمَحۡيَاىَ وَمَمَاتِىۡ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝١٦٢ لَا شَرِيۡكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرۡتُ وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ۝١٦٣ قُلۡ اَغَيۡرَ اللّٰهِ

اَبۡغِیۡ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَیۡءٍ (الانعام : ۱۶۲۔۱۶۴)

''(اے پیغمبر!) آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت، اور میرا جینا اور میرا مرنا، سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے، اور میں سب ماننے والوں میں سے پہلا ہوں۔ آپ فرما دیجئے کہ کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو رب بنانے کے لیے تلاش کروں، حالانکہ وہ مالک ہے ہر چیز کا۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَ لَقَدۡ اُوۡحِیَ اِلَیۡكَ وَ اِلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِكَ ۚ لَئِنۡ اَشۡرَكۡتَ لَیَحۡبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ اللّٰهَ فَاعۡبُدۡ وَ كُنۡ مِّنَ الشّٰكِرِیۡنَ ﴿۶۶﴾﴾ (الزمر: ۶۵، ۶۶)

''(اے پیغمبر!) یقیناً تیری طرف بھی اور تجھ سے پہلے (کے تمام نبیوں) کی طرف بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر تو نے شرک کیا تو بلاشبہ تیرا عمل ضائع ہو جائے گا، اور بالیقین تو زیاں کاروں میں سے ہو جائے گا۔ بلکہ تو اللہ ہی کی عبادت کر اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جا۔''

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

''توحید الوہیت کی یہی دعوت تمام انبیاء نے دی، جس طرح آخری پیغمبر کی زبان مبارک سے کہلوایا گیا کہ ''مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب ماننے والوں سے پہلا ہوں۔'' دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی انبیاء بھیجے، سب کو یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس تم میری ہی عبادت کرو۔'' (الانبیاء: ۲۵) چنانچہ سیّدنا نوح علیہ السلام نے بھی یہ اعلان فرمایا ﴿وَاُمِرۡتُ اَنۡ اَكُوۡنَ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ﴾ (یونس: ۷۲) سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے جب اللہ تعالیٰ نے انہیں کہا کہ ''أَسْلِمْ'' (فرمانبردار ہو جا) تو انہوں نے

فرمایا ﴿اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ (البقرۃ:۱۳۱) ''میں رب العالمین کے لیے مسلمان یعنی فرمانبردار ہو گیا'' سیّدنا ابراہیم ویعقوب علیہما السلام نے اپنی اولاد کو وصیت فرمائی ﴿فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ (البقرۃ:۱۳۲) ''تمہیں موت اسلام پر آنی چاہیے۔'' سیّدنا یوسف علیہ السلام نے دعا فرمائی ﴿تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا﴾ (یوسف:۱۰۱) ''مجھے اسلام کی حالت میں دنیا سے اٹھانا۔'' سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا ﴿فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ﴾ (یونس:۸۴) ''اگر تم مسلمان ہو تو اسی اللہ پر بھروسہ کرو۔'' سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے کہا ﴿وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ﴾ (المائدۃ:۱۱۱) اسی طرح اور بھی تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کے مخلص پیروکاروں نے اسی اسلام کو اپنایا جس میں توحید الوہیت کو بنیادی حیثیت حاصل تھی، گو بعض شرعی احکام ایک دوسرے سے مختلف تھے۔'' [1]

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے اللہ کی دعوت دے رہے تھے جبکہ دورِ نبوی کی ساری دنیا طرح طرح کے شرک میں مبتلا تھی۔ لہٰذا اللہ کی ذات کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی بار سوال ہوا، اور کئی قسم کے فرقوں کی طرف سے ہوا۔ سب سے پہلے یہ سوال مشرکین مکہ نے اٹھایا تھا، جو ہر خوبصورت پتھر کو معبود بنا لیتے تھے اور فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ اس سوال کی نوعیت درج ذیل حدیث سے واضح ہوتی ہے۔

سیّدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مشرکوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم سے اپنے رب کا نسب بیان کرو، تو اللہ نے یہ سورت اتار دی کہ آپ انہیں کہہ دیں کہ وہ اکیلا ہے، اللہ صمد ہے اور صمد وہ ہوتا ہے جو نہ کسی سے پیدا ہوا ہو اور نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہو۔ اس لیے کہ جو کسی سے پیدا ہوا ہو گا، وہ ضرور مرے گا، اور جو مرے گا اس کا کوئی وارث بھی ہو گا، اور اللہ نہ مرے گا، اور نہ اس کا کوئی وارث ہو گا اور نہ

---

[1] تفسیر أحسن البیان، ص: ٤٠٥.

اس کا کوئی کفو ہے۔ راوی کہتا ہے کہ "کفو" کا معنی یہ ہے کہ نہ کوئی اس کے مشابہ ہے اور نہ برابر، اور اس کی مثل کوئی چیز نہیں۔ ❶

مشرکوں کے بعد جس نے بھی آپ ﷺ سے اللہ کے بارے میں کوئی سوال کیا تو آپ ﷺ یہ سورت پڑھ کر سنا دیتے تھے۔'' ❷

نبی کریم ﷺ لوگوں کو سیدھی راہ کی طرف دعوت دیتے:

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کو اس راہ کی طرف بلایا، دعوت دی جو بالکل سیدھی راہ ہے، اس میں کوئی کجی نہیں ہے، یعنی آپ نے انہیں دین اسلام کی طرف دعوت دی، لیکن ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ آپ کا احسان مانتے اور اسے فوراً قبول کر لیتے، لیکن چونکہ وہ لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے تھے، اس لیے اس دین کو قبول کرنے سے اعراض کیا، اور منہ پھیرا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٧٣﴾﴾ (المومنون : ٧٣)

''اور بلاشبہ آپ انہیں سیدھی راہ کی طرف بلاتے ہیں۔''

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ (الشوریٰ : ٥٢)

''اور یقیناً آپ (لوگوں کی) سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔''

ہر نماز میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنے، اور اس کے لیے کمالِ خشوع وخضوع اور اپنی محتاجی ومسکنت کے اظہار کے بعد، رسول کریم ﷺ رشد و ہدایت کا منبع اور اُمی ہونے کے باوجود، بھی فرماتے:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿٥﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾

(الفاتحہ : ٦،٧)

---

❶ سنن ترمذی، کتاب التفسیر، رقم: ٣٣٦٤۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے سوائے "الصمد الذی" کے بقیہ روایت کو ''حسن'' کہا ہے۔

❷ تیسیر القرآن: ٤ / ٧١٠.

تاکہ اللہ تعالیٰ صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رکھے، اور دوام و استمرار بخشے۔ لہٰذا آیت کا ترجمہ یہ ہوگا کہ "اے اللہ! ہمیں صراطِ مستقیم پر رکھ، اور اس کے علاوہ کسی اور راہ کی طرف نہ پھیر دے۔"

یاد رہے کہ ہدایت کا معنی رہنمائی اور توفیق ہے، اور صراطِ مستقیم سے مراد وہ واضح روشن راستہ ہے جس میں کجی نہ ہو، جو اللہ اور اس کی جنت تک پہنچانے والا ہو، اور یہ قرآن وسنت کی راہ ہے۔

عبدالرحمٰن سعدی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"صراطِ مستقیم" یعنی سیدھے راستے سے مراد وہ واضح راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کی جنت تک پہنچاتا ہے۔ یہ معرفتِ حق اور اس پر عمل پیرا ہونے کا نام ہے۔ پس (اے اللہ! تو ہماری) اس راستے کی طرف رہنمائی فرما، اور اس راستے میں ہمیں اپنی رہنمائی سے نواز۔ سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کا مطلب، دینِ اسلام کو اختیار کرنا اور اسلام کے سوا دیگر تمام ادیان کا ترک کر دینا ہے۔

یہ صراطِ مستقیم نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کا راستہ ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔ یہ ان لوگوں کا راستہ نہیں جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا، جنہوں نے حق کو پہچان کر بھی اسے ترک کر دیا مثلاً یہود وغیرہ اور نہ یہ ان گمراہ لوگوں کا راستہ ہے، جنہوں نے نصاریٰ کی مانند حق کو ترک کر کے جہالت اور گمراہی کو اختیار کر لیا۔" [1]

سورۂ نساء میں آیا ہے۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

﴿مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۟﴾ (النساء: ٦٩)

"اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے، وہ اُن کے ساتھ ہوں گے، جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی انبیاء و صدیقین اور شہداء و صالحین کے ساتھ ہوں گے، اور یہ بڑے ہی اچھے ساتھی ہوں گے۔"

---

[1] تفسیر السعدی: ١/ ٧٢ـ٧٣.

یہ لوگ اہل ہدایت واستقامت ہوتے ہیں، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، اوامر کو بجالاتے ہیں اور منکرات ومنہیات سے باز رہتے ہیں۔''

نبی کریم ﷺ سے پہلے دوسرے انبیاء علیہم السلام بھی لوگوں کو سیدھے راستے کی طرف ہی دعوت دیتے تھے۔جیسا کہ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝۵۱﴾

(آل عمران : ۵۱)

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ میرا اور تمہارا پروردگار ہے، پس تم اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔''

انبیاء کا کام صرف یہی تھا کہ وہ لوگوں کو سیدھے راستے کی طرف دعوت دیں، سیدھے راستے پر چلا دینا اور اس کی توفیق دینا، صرف اللہ تعالیٰ کا ہی کام ہے۔چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۲۵﴾ (یونس : ۲۵)

''اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف رہنمائی سے نواز دیتا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ اس راستے کی طرف دعوت دیتے رہے۔اللہ رب العزت نے رسول مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبانی ارشاد فرمایا:

﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝۱۵۳﴾(الانعام : ۱۵۳)

''اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے۔پس اس راہ پر چلو، اور دوسروں کی راہ پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔اس کا تم کو اللہ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔''

اس بات کی مزید توضیح اور تفسیر نبی کریم ﷺ کی اس حدیث سے ہو جاتی ہے، جس میں

ہے کہ ''آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے ایک خط کھینچا اور فرمایا: یہ اللہ کا (سیدھا) راستہ ہے، اور چند خطوط اس کی دائیں اور بائیں جانب کھینچے، اور فرمایا: یہ راستے ہیں جن پر شیطان بیٹھا ہوا ہے، اور وہ ان کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے یہ (مذکورہ بالا) آیت تلاوت فرمائی۔'' [1]

آپ ﷺ نے جو خط دائیں اور بائیں کھینچے، انہیں شیطان کا راستہ بتلایا، لیکن پھر بھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ حق کا راستہ ایک نہیں، بلکہ چار ہیں اور چاروں کے چاروں ہی برحق ہیں۔

﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ﴾ (یونس: ۳۲)

''حق کے بعد سوائے گمراہی کے اور کچھ نہیں ہے۔''

یعنی ہدایت بمعنی ''دعوت وراہنمائی'' سب کے لیے عام ہے۔ لیکن ہدایت بمعنی توفیق اور جنت میں داخل کرنا، سب کو نصیب نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ﴾

(القصص: ۵۶)

''آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔''

بخاری وغیرہ نے مسیّب بن حزن مخزومی اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ''یہ آیت رسول اللہ ﷺ کے چچا ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی تھی، جب وہ آپ ﷺ کے بے حد اصرار کے باوجود اسلام نہیں لائے اور کفر کی حالت میں مر گئے۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ جب تک مجھے منع نہ کر دیا جائے میں ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا۔ تو سورۂ توبہ کی آیت: ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ﴾ (التوبہ: ۱۱۳) نازل ہوئی، جس میں آپ کو مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا کرنے سے روک دیا گیا، اور سورۃ القصص کی یہ (مذکورہ بالا) آیت نازل ہوئی کہ ''آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے۔'' [2]

---

[1] مسند احمد: ۱/ ۴۳۴، ۴۳۵۔ احمد شاکر نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ۴۷۷۲.

نبی کریم ﷺ دین حق لے کر مبعوث ہوئے تھے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ﴾ (البقرة : ۱۱۹)

''بلاشبہ ہم نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔''

سورۂ آل عمران میں ہے:

﴿نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ﴾ (آل عمران : ۳)

''(اے پیغمبر!) اللہ تعالیٰ نے آپ پر حق کے ساتھ کتاب کو نازل فرمایا ہے۔''

سورۃ النساء میں ارشاد ہے:

﴿إِنَّآ أَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ أَرٰكَ اللّٰهُ ۚ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِينَ خَصِيمًا ﴿١٠٥﴾﴾ (النساء : ۱۰۵)

''یقیناً ہم نے تمہاری طرف حق کے ساتھ اپنی کتاب نازل فرمائی ہے، تاکہ تم لوگوں میں اس چیز کے مطابق فیصلہ کرو جس سے اللہ نے تم کو شناسا کیا ہے۔ اور خیانت کرنے والوں کے حمایتی نہ بنو۔''

سورۃ النساء میں ہی ایک دوسرے مقام پر ہے:

﴿يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوا﴾

(النساء : ۱۷۰)

''اے لوگو! یقیناً تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے رسول حق لے کر آن پہنچا ہے، پس تم ایمان لے آؤ۔''

سورۃ التوبہ میں ہے:

﴿هُوَ الَّذِيٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿٣٣﴾﴾ (التوبة : ۳۳)

''وہی ذات ہے، جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا، تاکہ وہ

اسے تمام دیگر مذاہب پر غالب کر دے، گو مشرکین اس سے ناخوش ہی ہوں۔''

سورۂ یونس میں ہے:

﴿فَإِنْ كُنتَ فِي شَكٍّ مِّمَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِينَ يَقْرَءُونَ الْكِتَٰبَ مِن قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿٩٤﴾﴾ (یونس : ٩٤)

''پھر اگر آپ اس کی طرف سے شک میں ہوں جس کو ہم نے آپ کے پاس بھیجا ہے، تو آپ ان لوگوں سے پوچھ دیکھئے جو آپ سے پہلی کتابوں کو پڑھتے ہیں۔ بے شک آپ کے رب کی طرف سے کتابِ حق آئی ہے۔ آپ ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔''

اور سورۃ النمل میں ہے:

﴿فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۖ إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِينِ ﴿٧٩﴾﴾ (النمل : ٧٩)

''پس آپ اللہ ہی پر بھروسہ رکھئے، یقیناً آپ حق اور کھلے دین پر ہیں۔''

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''دینِ حق سے مراد ایسے درست اعمالِ صالحہ ہیں جو دنیا میں بھی نفع مند ہوں، اور آخرت میں بھی کامیابی کا ذریعہ۔'' [1]

شیخ عبدالرحمٰن السعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''دینِ حق عمل صالح کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو دین دے کر مبعوث فرمایا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات، اس کے افعال اور اس کے احکام واخبار کے بارے میں باطل میں سے حق کو واضح کرنے اور ہر ایسے حکم پر مشتمل ہے جو بدن، روح اور قلب کے لیے نافع اور ان کی اصلاح کرتا ہے، یعنی دین میں اخلاص، اللہ تعالیٰ سے محبت اور اسی کی عبادت کا حکم دیتا ہے، وہ مکارمِ اخلاق،

[1] تفسیر ابن کثیر : ٤/١٣٦.

محاسنِ عادات، اعمالِ صالحہ اور آدابِ نافعہ کے احکام پر مشتمل ہے، اور ان تمام برے اخلاق اور برے اعمال سے روکتا ہے جو ان کی ضد ہیں، جو دنیا و آخرت میں قلب و بدن کے لیے ضرر رساں ہیں۔'' ❶

نبی کریم ﷺ شاعر اور مجنون نہ تھے:

رسول اللہ ﷺ نے جب مکہ میں اسلام کی دعوت پیش کی تو وہ تمام لوگ جو آپ کو صادق وامین کے لقب سے پکارتے تھے، آپ کے خلاف ہو گئے اور آپ کو شاعر و مجنون کے لقب سے پکارنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں متعدد مقامات پر ان کی تردید فرمائی ہے، اور یہ واضح کیا ہے کہ آپ ﷺ جو تعلیمات لے کر آئے ہیں وہ نہ تو کسی شاعر کی شاعری ہے اور نہ ہی کسی مجنون کا دیوانہ پن، بلکہ وہ تو رب العالمین کی طرف سے ہدایت ہی ہدایت ہے۔ چند دلائل پیش خدمت ہیں:

﴿وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝٣ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝٤﴾ (النجم: ٣، ٤)

''(پیغمبر ﷺ) اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کہتے۔ (بلکہ) وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔''

﴿وَ مَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَ مَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝٦٩﴾

(یٰسٓ: ٦٩)

''نہ تو ہم نے اس پیغمبر کو شعر سکھائے ہیں، اور نہ ہی یہ اس کے لائق ہیں۔ وہ تو صرف نصیحت اور واضح قرآن ہے۔''

﴿وَّ مَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝٤١﴾ (الحاقه: ٤١)

''یہ کسی شاعر کی بات نہیں، بہت کم ہے جو تم ایمان لاتے ہو۔''

﴿اَوَ لَمْ يَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝١٨٤﴾

(الاعراف: ١٨٤)

❶ تفسیر السعدی: ١٠٣٥/١.

''کیا یہ لوگ غور وفکر نہیں کرتے ، ان کے اس ساتھی یعنی محمد کو کوئی جنون نہیں ، وہ تو صرف کھلا ڈرانے والا ہے۔''

﴿أَمْ يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ ۚ بَلْ جَاءَهُم بِالْحَقِّ وَأَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كَارِهُونَ ۝﴾

(المومنون : ۷۰)

''یا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اسے جنون ہے، (نہیں) بلکہ وہ تو ان کے پاس حق لے کر آیا ہے، اوران میں سے اکثر لوگ حق کو ناپسند کرتے ہیں۔''

﴿قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُم بِوَاحِدَةٍ ۖ أَن تَقُومُوا لِلَّهِ مَثْنَىٰ وَفُرَادَىٰ ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا ۚ مَا بِصَاحِبِكُم مِّن جِنَّةٍ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُم بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ ۝﴾ (سبا : ٤٦)

''کہہ دیجیے کہ میں تمہیں صرف ایک ہی بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم خلوص کے ساتھ ضد چھوڑ کر، دو دومل کر یا تنہا تنہا کھڑے ہو کر سوچو تو سہی، تمہارے اس ساتھی کو کوئی جنون نہیں۔ وہ تو تمہیں ایک بڑی سخت آفت کے آنے سے پہلے ہوشیار کرنے والا ہے۔''

﴿ن ۚ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ۝ مَا أَنتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ ۝﴾

(القلم : ۱،۲)

''ن، اور قسم ہے قلم کی، اور اس کی جو کچھ کہ وہ (فرشتے) لکھتے ہیں۔ تو اپنے رب کے فضل سے دیوانہ نہیں ہے۔''

﴿فَذَكِّرْ فَمَا أَنتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ ۝﴾

(الطور : ۲۹)

''آپ نصیحت کرتے رہیں، کیونکہ آپ اپنے رب کے فضل سے نہ تو کاہن ہیں اور نہ ہی دیوانہ۔''

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے:

((اِنَّ ضِمَادًا قَدِمَ مَكَّةَ ، وَ كَانَ مِنْ أَزْدِ شَنُوْئَةَ ، وَ كَانَ يَرْقِيْ مِنْ هٰذَا الرِّيْحِ ، فَسَمِعَ سُفَهَاءَ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ يَقُوْلُوْنَ: اِنَّ مُحَمَّدًا مَجْنُوْنٌ ، فَقَالَ : لَوْ أَنِّيْ رَأَيْتُ هٰذَا الرَّجُلَ لَعَلَّ اللّٰهَ يَشْفِيْهِ عَلٰى يَدَيَّ . قَالَ: فَلَقِيَهُ ، فَقَالَ : يَا مُحَمَّدُ! اِنِّيْ أَرْقِيْ مِنْ هٰذَا الرِّيْحِ ، وَإِنَّ اللّٰهَ يَشْفِيْ عَلٰى يَدِيْ مَنْ شَاءَ ، فَهَلْ لَّكَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ ، نَحْمَدُهُ وَ نَسْتَعِيْنُهُ ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ ، وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ ، أَمَّا بَعْدُ! فَقَالَ أَعِدْ عَلَيَّ كَلِمَاتِكَ هٰؤُلَاءِ ، فَأَعَادَهُنَّ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ، قَالَ: فَقَالَ : لَقَدْ سَمِعْتُ قَوْلَ الْكَهَنَةِ ، وَ قَوْلَ السَّحَرَةِ ، وَ قَوْلَ الشُّعَرَاءِ ، فَمَا سَمِعْتُ مِثْلَ كَلِمَاتِكَ هٰؤُلَاءِ ، وَ لَقَدْ بَلَغْنَ نَاعُوْسَ الْبَحْرِ ، قَالَ ، فَقَالَ: هَاتِ يَدَكَ أُبَايِعْكَ عَلَى الْإِسْلَامِ قَالَ: فَبَايَعَهُ .)) [1]

''ضماد مکہ مکرمہ آیا۔ اس کا تعلق شنوءۃ قبیلہ سے تھا، اور وہ جنات وغیرہ کے لیے دم کیا کرتا تھا۔ جب اس نے مکہ مکرمہ کے جاہل لوگوں کو کہتے ہوئے سنا (نعوذ باللہ) محمد دیوانے ہوگئے ہیں۔ تو اس نے کہا کہ اگر میں اس آدمی کو دیکھ لوں تو شاید اللہ تعالیٰ اس کو میرے ہاتھ سے شفا یاب کر دے۔ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وہ آپ سے ملا، اور کہنے لگا کہ میں آسیب کا دم کرتا ہوں، کیا آپ چاہتے ہیں (کہ میں آپ کا علاج کروں؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تمام حمد وثناء اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں اور اسی سے مدد طلب کرتے ہیں، جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے اسے کوئی گمراہ نہیں کر

[1] صحیح مسلم، کتاب الجمعة، رقم: ۲۰۰۸.

سکتا، اور جس شخص کو اللہ سیدھے راستے سے ہٹا دے اسے کوئی سیدھے راستے پر نہیں لا سکتا۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔''

حمد وصلاۃ سننے کے بعد ضماد کہنے لگا کہ آپ ان کلمات کو میرے سامنے دوبارہ ارشاد فرمائیے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کلمات کو اس کے سامنے تین مرتبہ دہرایا۔ اس نے کہا: بلاشبہ میں نے کاہنوں، جادوگروں اور شعراء کا کلام سنا ہے، لیکن میں نے آپ کے ان کلمات جیسا کلام نہیں سنا۔ بلاشبہ یہ کلمات تو فصاحت وبلاغت کا سمندر ہیں۔ آپ اپنا ہاتھ آگے بڑھائیں، میں اسلام پر بیعت کرتا ہوں۔ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس سے اسلام پر بیعت لی۔''

درج بالا دلائل سے معلوم ہوا کہ قرآن اللہ رب العالمین کا کلام ہے، کسی شاعر کا کلام نہیں اور مشرکین کے تمام الزامات بے بنیاد ہیں کہ آپ ﷺ شاعر، کاہن یا مجنون ہیں۔ اور اگر کوئی انسان تھوڑا سا بھی غور کر لے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ یہ قرآن کسی شاعر یا کاہن کا قول ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ شاعر کے تخیل کی پرواز میں میدان زندگی کا ہر اچھا یا برا پہلو ہو سکتا ہے، ماحول کا تاثر اس کی طبیعت پر غالب رہتا ہے، اور معاشرے کی اکثریت چونکہ گمراہ ہوتی ہے، اس لیے اس کا تخیل بھی انہی راستوں پر پرواز کرتا ہے۔ جبکہ قرآن صرف بھلائی ہی بھلائی کا راستہ دکھاتا ہے۔ شاعر اور رسول میں دوسرا فرق یہ ہے کہ شاعر کے افکار ونظریات میں اور بندش کلام میں عمر وعقل کی پختگی، تجربہ اور ممارست کی وجہ سے تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ لیکن کلام اللہ ایسی تبدیلی اور قباحت سے یکسر پاک ہے۔ اس نے جو بات پہلے دن پیش کی، پھر اس کے بعد جو کچھ پیش کیا، پہلے نظریہ کی تائید میں ہی پیش کیا اور اس کی فصاحت وبلاغت، الفاظ کی بندش اور طرزِ بیان میں کبھی فرق نہیں آیا۔ علاوہ ازیں شاعر جو کچھ ڈینگیں مارتا ہے اور لاف زنی کر کے لوگوں کے

جذبات میں وقتی طور پر ایک ہیجان سا پیدا کر دیتا ہے، مگر وہ اپنی اس لاف زنی پر نہ کبھی عمل پیرا ہوتا ہے اور نہ ہی ہو سکتا ہے۔ جبکہ قرآن مجید کو پیش کرنے والا رسول جو کچھ پیش کرتا ہے اس پر عمل بھی کرتا ہے، پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ قرآن حکیم شاعری ہے اور اس کی طرف بلانے والا رسول شاعر ہے۔

اسی طرح قرآن کریم کسی کاہن کا کلام بھی نہیں، کیونکہ کہانت کا ماخذ جنات اور خبیث روحیں ہیں جو ملاء اعلیٰ سے کوئی نہ کوئی بات سن لیتی ہیں اور جھوٹ سچ ملا کر کاہنوں تک پہنچاتی ہیں ۔لہٰذا ان کی بتائی ہوئی غیب کی خبریں اکثر غلط ہوتی ہیں اور کبھی کبھار کوئی خبر صحیح بھی نکل آتی ہے۔ جبکہ قرآن کی خبروں کا ماخذ وحی الٰہی ہے، جن کا جھوٹ ثابت ہونا ناممکن ہے۔ایسی بہت سی پیش گوئیاں قرآن میں مذکور ہیں اور بہت سی احادیث میں بھی ہیں جن میں سے کئی باتیں اپنے وقت پر لوگوں کے سامنے پوری ہو رہی ہیں۔ کاہن اور نبی میں دوسرا فرق یہ ہے کہ کاہن صرف غیب کی خبریں دیتا ہے خواہ وہ سچی ہوں یا غلط، جبکہ قرآن اور رسول کی بعثت کا مقصد زندگی کے جملہ پہلوؤں میں انسان کی رہنمائی ہے، پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے۔اگر لوگ تھوڑا سا بھی غور کر لیں تو انہیں معلوم ہو جائے کہ قرآن نہ تو کسی شاعر کا کلام ہے اور نہ ہی کسی کاہن کا۔

قریش مکہ جو آپ ﷺ کو دیوانہ اور پاگل کہا کرتے تھے، حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے فضل سے پاگل اور دیوانے بھی نہیں تھے، وہ لوگ تو بکواس کرتے تھے، کیونکہ دیوانے کے سامنے اپنی زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہوتا، جبکہ آپ ﷺ برملا اللہ کی راہ کی طرف بلاتے تھے۔ علاوہ ازیں دیوانے کے قول اور فعل میں کبھی مطابقت نہیں پائی جاتی، اس لیے کہ اسے اتنا ہوش نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ چکا ہے اور کیا کر رہا ہے۔تیسری بات یہ کہ دیوانہ ہمیشہ بے سروپا اور بہکی بہکی باتیں کرتا ہے، جبکہ آپ ﷺ کو یہ لوگ خود صادق اور امین ہونے کا سرٹیفکیٹ دے چکے ہیں۔لہٰذا یہ ممکن ہی نہیں کہ کفار کے اس الزام کو درست سمجھا جائے، وہ تو محض بغض وعناد اور اپنی حسرت مٹانے کے لیے آپ کو دیوانہ کہہ دیتے تھے۔ [1]

[1] ماخوذ از، تیسیر القرآن: ٤/ ٤٩٩، ٥١٤.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی خواہشات کے مطابق نہ چلتے:

اللہ تعالیٰ نے رسول مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ کے پاس ہدایت نہیں، ہوائے نفس ہے، اور وہ دوسروں کو اسی کی طرف دعوت دیتے ہیں، اور وہ آپ سے کبھی بھی خوش نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ آپ ان کے دین کو قبول کر لیں۔ لہٰذا ان کی خواہشات نفس کے مطابق نہ چلیے، اور ان کی مرضی حاصل کرنے کی کوشش نہ کیجیے، آپ بس رضائے الٰہی کے طلب گار رہیں۔ اور ان کے سامنے وہ دین حق پیش کریں جو آپ کو دے کر مبعوث کیا گیا ہے، اور جس کے علاوہ کوئی بھی دین، دین حق نہیں ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ﴿۱۲۰﴾﴾ (البقرة : ۱۲۰)

"یہود ونصاریٰ آپ سے ہرگز راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ آپ ان کے مذہب کے تابع نہ بن جائیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کی ہدایت ہی ہدایت ہے اور اگر آپ نے اپنے پاس علم آ جانے کے باوجود ان کی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ کے پاس آپ کا نہ تو کوئی ولی ہوگا اور نہ مددگار۔"

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

"اس آیت کے ضمن میں وہ لوگ بھی آتے ہیں جو محض مداہنت کی بنیاد پر کسی کی رائے کو قرآن وسنت پر ترجیح دیتے ہیں۔ یا سنت کو پس پشت اس لیے ڈال دیتے ہیں کہ کسی امام یا کسی عالم کا قول اس کے خلاف ہے۔ اور قرآن وسنت کی تاویل کرتے ہیں۔ ان کے معانی ومفاہیم کو بدل دیتے ہیں تاکہ کوئی حاکم وقت ناراض نہ ہو جائے۔

گویا کوئی بھی آدمی کسی انسان کی مرضی یا رائے کو مقدم کرنے کے لیے قرآن اور رسول اللہ کی سنت کو نظر انداز کر دیتا ہے، اور وہ اس آیت کے ضمن میں آئے گا، اور آیت میں موجود تہدید و وعید اس کو شامل ہوگی۔'' (تیسیر الرحمٰن، ص:۶۸)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿ وَ لَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَ مَاۤ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَ مَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ؕ وَ لَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۴۵ ﴾ (البقرة : ۱٤۵)

''اور آپ اگرچہ اہل کتاب کو تمام دلیلیں دے دیں، لیکن وہ آپ کے قبلے کی پیروی نہیں کریں گے، اور نہ آپ ان کے قبلے کو ماننے والے ہیں، اور نہ یہ آپس میں ایک دوسرے کے قبلے کو ماننے والے ہیں۔ اور اگر آپ اپنے پاس علم آجانے کے باوجود ان کی خواہشات کے پیچھے لگیں گے تو یقیناً آپ بھی ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ كَلَّا ؕ لَا تُطِعْهُ وَ اسْجُدْ وَ اقْتَرِبْ ۝۱۹ ﴾ (العلق : ۱۹)

''خبردار! اس کا کہنا ہرگز نہ ماننا، اور سجدہ کر اور قریب ہو جا۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ آپ کفار کی خواہشات کے پیچھے ہرگز نہ چلیں، اور اگر آپ نے ایسا کیا تو پھر آپ کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ چنانچہ پھر آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا اور کفار کی خواہشات کو کبھی پورا نہ کیا۔ جیسا کہ ایک مرتبہ کفار آپ ﷺ کے پاس یہ خواہش لے کر آئے کہ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں اور ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے تو آپ ﷺ نے انہیں واضح طور پر کہہ دیا کہ:

﴿ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝۶ ﴾ (الکافرون : ۶)

’’تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے۔‘‘

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

’’جب آپ ﷺ کی دعوت سے مکہ میں کچھ لوگ مسلمان ہو گئے تو کفارِ مکہ کو ابتداءً اسلام اور کفر میں سمجھوتے کی سوجھی، اور اس کے لیے کئی راہیں اختیار کی گئیں۔ کبھی لالچ کا راستہ، اور کبھی دھمکی اور دھونس کا راستہ حتی کہ ایک دفعہ کفار نے یہاں تک پیش کش کر دی کہ آپ چاہو تو ہم آپ کے قدموں میں مال و دولت کے انبار لگا دیتے ہیں۔ حکومت چاہو تو وہ بھی حاضر ہے۔ کسی مالدار اور حسین لڑکی سے شادی چاہتے ہو تو وہ بھی حاضر ہے، مگر ہمارے معبودوں کی توہین نہ کیا کرو۔ منجملہ ایسی تدابیر کے ایک تدبیر یا تجویز یہ بھی تھی کہ کافروں نے آپ سے کہا کہ ایک سال ہم آپ ﷺ کے معبود کی عبادت کیا کریں گے، بشرطیکہ اگلے سال تم ہمارے معبودوں کی عبادت کرو۔ کفار کی یہ تدبیر کسی رواداری کی بنا پر نہیں تھی، بلکہ ایک انتہائی خطرناک چال تھی جس سے وہ دھوکہ دے کر پیغمبر ﷺ کو ان کے قدموں سے اُکھیڑنا چاہتے تھے، اس لیے کہ وہ تو اللہ تعالیٰ کو پہلے ہی معبودِ برحق بلکہ سب سے بڑا معبود تسلیم کرتے تھے۔ ان کا جرم تو صرف یہ تھا کہ وہ اللہ کے ساتھ دوسرے معبودوں کی بھی عبادت کیا کرتے تھے۔ اس لیے اس شرط سے نہ ان کے عقیدہ میں کچھ فرق آتا تھا، اور نہ ہی طرزِ زندگی میں، جبکہ اللہ کے رسول کو وہ شرک کی نجاست میں مبتلا کرنا چاہتے تھے جسے مٹانے کے لیے ہی آپ ﷺ کو مبعوث کیا گیا تھا۔

بہرحال آپ ﷺ نے اللہ کے حکم سے ان کے سامنے اعلان کر دیا کہ اس شرط پر ہمارے تمہارے درمیان کبھی سمجھوتہ نہیں ہو سکتا، کیونکہ میں کسی قیمت پر تمہارے معبودوں کی عبادت نہیں کر سکتا۔ جس کا نتیجہ یہی ہو سکتا ہے کہ تم بھی ایک اکیلے اللہ کی عبادت کرنا گوارا نہ کرو گے اور اپنے دوسرے معبودوں کو چھوڑنے پر تیار نہ ہو گے۔

یہ ہے وہ دوٹوک فیصلہ جو صرف مکہ کے کافروں کو نہیں، دنیا بھر کے کافروں کو بھی

نہیں بلکہ مسلمانوں کو بھی واضح الفاظ میں بتایا گیا کہ مشرکوں کو ان کے معبود مبارک رہیں، مگر مسلمان اسے کسی قیمت پر گوارا نہیں کر سکتے۔ شرک کے معاملہ میں اسلام نے کسی قسم کی لچک اور رواداری برداشت نہیں کی، خواہ یہ مشرک کافر ہوں یا اپنے آپ کو مسلمان ہی کہلاتے ہوں، کیونکہ اللہ پر ایمان لانے کے باوجود لوگوں کی اکثریت مشرک ہی ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے۔'' ❶

نبی کریم ﷺ پر سب سے زیادہ آزمائشیں آئیں:

تندی بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب!
یہ تو چلتی ہے تجھے اُونچا اُڑانے کے لیے

اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا جتنا زیادہ برگزیدہ ہوتا ہے، اور جسے اللہ تعالیٰ جتنا زیادہ بلند مقام عطا فرماتا ہے، اسے اتنا ہی زیادہ آزمائشوں میں بھی مبتلا کر دیتا ہے۔ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((عِظَمُ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ ، وَإِنَّ اللّٰهَ إِذَا أَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ فَمَنْ رَضِيَ ، فَلَهُ الرِّضَا ، وَمَنْ سَخِطَ ، فَلَهُ السَّخْطُ)) ❷

''بلاشبہ بڑا بدلہ بڑی آزمائش کا ہی نتیجہ ہوتا ہے، اور یقیناً اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو انہیں آزماتا ہے، پھر جو راضی رہے اس کے لیے (اللہ کی) رضامندی ہے، اور جو ناراض ہو جائے اس کے لیے (اللہ کی) ناراضگی ہے۔''

چونکہ انبیاء علیہم السلام کا مقام دیگر تمام انسانوں سے بلند ہے، اس لیے ان پر آزمائشیں بھی زیادہ آتی ہیں، جیسا کہ ایک روایت میں ہے: دریافت کیا گیا، اے اللہ کے رسول!

((أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً؟ قَالَ: الْأَنْبِيَاءُ .)) ❸

---

❶ تیسیر القرآن: ٤/ ٧٠١، ٧٠٢.

❷ سنن ابن ماجه، كتاب الفتن، رقم: ٤٠٣١ ـ سلسلة الصحيحة، رقم: ١٤٦.

❸ سنن ترمذی، كتاب الزهد، رقم: ٢٣٩٨ ـ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

''لوگوں میں کسے سب سے سخت آزمائش پہنچتی ہے۔فرمایا، انبیاء کو۔''

ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ بَلَاءً الْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ .)) ❶

''بلاشبہ لوگوں میں سب سے سخت آزمائش انبیاء کو آتی ہے، پھر ان کو جو ان کے قریب ہیں اور پھر ان کو جو ان کے قریب ہیں۔''

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جس سے زیادہ محبت کرتا ہے یا جسے زیادہ بلند مقام عطا فرماتا ہے اسے آزمائشوں میں بھی زیادہ مبتلا کرتا ہے۔ چونکہ محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کے تمام انسانوں حتی کہ تمام انبیاء علیہم السلام سے بھی بڑھ کر مقام عطا فرمایا ہے، آپ ﷺ کو انبیاء علیہم السلام کا امام اور سردار بنایا ہے، اس لیے آپ پر آزمائشیں بھی سب سے زیادہ آئیں اور آپ نے ان آزمائشوں پر صبر وثبات کا مظاہرہ کیا، اور بڑی سے بڑی آزمائش میں بھی صبر واستقلال کا دامن کبھی نہ چھوڑا، جیسا کہ آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے متعدد واقعات اس پر شاہد عدل ہیں۔

نبی کریم ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِّن زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَاءِ ۖ وَلَن نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّىٰ تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَّقْرَؤُهُ ۗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا ﴿٩٣﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَن يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ إِلَّا أَن قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَّسُولًا ﴿٩٤﴾ قُل لَّوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَّسُولًا ﴿٩٥﴾ ﴾

(الاسراء : ٩٣ تا ٩٥)

---

❶ صحيح الجامع الصغير، رقم: ١٥٦٢.

''یا آپ کے اپنے لیے کوئی سونے کا گھر ہو جائے، یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں، اور ہم تو آپ کے چڑھ جانے کا بھی اس وقت تک ہرگز یقین نہیں کریں گے جب تک کہ آپ ہم پر کوئی کتاب نہ اتار لائیں جسے ہم خود پڑھ لیں، آپ (ان سے) کہہ دیجیے کہ میرا پروردگار پاک ہے، میں تو صرف ایک انسان ہی ہوں جو رسول بنایا گیا ہے۔ لوگوں کے پاس ہدایت پہنچ چکنے کے بعد ایمان سے روکنے والی صرف یہی چیز رہی کہ انہوں نے کہا، کیا اللہ نے ایک انسان کو ہی رسول بنا کر بھیجا۔ آپ کہہ دیں کہ اگر زمین میں فرشتے چلتے پھرتے، اور رہتے بستے ہوتے تو ہم بھی ان کے پاس کسی آسمانی فرشتے کو ہی رسول بنا کر بھیجتے۔''

سورۃ الکہف میں ارشاد ہے:

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿١١٠﴾﴾ (الکہف : ١١٠)

''اعلان کر دیجیے کہ میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں، ہاں، میری جانب وحی کی جاتی ہے، سب کا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، تو جسے بھی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہیے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے۔''

سورۂ فصلت میں ہے:

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ﴿٦﴾﴾ (فصلت : ٦)

''آپ کہہ دیجیے کہ میں تو تم جیسا ہی انسان ہوں، مجھ پر وحی نازل کی جاتی ہے کہ تم سب کا معبود ایک اللہ ہی ہے، سو تم اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ، اور اس سے گناہوں کی معافی چاہو اور ان مشرکوں کے لیے (بڑی ہی) خرابی ہے۔''

سورۂ یونس میں ہے:

﴿ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ۝۲ ﴾ (یونس : ۲)

”کیا ان لوگوں کو اس بات سے تعجب ہے کہ ہم نے ان میں سے ایک انسان کے پاس وحی بھیجی ہے کہ سب آدمیوں کو ڈراؤ، اور جو ایمان لے آئیں ان کو یہ خوش خبری سناؤ کہ ان کے رب کے پاس ان کو پورا اجر و مرتبہ ملے گا، کافروں نے کہا کہ یہ شخص تو بلاشبہ صریح جادوگر ہے۔“

سورۃ الانعام میں ہے:

﴿ قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۝۵۰ ﴾ (الانعام : ۵۰)

”آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، اور نہ میں غیب جانتا ہوں، اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے اس کا اتباع کرتا ہوں، آپ کہئے کہ اندھا اور بینا کہیں برابر ہو سکتا ہے، سو کیا تم غور نہیں کرتے؟“

مذکورہ بالا آیات اس بات کے اثبات کے لیے یقیناً بہت زیادہ ہیں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، آپ فرشتوں کی مانند کوئی نوری مخلوق نہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ کے علاوہ بھی جتنے رسول آئے وہ تمام بھی انسان ہی تھے، فرق صرف اتنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا خاص فضل فرمایا تھا اور انہیں دیگر انسانوں میں سے شرفِ نبوت کے لیے چن لیا تھا۔

سورۂ ابراہیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى

مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ‌ؕ وَمَا كَانَ لَنَاۤ اَنۡ نَّاۡتِيَكُمۡ بِسُلۡطٰنٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ‌ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۱﴾ (ابراهيم : ۱۱)

''ان کے پیغمبروں نے ان سے کہا کہ یہ تو سچ ہے کہ ہم تم جیسے ہی انسان ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنا فضل کرتا ہے۔ اللہ کے حکم کے بغیر ہماری مجال نہیں کہ ہم کوئی معجزہ تمہیں لا دکھائیں۔ اور ایمان والوں کو صرف اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ رکھنا چاہیے۔''

سنن ابی داود میں ایک طویل روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسکرائے حتی کہ آپ کی داڑھیں مبارک ظاہر ہوگئیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَشْهَدُ أَنَّ اللّٰهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، وَأَنِّي عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ .)) ❶

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر (پوری طرح) قادر ہے، اور میں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں۔''

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی طویل روایت میں ہے کہ جب قبر میں مومن آدمی سے رسول اللہ ﷺ کے متعلق سوال کیا جائے گا، تو وہ کہے گا:

((هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ وَ رَسُوْلُهُ .)) ❷

''آپ اللہ کے بندے اور رسول تھے۔''

رسول اللہ ﷺ نے قیصر روم ہرقل کی طرف خط لکھا، تو اس کی ابتدا یوں فرمائی:

((بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ، مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ اِلَى هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ ، سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ......)) ❸

---

❶ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، رقم: ۱۱۷۳۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔
❷ سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، رقم: ۴۷۵۱۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔
❸ صحیح بخاری، کتاب الاستئذان، رقم: ۶۲۶۰۔

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ محمد اللہ کے بندے اوراس کے رسول کی طرف سے ہرقل کی طرف جو روم کا بڑا ہے، اس پر سلامتی ہو جس نے ہدایت کو قبول کرلیا۔''

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تُطْرُوْنِیْ كَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰى ابْنَ مَرْيَمَ ، فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُهُ فَقُوْلُوْا: عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ .)) ❶

''میری تعریف میں حد سے تجاوز نہ کرو، جیسا کہ نصاری نے عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کیا تھا، میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں۔ پس تم بھی مجھے اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہو۔''

ایک بار کسی صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان الفاظ میں مخاطب کیا: ''يَا مُحَمَّدُ! يَا سَيِّدَنَا وَابْنَ سَيِّدِنَا ، وَخَيْرَنَا وَابْنَ خَيْرِنَا'' ''یعنی اے محمد! اے ہمارے سرداراور ہمارے سردار کے بیٹے! اے ہم میں سب سے افضل اور سب سے افضل کے بیٹے!'' یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَآ اَيُّهَا النَّاسُ! عَلَيْكُمْ بِتَقْوَاكُمْ ' لَا يَسْتَهْوِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ' اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ' عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ' وَاللّٰهِ مَا اُحِبُّ اَنْ تَرْفَعُوْنِیْ فَوْقَ مَنْزِلَتِیَ الَّتِیْ اَنْزَلَنِیَ اللّٰهُ .)) ❷

''اے لوگو! تقویٰ کو لازم پکڑو! دیکھو کہیں شیطان تمہیں میری محبت میں صحیح راستے سے بھٹکا نہ دے۔ میں محمد بن عبداللہ ہوں' اللہ کا بندہ اوراس کا رسول ہوں۔ مجھے یہ قطعاً پسند نہیں کہ تم مجھے میرے اُس مقام سے اونچا اٹھاؤ جس مقام پر اللہ تعالیٰ نے مجھے رکھا ہے۔''

---

❶ صحيح بخارى ، كتاب احاديث الانبياء ، رقم: ٣٤٤٥.

❷ مسند احمد: ١٥٢/٣ ، رقم: ١٢٥٥١ـ شیخ شعیب نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔ نسائى فى عمل اليوم والليلة، ص: ٢٤٩.

رسول اللہ ﷺ کے یہ واضح فرامین اس بات کا قطعی ثبوت ہیں کہ آپ ﷺ اللہ کے بندے اور رسول تھے، اور انسانوں میں سے ایک انسان تھے۔ مزید اس کا ثبوت یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ عام انسانوں کی طرح کھاتے پیتے، اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے اور دیگر اُمور انجام دیتے تھے حتی کہ جیسے ہر انسان کے لیے موت مقدر کی گئی ہے، اسی طرح آپ ﷺ کو بھی موت آئی۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے مجھ پر بے پناہ انعامات میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں، میری باری کے دن، میرے سینے اور حلق کے درمیان فوت کیے گئے، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات کے قریب میرے لعاب اور آپ کے لعاب دہن کو جمع فرمایا (اور وہ اس طرح کہ) عبدالرحمٰن بن ابی بکر میرے پاس اندر آئے اور ان کے پاس مسواک تھی۔ میں نے آپ ﷺ کو سہارا دے رکھا تھا، میں نے دیکھا کہ آپ مسواک کی طرف متوجہ ہیں۔ میں سمجھ گئی کہ آپ مسواک کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے پوچھا، کیا آپ کے لیے مسواک لوں؟ آپ ﷺ نے اثبات میں سر سے اشارہ کیا۔ میں نے آپ کو وہ مسواک پکڑا دی۔ چنانچہ آپ نے مسواک کرنا شروع کی، لیکن وہ آپ کے لیے سخت تھی۔ پھر میں نے پوچھا، کیا میں اسے آپ کے لیے نرم کر دوں؟ آپ نے اپنے سر سے ہاں کا اشارہ کیا۔ چنانچہ میں نے مسواک کو آپ کے لیے نرم کر دیا۔ آپ ﷺ نے اس کو (دانتوں پر) پھیرا اور آپ کے ہاتھوں کے درمیان پانی کا برتن تھا۔ آپ پانی میں اپنے ہاتھ ڈالتے اور اپنے چہرے پر دونوں ہاتھ ملتے رہے، اور کہنے لگے: ''لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ'' بلاشبہ سکراتِ موت برحق ہیں۔ پھر اپنا ہاتھ بلند کیا اور رفیقِ اعلیٰ سے ملاقات کی دعا کر رہے تھے حتی کہ آپ کی روح قبض کر لی گئی اور آپ کا دستِ مبارک جھک گیا۔'' [1]

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم: ۳۴۴۹.

''انبیاء ورسل علیہم السلام کے مخالفین کا ہمیشہ یہ اعتراض رہا ہے کہ چونکہ یہ رسول ہماری طرح کا ہی انسان ہے، ہماری طرح ہی کھاتا پیتا، چلتا پھرتا، شادی کرتا اور صاحب اولاد ہے جو احتیاجات ہمیں لاحق ہیں وہ اسے بھی لاحق ہیں۔ پھر یہ نبی کیسے ہوسکتا ہے؟ گویا کافر اس وجہ سے انبیاء علیہم السلام کی نبوت کا انکار کرتے تھے کہ وہ بشر ہیں۔ پھر بعد میں انھی نبیوں کی امت میں سے ایسے لوگ پیدا ہوئے، جنھوں نے فرطِ عقیدت سے ان کی نبوت ورسالت کو تو ان کی حد سے متجاوز تسلیم کیا، مگر ان کی بشریت سے انکار کر دیا۔ پھر کسی نے اپنے نبی کو خدا کا درجہ دے دیا، کسی نے خدا کے بیٹے کا اور کسی نے یوں کہا کہ خدا اس میں حلول کر گیا ہے، گویا ان دونوں انتہا پسندوں کی نظر میں بشریت اور رسالت کا ایک ذات میں جمع ہونا ناممکن ہی بنا رہا۔ کافروں نے بشریت کی وجہ سے رسالت کا انکار کیا اور فرطِ عقیدت رکھنے والوں نے رسالت کی وجہ سے بشریت کا انکار کر دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ رسول کا انسان ہونا ہی ضروری ہے، کیونکہ دنیا میں انسان آباد ہیں، اس لیے ان کے لیے رسول بھی انسان ہی ہونا چاہیے۔ وجہ یہ ہے کہ رسول کا کام اتنا ہی نہیں ہوتا کہ وہ اللہ کا پیغام پہنچا دے یا اس پیغام کی تشریح وتوضیح کر دے۔ بلکہ یہ کام بھی ہوتا ہے کہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ احکام پر عمل کر کے دکھائے اور امت کو ایک عملی نمونہ بھی پیش کرے۔ اب فرض کیجئے ایک فرشتہ رسول بن کر آتا اور آدمی کی شکل میں آتا، وہ اللہ کا پیغام پہنچاتا اور ان احکام پر عمل کر کے بھی دکھا دیتا۔ تو لوگ یہ کہنے میں حق بجانب ہوتے کہ یہ عملی نمونہ دکھانے والا تو فرشتہ تھا، اس میں بشری کمزوریاں پائی جاتی تھیں نہ اسے بشری ضروریات کی احتیاج تھی۔ لہٰذا ہم اس فرشتے جیسے کام کیسے کر سکتے ہیں اور وہ ہمارے لیے نمونہ کیسے بن سکتا ہے۔ مزہ تو جب تھا کہ وہ ہماری طرح کا انسان ہوتا پھر ان احکامات پر عمل کر کے دکھاتا۔'' [1]

---

[1] تیسیر القرآن: ٢/ ٦١٠.

ایک دوسرے مقام پر نقل فرماتے ہیں:

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے سامنے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد بار انسان ہونے کے ناطے سے بشری کمزوریوں کا اعتراف فرمایا تھا، جیسا کہ درج ذیل احادیث سے واضح ہوتا ہے:

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تو اس میں کچھ کمی بیشی کر دی۔ جب سلام پھیرا تو لوگوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! نماز کے متعلق کوئی نیا حکم آیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، کیوں کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا' آپ نے اتنی رکعت پڑھی ہیں۔ یہ سن کر آپ الٹے پاؤں پھرے، قبلہ کی طرف منہ کیا، (سہو کے) دوسجدے کیے، پھر سلام پھیرا، پھر ہماری طرف منہ کر کے فرمایا'' اگر نماز کے بارے میں کوئی نیا حکم آتا تو میں تمہیں ضرور بتاتا لیکن بات یہ ہے کہ میں بھی تمہاری طرح آدمی ہوں جیسے تم بھول جاتے ہو میں بھی بھول جاتا ہوں، تو جب میں بھول جاؤں مجھے یاد دلا دیا کرو، اور جب تم میں سے کسی کو اپنی نماز میں شک ہو جائے تو اپنے ظن غالب کے مطابق اپنی نماز پوری کرے، پھر سلام پھیرے اور سہو کے دوسجدے کرے۔ [1]

ام المومنین سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' میں بھی ایک بشر ہی ہوں، اور تم آپس میں جھگڑتے ہوئے میرے پاس آتے ہو، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تم میں سے ایک فریق دلائل دینے میں دوسرے سے زیادہ چرب زبان ہوتا ہے اور میں اس کے دلائل سن کر اسی کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہوں۔ اب اگر میں کسی فریق کو اس کے بھائی کا کچھ حق دلا دوں تو یاد رکھو! میں اسے آگ کا ایک ٹکڑا دلا رہا ہوں۔'' [2]

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ کو علم غیب نہیں تھا، جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب التوجه نحو القبلة.

[2] صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب موعظة الامام للخصوم.

سیّدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو اس وقت لوگ کھجور میں پیوند لگاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، یہ کیا کرتے ہو؟ صحابہ کرام نے جواب دیا، ہم تو ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر تم یہ کام نہ کرو تو شاید بہتر ہوگا۔ لوگوں نے پیوند لگانا چھوڑ دیا تو کھجور پھل کم لائی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں بھی ایک بشر ہی ہوں جب میں تمہیں تمہارے دین کی کسی بات کا حکم دوں تو اس پر عمل کرو اور جب میں کوئی بات اپنی رائے سے کہوں تو میں بھی آخر آدمی ہی ہوں۔ [1]

یہ احادیث ہمیں اس لیے درج کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت افراط وتفریط کا شکار ہوگئی۔ کچھ لوگ تو اس بات پر مصر ہیں کہ آپ بشر تھے ہی نہیں بلکہ نور تھے، یہ احادیث انہی کو سمجھانے اوران پر حجت کے طور پر درج کی گئی ہیں۔ دوسرا فریق جو تفریط کا شکار ہوا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک عام انسان کی سطح پر لے آیا اور دلیل یہ دی کہ انما کلمہ حصر ہے حالانکہ ''انما'' محض الوہیت اور عبودیت میں امتیاز کا فائدہ دے رہا ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں الوہیت کا کچھ بھی حصہ نہیں، اس سے کمالاتِ نبوت کی نفی مراد نہیں۔ بخاری میں " علامات النبوۃ فی الاسلام " کے عنوان کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینکڑوں معجزات مذکور ہیں، لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عام انسانوں جیسا ایک معمولی انسان سمجھنا انتہائی گستاخی اور سخت نادانی ہے۔'' [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر تھے۔ اور آپ کو رب تعالیٰ نے انسانوں سے ہی پیدا فرمایا تھا۔ جیسا کہ گزشتہ سطور میں براہین قاطعہ اور دلائل ساطعہ سے ثابت کیا جا چکا ہے۔ پس انسان و بشر ہونے کے ناطے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سایہ مبارک تھا، کیونکہ انسان کا سایہ ہوتا ہے،

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب وجوب امتثال ما قالہ.

[2] تیسیر القرآن: ۲/ ٦٦٢، ٦٦٣.

قرآنِ مجید میں ہے:

﴿وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿١٥﴾﴾ (الرعد: ۱۵)

''اور آسمانوں اور زمین میں رہنے والے (فرشتے اور جن وانس) صرف اللہ کو سجدہ کرتے ہیں، چاہے خوشی سے کریں یا مجبور ہو کر، ان کے سائے بھی صبح وشام (اللہ کو) سجدہ کرتے ہیں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''آسمانوں اور زمین میں جتنی چیزیں ہیں، سب اللہ کے ارادہ ومشیت اور اس کے حکم کے تابع ہیں۔ کوئی بھی اس کے حکم سے ایک ذرّہ برابر سرتابی نہیں کرسکتا۔ جو کفار اللہ کو سجدہ نہیں کرتے، وہ بھی اس کے ارادہ ومشیت کے مطابق کبھی صحت مند ہوتے ہیں تو کبھی بیمار، ان میں کوئی مالدار ہوتا ہے تو کوئی فقیر، انہیں بھی ایک محدود وقت تک زندہ رہنے کے بعد موت لاحق ہوتی ہے۔ اہل ایمان اللہ کے سامنے برضا ورغبت جھکتے ہیں، اور کافر اللہ کے اوامر کو قبول کرنے پر مجبور ہیں۔ ایک دوسری رائے یہ ہے کہ یہاں سجدہ سے مراد حقیقی سجدہ ہے، یعنی اللہ کی تعظیم کے لیے زمین پر پیشانی ٹیکنا۔ تو اہل ایمان انس وجن اور فرشتے فی الواقع صبح وشام یعنی ہمیشہ اللہ کو سجدہ کرتے رہتے ہیں، اور اہل کفر حالت اضطرار میں اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ نے سورۃ العنکبوت آیت (۶۵) میں فرمایا ہے: ﴿فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ ''کہ جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پورے اخلاص کے ساتھ پکارتے ہیں۔'' اسی طرح انسان اور دیگر تمام مخلوقات کے سائے بھی اللہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ جب کوئی اللہ کو سجدہ کرتا ہے تو اس کا سایہ بھی اس کے ساتھ اللہ کے سامنے جھکتا ہے۔'' (تیسیر الرحمٰن، ص: ۷۱۰-۷۱۱)

اور رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام بھی تو اللہ کی مخلوق ہیں، اور انسان بھی۔ لہٰذا آپ کا بھی سایہ مبارک

تھا۔ اور کئی احادیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا سایہ تھا۔ چنانچہ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی اور بالکل نماز کی حالت میں اپنا ہاتھ آگے بڑھایا، مگر پھر جلد ہی پیچھے ہٹا لیا۔ ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آج آپ نے خلافِ معمول نماز میں ایک نیا عمل کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں، بلکہ میرے سامنے ابھی ابھی جنت پیش کی گئی، میں نے اس میں بہترین پھل دیکھے تو میرے جی میں آیا کہ اس سے کچھ اُچک لوں، مگر فوراً حکم ملا کہ پیچھے ہٹ جاؤ، میں پیچھے ہٹ گیا۔ پھر مجھ پر جہنم پیش کی گئی۔ ((حَتّٰی رَأَیْتُ ظِلِّیْ وَظِلَّکُمْ .)) ''اس کی روشنی میں میں نے اپنا اور تمہارا سایہ دیکھا'' دیکھتے ہی میں نے تمہاری طرف اشارہ کیا کہ پیچھے ہٹ جاؤ۔'' ❶

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہنا کہ آپ کا سایہ نہیں تھا، قطعی طور پر درست نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝﴾ (الاحزاب : ٤٠)

''(لوگو!) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ محمد نہیں، لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں، اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا بخوبی جاننے والا ہے۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

((فَهٰذِهِ الْآيَةُ نَصٌّ فِي أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ .)) ❷

''یہ آیت اس بارے میں نص ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں (آئے گا)۔''

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں نقل فرماتے ہیں:

---

❶ مستدرک حاکم: ٤/٤٥٦۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے۔

❷ تفسیر ابن کثیر: ٦/٤٢٨.

''خَــا تَــمٌ'' مہر کو کہتے ہیں اور مہر آخری عمل کو ہی کہا جاتا ہے، یعنی آپ ﷺ پر نبوت ورسالت کا خاتمہ کر دیا گیا، آپ ﷺ کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا، وہ نبی نہیں کذاب و دجال ہوگا۔ احادیث میں اس مضمون کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور اس پر پوری امت کا اجماع و اتفاق ہے۔ قیامت کے قریب سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا، جو صحیح اور متواتر روایات سے ثابت ہے، تو وہ نبی کی حیثیت سے نہیں آئیں گے بلکہ نبی ﷺ کے امتی بن کر آئیں گے، اس لیے ان کا نزول عقیدۂ ختم نبوت کے منافی نہیں ہے۔ ❶

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَثَلِیْ وَ مَثَلُ الْأَنْبِیَاءِ ، کَمَثَلِ قَصْرٍ أُحْسِنَ بُنْیَانُهُ تُرِكَ مِنْهُ مَوْضِعُ لَبِنَةٍ فَطَافَ بِهِ النُّظَّارُ یَتَعَجَّبُوْنَ مِنْ حُسْنِ بُنْیَانِهِ اِلَّا مَوْضِعَ تِلْكَ اللَّبِنَةِ فَكُنْتُ أَنَا سَدَدْتُ مَوْضِعَ اللَّبِنَةِ خُتِمَ بِیَ الْبُنْیَانُ وَ خُتِمَ بِیَ الرُّسُلُ -وَ فِیْ رِوَایَةٍ : فَأَنَا اللَّبِنَةُ ، وَ أَنَا خَاتَمُ النَّبِیّیْنَ .)) ❷

''میری مثال اور دوسرے نبیوں کی مثال نہایت ہی اعلیٰ تعمیر شدہ محل کی سی ہے، جس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی تھی۔ اس کو دیکھنے والے اس کے اِرد گرد گھومتے رہے۔ اس عمارت کے حسن کو دیکھ کر عش عش کر اٹھتے۔ سوائے اس اینٹ کی خالی جگہ کے۔ چنانچہ میں نے اس اینٹ کے خلا کو پر کر دیا۔ مجھ پر اس عمارت کی تکمیل ہوئی اور رسولوں کا سلسلہ بھی مجھ پر ہی ختم ہوا۔

دوسری روایت میں ہے کہ میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں ہی خاتم النّبیین ہوں۔''

سیّدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے:

((اِنَّهُ سَیَكُوْنُ فِیْ أُمَّتِیْ كَذَّابُوْنَ ثَلَاثُوْنَ كُلُّهُمْ یَزْعَمُ أَنَّهُ نَبِیٌّ ، وَ

---

❶ تفسیر أحسن البیان ، ص : ١١٨٢ـ١١٨٣.

❷ صحیح بخاری، کتاب المناقب، رقم: ٣٥٣٤، ٣٥٣٥ـ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ٥٩٥٩.

أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي .)) ❶

''عنقریب میری امت میں تیس کذاب ہوں گے، ان میں سے ہر ایک یہ گمان کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النّبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بنی اسرائیل پر نبی حکومت کیا کرتے تھے، جب ایک نبی فوت ہو جاتا تو اس کی جگہ دوسرا نبی ہوتا۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ البتہ میرے بعد کثرت سے خلفاء پیدا ہوں گے۔'' ❷

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:

''تیری مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام سے تھی، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔'' ❸

معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور اگر کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو وہ سو فیصد کذاب ہے، خواہ مسیلمہ کذاب ہو یا مرزا غلام احمد قادیانی۔

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسیلمہ کذاب مدینہ آیا اور کہنے لگا، اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد مجھے اپنا جانشین بنائیں تو میں ان کی تابعداری کرتا ہوں۔ مسیلمہ کذاب اپنے ساتھ اور بہت سے لوگوں کو بھی لایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس چلے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیلمہ کذاب سے مخاطب ہو کر فرمایا' اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ چھڑی بھی مانگو تو میں نہیں دوں گا (جانشینی تو دور کی بات ہے) اور اللہ نے جو کچھ تیری تقدیر میں لکھ دیا ہے تو اس سے بچ نہیں سکتا۔

---

❶ سنن ابی داؤد، کتاب الفتن والسلام، رقم: ۴۲۵۲۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، رقم: ۳۴۶۵.

❸ صحیح الجامع الصغیر، رقم: ۱۴۸۴.

اور تو اسلام نہ لائے گا، اور اللہ تجھے تباہ کر دے گا، اور میں تو سمجھتا ہوں کہ تو وہی دشمن ہے، جس کا حال مجھے اللہ تعالیٰ (خواب میں) دکھا جا چکا ہے اور یہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ میری طرف سے تمہیں جواب دے گا۔ یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس چلے گئے۔ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتےہیں کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ایک دفعہ میں سویا ہوا تھا، میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن ہیں تو میں بہت پریشان ہوا۔ خواب میں ہی مجھے حکم دیا گیا کہ ان پر پھونک مارو، میں نے ان پر پھونک ماری تو وہ دونوں اڑ گئے۔ میں نے اس کی تعبیر سمجھی کہ میرے بعد دو جھوٹے شخص پیغمبری کا دعویٰ کریں گے، ان میں سے ایک اسود عنسی ہے اور دوسرا مسیلمہ کذاب۔'' [1]

مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوائے نبوت کے ابطال پر مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر ''تیسیر القرآن'' میں مفصل بحث کی ہے اور دلائل سے ثابت کیا ہے کہ مرزا کذاب اپنے پیغمبری کے دعوے میں جھوٹا تھا۔ تفصیل کے لیے شائقین اس تفسیر کی طرف رجوع کریں۔ [2]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عالم گیر رسالت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنِّى رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ٱلَّذِى لَهُۥ مُلْكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۖ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْىِۦ وَيُمِيتُ ۖ فَـَٔامِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِ ٱلنَّبِىِّ ٱلْأُمِّىِّ ٱلَّذِى يُؤْمِنُ بِٱللَّهِ وَكَلِمَٰتِهِۦ وَٱتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٥٨﴾﴾ (الاعراف : ١٥٨)

---

[1] صحيح بخاری، كتاب المغازی، باب وفد بنی حنيفة، رقم: ٤٣٧٣.

[2] تيسير القرآن: ٣/ ٥٩٠ـ ٥٩٥.

''(اے پیغمبر!) آپ کہہ دیجیے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اُس اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول ہوں، جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے پس اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے نبی پر جو کہ اللہ تعالیٰ پر اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں، اور ان کی اتباع کرو، تاکہ تم (سیدھی) راہ پر آ جاؤ۔''

اس آیت کی تفسیر کے لیے ''صحیح بخاری'' کا مطالعہ انتہائی مفید ہے، چنانچہ اس میں ہے:

''اتفاق سے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ میں کچھ چشمک ہوگئی، سیّدنا صدیق رضی اللہ عنہ نے سیّدنا فاروق رضی اللہ عنہ کو ناراض کر دیا۔ سیّدنا فاروق رضی اللہ عنہ اسی حالت میں چلے گئے۔ سیّدنا صدیق رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ آپ معاف فرمائیں اور اللہ سے میرے لیے بخشش چاہیں۔ لیکن سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ راضی نہ ہوئے بلکہ کواڑ بند کر لیے، آپ لوٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اس وقت دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں موجود تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہارے اس ساتھی نے انہیں ناراض اور غضبناک کر دیا، سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی واپسی کے بعد بہت ہی نادم ہوئے اور اسی وقت دربار رسالت مآب میں حاضر ہو کر ساری بات کہہ سنائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے، ابوبکر رضی اللہ عنہ بار بار کہتے جاتے تھے کہ اے اللہ کے رسول! زیادہ ظلم تو مجھ سے سرزد ہوا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم میرے ساتھی کو میری وجہ سے چھوڑتے نہیں؟ سنو! جب میں نے اس آوازِ حق کو اٹھایا کہ لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں، تو تم نے کہا تو جھوٹا ہے، لیکن اس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں۔'' [1]

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ: أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ، وَنُصِرْتُ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قل یا یھا الناس انی رسول اللّٰہ ……، رقم : ٤٦٤٠.

بِالرُّعْبِ ، وَ أُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطُهُوْرًا ، وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ .)) ❶

’’مجھے چھ خوبیوں کی بنا پر دوسرے انبیاء پر برتری حاصل ہے (۱) مجھے جامع گفتگو کا ملکہ دیا گیا ہے۔ (۲) خاص رعب ودبدبے کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے۔ (۳) میرے لیے مالِ غنیمت حلال کیا گیا ہے۔ (۴) میرے لیے تمام زمین مسجد اور پاکیزگی عطا کرنے والی بنائی گئی ہے۔ (۵) مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (٦) مجھ پر انبیاء کا سلسلہ ختم کیا گیا ہے۔‘‘

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

’’جسے دین اسلام کی ذرا بھی سمجھ ہے وہ بالیقین جانتا اور مانتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان کے لوگوں کی طرف اللہ کے رسول ہیں۔‘‘ ❷

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

’’معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سابقہ انبیاء علیہم السلام کی طرح نسلی یا قومی پیغمبر نہ تھے اور نہ علاقائی۔ آپ کا حلقۂ تبلیغ پوری دنیا کے انسان ہیں اور سارے کے سارے لوگ ہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم وقتی یا کسی مخصوص زمانہ کے بھی پیغمبر نہیں، بلکہ قیامت تک کے لیے پیغمبر ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا کام تا قیامت جاری رہے گا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النّبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، (اللہ کی طرف سے آنے والا نہیں) اور اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا اور کذاب ہوگا۔ آپ نے اپنی زندگی بھر امکانی حد تک تبلیغ رسالت کا فریضہ سرانجام دیا، حجۃ الوداع کا موقع پر آپ نے بڑی تاکید سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر یہ ذمہ داری ڈالی کہ جن لوگوں تک اللہ کا پیغام نہیں پہنچ سکا، ان تک وہ پہنچا دیں، لہٰذا اب اس امت کی ذمہ داری ہے

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الصلوٰة ، رقم : ١١٦٨.

❷ تفسير ابن كثير : ٢/ ٤١٤.

کہ وہ اسلام کی دعوت کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچانے کا کام سرانجام دیں، اور اس کام کے لیے جو ممکن ذرائع اختیار کیے جا سکتے ہیں، وہ کیے جائیں۔'' ❶

پہلی آیت کی تفسیر میں حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ نقل فرماتے ہیں:

''یہ آیت بھی رسالتِ محمدیہ کی عالم گیر رسالت کے اثبات میں بالکل واضح ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ اے کائنات کے انسانو! میں سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ یوں آپ ﷺ پوری بنی نوع انسانی کے نجات دہندہ اور رسول ہیں۔ اب نجات اور ہدایت نہ عیسائیت میں ہے نہ یہودیت میں، نہ کسی اور مذہب میں، نجات اور ہدایت اگر ہے تو صرف اسلام کے اپنانے اور اسے ہی اختیار کرنے میں ہے۔'' ❷

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے بعد یہود و نصاریٰ کے پاس بھی بخشش کا ایک یہی راستہ ہے کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں۔ اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا واضح فرمان بھی موجود ہے۔

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ محمد ﷺ جو اللہ کے آخری رسول اور رحمۃ للعالمین ہیں، نے فرمایا:

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! اس امت کا جو کوئی بھی یہودی یا نصرانی میری خبر سن لے یعنی میری نبوت و رسالت کی دعوت اس تک پہنچ جائے اور پھر وہ مجھ پر اور میرے لائے ہوئے دین پر ایمان لائے بغیر مر جائے، تو وہ ضرور دوزخیوں میں ہوگا۔'' ❸

عبدالرحمٰن سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جو شخص بھی یہ دعویٰ رکھتا ہے کہ وہ انبیائے کرام علیہم السلام کا پیروکار ہے، یہودی ہو یا

❶ تیسیر القرآن: ۲/ ۱۰۷.

❷ تفسیر احسن البیان، ص: ٤٦١.

❸ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ٣٤٦.

عیسائی یا کوئی اور، اگر وہ محمد ﷺ پر ایمان نہیں لایا تو وہ اس پختہ عہد (جس پر اللہ اور اس کے رسولوں کی گواہی ہے کہ محمد ﷺ پر ایمان لانا سب کے لیے لازم ہے) کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ اس عہد شکنی کی سزا کے طور پر جہنم میں ہمیشہ رہنے کا مستحق ہو گیا ہے کیونکہ وہ نافرمان ہے۔'' ❶

نبی کریم ﷺ کی نبوت کے بعد انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی آپ کی اتباع کا حکم دیا گیا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اِذۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِيۡثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيۡتُكُمۡ مِّنۡ كِتٰبٍ وَّ حِكۡمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمۡ لَتُؤۡمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنۡصُرُنَّهٗ‌ؕ قَالَ ءَاَقۡرَرۡتُمۡ وَ اَخَذۡتُمۡ عَلٰى ذٰلِكُمۡ اِصۡرِىۡ‌ؕ قَالُوۡۤا اَقۡرَرۡنَا‌ؕ قَالَ فَاشۡهَدُوۡا وَاَنَا مَعَكُمۡ مِّنَ الشّٰهِدِيۡنَ ۝۸۱﴾ (آل عمران : ۸۱)

''جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب وحکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو تمہارے پاس کی چیز کو صحیح بتائے، تو تمہارے لیے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہے۔ فرمایا کہ تم اسکے اقراری ہو اور اس پر میرا ذمہ لے رہے ہو؟ سب نے کہا کہ ہمیں اقرار ہے، فرمایا، تو اب گواہ رہو اور خود میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔''

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ایک عہد تو تمام بنی آدم سے عالم ارواح میں لیا تھا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے جس کا ذکر ''سورۂ اعراف'' میں ہے، اور دوسرا عہد انبیاء سے لیا گیا تھا، جس کا ذکر اس آیت میں ہے، اور مفسرین کی رائے کے مطابق یہ عہد بھی عالم ارواح میں ہی لیا گیا تھا، اور وہ عہد یہ تھا کہ اگر تمہاری زندگی میں کوئی ایسا نبی آئے جو تمہارے پاس پہلے سے موجود

❶ تفسیر السعدی، ص : ۳۸۷.

کتاب کی تصدیق کرتا ہو تو تمہیں اس پر ایمان بھی لانا ہوگا اور اس کی مدد بھی کرنا ہوگی ۔ یہ حکم دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے اس حکم کی بجا آوری کی توثیق بھی کرائی ۔ بے شمار انبیاء تو ایسے ہیں جو ہم عصر تھے ، جیسے سیدنا ابراہیم اور لوط علیہما السلام ، سیدنا موسیٰ اور ہارون علیہما السلام ، سیدنا عیسیٰ اور یحییٰ علیہما السلام وغیرہ ، اور یہ سب دعوت الی اللہ کے کام میں ایک دوسرے کے معاون اور مددگار تھے ۔ پھر جو عہد انبیاء علیہم السلام سے لیا گیا تھا اس کو پورا کرنے کی ذمہ داری ہر نبی کی امت پر بھی عائد ہوتی ہے ۔ اس لحاظ سے یہود پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی تھی کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لاتے اور ان کے کام میں مددگار ثابت ہوتے ۔ اسی طرح یہود ، نصاریٰ اور مشرکین مکہ (جو اپنے آپ کو دین ابراہیم کا پیروکار سمجھتے تھے) سب پر یہی ذمہ داری عائد ہوتی تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے اور ان کے معاون و مددگار ثابت ہوتے ۔ پھر یہ بات صرف اس عہد تک ہی محدود نہ تھی بلکہ ہر نبی کی کتاب میں بعد میں آنے والے نبی کی بشارت بھی دی جاتی رہی ، اور اس نبی اور اس کی امت سے اسی قسم کا عہد لیا جاتا رہا ۔

واضح رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے انبیاء علیہم السلام سے یہ عہد لیا گیا تھا اور ان کی کتابوں میں آنے والے نبی کی بشارت بھی دی گئی تھی ۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کا عہد نہیں لیا گیا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النّبیین ہیں ۔ قرآن وحدیث میں کسی آنے والے نبی کی بشارت بھی نہیں ہے ۔ اس کے برعکس قرآن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیین کہا گیا ہے اور بے شمار احادیثِ صحیحہ سے یہ بات واضح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تا قیامت کوئی نبی نہیں آئے گا ۔ البتہ قیامت کے قریب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ضرور نازل ہوں گے ، مگر اس وقت ان کی حیثیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع کی ہوگی یعنی وہ شریعتِ محمدیہ کی ہی اتباع کریں گے ۔ ‘‘ [1]

شیخ عبدالرحمٰن سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

’’ چونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النّبیین ہیں اس لیے تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر واجب ہے کہ

[1] تیسیر القرآن : ۱/ ۲۸۳ .

جس نبی کو بھی آپ ﷺ کا زمانہ ملے وہ آپ پر ایمان لائے ، آپ کی پیروی کرے اور آپ کی مدد کرے ، کیونکہ آپ ان کے امام ، پیشوا اور متبوع ہیں ۔ یہ آیت کریمہ نبی کریم ﷺ کے بلند مرتبے اور عظمت شان کی سب سے بڑی دلیل ہے ۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل اور ان کے سردار ہیں ۔'' ❶

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ نقل فرماتے ہیں :

'' (اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ) ہر نبی سے یہ وعدہ لیا گیا کہ اس کی زندگی اور دور نبوت میں اگر دوسرا نبی آئے گا تو اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہو گا ، جب نبی کی موجودگی میں آنے والے نئے نبی پر خود اس نبی کو ایمان لانا ضروری ہے تو ان کی امتوں کے لیے تو اس نئے نبی پر ایمان لانا بطریقِ اولیٰ ضروری ہے ۔ بعض مفسرین نے '' رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ '' سے '' الرَّسُوْلُ '' کا مفہوم مراد لیا ہے یعنی سیّدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی بابت تمام نبیوں سے عہد لیا گیا کہ اگر ان کے دور میں وہ آ جائیں تو اپنی نبوت ختم کر کے ان پر ایمان لانا ہو گا ، لیکن واقعہ یہ ہے کہ پہلے معنی میں ہی یہ دوسرا مفہوم از خود آ جاتا ہے ۔ اس لیے الفاظِ قرآن کے اعتبار سے پہلا مفہوم ہی زیادہ صحیح ہے ، اور اس مفہوم کے لحاظ سے بھی یہ بات واضح ہے کہ نبوتِ محمدی کے سراج منیر کے بعد کسی بھی نبی کا چراغ نہیں جل سکتا ...... بہر حال اب قیامت تک واجب الاتباع صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہیں ، اور نجات انہی کی اطاعت میں منحصر ہے نہ کہ کسی امام کی اندھی تقلید یا کسی بزرگ کی بیعت میں ۔ جب کسی پیغمبر کا سکہ اب نہیں چل سکتا تو کسی اور کی ذات غیر مشروط اطاعت کی مستحق کیوں کر ہو سکتی ہے ؟ '' ❷

---

❶ تفسير السعدى : ١/٣٨٧.

❷ تفسير أحسن البيان، ص : ١٥٨.

درج ذیل حدیث بھی اس مسئلے کو بخوبی واضح کرتی ہوئی نظر آتی ہے: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تورات لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ تورات ہے۔ آپ خاموش رہے، سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ تورات پڑھنے لگے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک (غصے سے) بدلنے لگا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ (نے یہ صورت حال دیکھی) تو کہا: اے عمر! گم کرنے والیاں تجھے گم پائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کی طرف نہیں دیکھتے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھا تو کہا: میں اللہ اور اس کے رسول کے غصے سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ ہم اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔ اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! اگر آج موسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئیں اور تم لوگ میری اتباع کرنے کے بجائے ان کی اتباع شروع کر دو، تو سیدھی راہ سے گمراہ ہو جاؤ گے۔ اور اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے، تو وہ بھی میری ہی اتباع کرتے۔'' [1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کے لیے بہترین نمونہ ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی نیک صفات اور اچھے اخلاق و کردار میں مومنوں کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ آپ مشکل گھڑیوں میں ہمیشہ ثابت قدم رہے، دُکھ اور مصیبت پر صبر کیا، اور کسی حال میں بھی آپ کے پائے استقامت میں لغزش نہیں پیدا ہوئی۔ مکی زندگی میں قریشیوں نے آپ پر ہر مصیبت کے پہاڑ ڈھائے، اور آپ اور مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا، لیکن آپ ایمان و عزیمت کے ساتھ سب کچھ جھیل گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ اوصاف ان مومنوں کے لیے مشعل راہ ہیں جو رضائے الٰہی اور ثواب آخرت کی اُمید لگائے ہوئے ہیں۔ ایسے لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے وقت بزدلی نہیں دکھاتے اور اللہ کو خوب یاد کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[1] سنن دارمی، المقدمة، رقم: ٤٣٩، اسناده صحيح.

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَ الْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ﴿٢١﴾﴾ (الاحزاب : ۲۱)

''یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ (کی زندگی) میں عمدہ نمونہ موجود ہے ، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ کی ، اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ کی یاد کرتا ہے۔''

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''یعنی اے مسلمانو ! اور منافقو ! تم سب کے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات کے اندر بہترین نمونہ ہے، پس تم جہاد میں اور صبر وثبات میں اسی کی پیروی کرو۔ ہمارا یہ پیغمبر جہاد میں بھوکا رہا حتی کہ انہیں پیٹ پر پتھر باندھنے پڑے، ان کا چہرہ زخمی ہوگیا، ان کا رباعی دانت (مبارک) ٹوٹ گیا، خندق اپنے ہاتھوں سے کھودی اور تقریباً ایک مہینہ دشمن کے سامنے سینہ سپر رہا۔ یہ آیت اگرچہ جنگ احزاب کے ضمن میں نازل ہوئی ہے جس میں جنگ کے موقعے پر بطورِ خاص رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھنے اور ان کی اقتدا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن یہ حکم عام ہے یعنی آپ ﷺ کے تمام اقوال، افعال اور احوال میں مسلمانوں کے لیے آپ ﷺ کی اقتدا ضروری ہے چاہے ان کا تعلق عبادات سے ہو یا معاشرت سے، معیشت سے، یا سیاست سے۔ زندگی کے ہر شعبے میں آپ کی ہدایات واجب الاتباع ہیں۔'' [1]

نبی کریم ﷺ کی اتباع ایمان اور ہدایت ہے:

نبی کریم ﷺ کی اتباع مومن اور ہدایت یافتہ ہی کرتے ہیں، چنانچہ نبی کریم ﷺ کی اتباع سے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ

[1] تفسیر أحسن البیان، ص: ۱۱۷۲.

﴿ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣١﴾﴾ (آل عمران : ٣١)

''آپ کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا، اور اللہ بڑا معاف کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔''

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ''یہ آیت اُن تمام لوگوں کے خلاف دلیل ہے جو اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور طریقہ محمدی پر گامزن نہیں ہوتے۔ جب تک آدمی اپنے تمام اقوال وافعال میں شرع محمدی کی اتباع نہیں کرتا، وہ اللہ سے دعوئے محبت میں کاذب ہوتا ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر، تحت هذا الآية)

مزید برآں یہ کہ اتباع رسول ﷺ کے باعث انسان کے گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں، جیسا کہ آیت کریمہ میں ہے: ﴿وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ﴾ ''اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنفَالِ ۖ قُلِ الْأَنفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۖ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١﴾﴾

(الانفال : ١)

''یہ لوگ آپ سے غنائم کا حکم دریافت کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ غنائم اللہ اور اس کے رسول کی ہیں۔ تم اللہ سے ڈرو، اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم ایمان دار ہو۔''

امام رازی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''(اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو سے) مراد یہ ہے کہ جس ایمان کی طرف رسول نے تمہیں دعوت دی ہے، اور اس کی رغبت دلائی ہے، وہ اس اطاعت وفرمانبرداری کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتا، اس لیے اطاعت سے روگردانی سے بچو۔'' [1]

[1] تفسیر الکبیر، للرازی: ٣٥٨/٧.

عبدالرحمٰن سعدی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

''(اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو) کیونکہ ایمان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کا تقاضا کرتا ہے، جیسے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت نہیں کرتا وہ مومن نہیں، جس کی اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ رسول ناقص ہے اس کا ایمان بھی اتنا ہی ناقص ہے۔'' ❶

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس (آیت) کا مطلب یہ ہوا کہ مذکورہ تینوں باتوں پر عمل کے بغیر ایمان مکمل نہیں۔ اس سے تقویٰ، اصلاح ذات البین، اور اللہ اور رسول کی اطاعت کی اہمیت واضح ہے۔ خاص طور پر مالِ غنیمت کی تقسیم میں ان تینوں اُمور پر عمل نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ مال کی تقسیم میں باہمی فساد کا بھی شدید اندیشہ رہتا ہے، اس کے علاج کے لیے اصلاح ذات البین پر زور دیا۔ ہیرا پھیری اور خیانت کا بھی امکان رہتا ہے، اس کے لیے تقویٰ کا حکم دیا۔ اس کے باوجود بھی کوئی کوتاہی ہو جائے تو اس کا حل اللہ اور رسول کی اطاعت میں مضمر ہے۔'' ❷

جس طرح ایمان دار ہونے کے لیے اطاعتِ رسول ضروری ہے، اسی طرح ہدایت یافتہ ہونے کے لیے بھی اطاعتِ رسول ضروری ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَ اِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾ ﴾ (النور : ٥٤)

''کہہ دیجیے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو، اگر تم نے روگردانی کی تو رسول کے ذمے تو صرف وہی ہے جو اس پر لازم کر دیا گیا ہے، اور تم پر اس کی

---

❶ تفسیر السعدی: ٩٦٨/١.

❷ تفسیر احسن البیان، ص: ٤٧٨.

جوابدہی ہے جو تم پر رکھا گیا ہے۔ ہدایت تو تمہیں اسی وقت ملے گی جب رسول کی اطاعت کرو گے۔ سنو! رسول کے ذمے تو صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہی ہے۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''رسول کی اطاعت میں ہدایت اس لیے ہے کیونکہ وہ صراط مستقیم کی طرف دعوت دیتا ہے۔'' ❶

علامہ نسفی حنفی نے لکھا ہے:

''اگر تم رسول کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے، کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم اُن تمام اُمور میں رسول کی اطاعت کرو گے جن کا اس نے حکم دیا ہے، اور جن سے اس نے روکا ہے تو تم ہدایت سے اپنا حصہ محفوظ کر لو گے۔'' ❷

امام رازی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

''اطاعتِ رسول کے ذریعے تم ہدایت پا جاؤ گے، کا مطلب یہ ہے کہ تم حق کو پا لو گے اور اگر تم اس کی نافرمانی کرو گے تو پھر رسول کا کام تو پیغام پہنچا دینا ہی ہے۔'' ❸

اختلاف کی صورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فیصل ماننا:

کوئی آدمی اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا، جب تک اپنے تمام اُمور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فیصل نہیں مان لیتا، اس لیے کہ آپ کا فیصلہ وہ ربانی فیصلہ ہے، جس کے برحق ہونے کا دل میں اعتقاد رکھنا ضروری ہے، اور عمل کے ذریعہ بھی اس پر ایمان رکھنے کا ثبوت فراہم کرنا ضروری ہے۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا: یہ ضروری ہے کہ لوگوں کا ظاہر و باطن اسے تسلیم کر لے، اور اس کی حقانیت کے بارے میں دل کے کسی گوشے میں بھی شبہ باقی نہ رہے۔ چنانچہ

---

❶ تفسیر ابن کثیر: ٧٦/٦.

❷ تفسیر مدارك التنزيل: ٤٢٥/٢.

❸ تفسیر الكبير، للرازی: ٣٦٢/١١.

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾ ﴾

(النساء : ٦٥)

"قسم ہے تیرے پروردگار کی ! یہ ایماندار نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں ، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ، ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں ،اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔"

اس آیت کا صحیح شانِ نزول یہ ہے:

"سیّدنا زبیر رضی اللہ عنہ کا ،جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد تھے' اور ایک آدمی کا کھیت کو سیراب کرنے والے (نالے) کے پانی پر جھگڑا ہو گیا۔معاملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صورتِ حال کا جائزہ لے کر جو فیصلہ دیا تو وہ اتفاق سے سیّدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے حق میں تھا، جس پر دوسرے آدمی نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ اس لیے کیا ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پھوپھی زاد ہے۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ❶ آیت کا مطلب یہ ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بات یا فیصلے سے اختلاف تو کجا، دل میں انقباض بھی محسوس کرنا ایمان کے منافی ہے ۔ یہ آیت بھی منکرین حدیث کے لیے تو ہے ہی، دیگر افراد کے لیے بھی لمحہ فکریہ ہے جو قولِ امام کے مقابلے میں حدیثِ صحیح سے انقباض ہی محسوس نہیں کرتے ، بلکہ یا تو کھلے لفظوں میں اسے ماننے سے انکار کر دیتے ہیں یا اس کی دور از کار تاویل کر کے یا ثقہ راویوں کو ضعیف باور کرا کے مسترد کرنے کی مذموم سعی کرتے ہیں ۔" ❷

---

❶ صحيح بخارى ، كتاب التفسير ، تفسير سورة النساء.

❷ بحواله أحسن البيان، ص : ٢٣٣ ـ ٢٣٤ .

شیخ عبدالرحمٰن سعدی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے اپنی ذاتِ اقدس کی قسم کھاتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے جھگڑوں میں اس کے رسول کو حَکَم تسلیم نہ کریں۔ یعنی ہر اس معاملے میں رسول اللہ ﷺ کو حکم اور فیصل تسلیم کریں جس میں اجماعی مسائل کے برعکس ان کے درمیان کسی قسم کا کوئی اختلاف واقع ہو، کیونکہ اجماعی مسائل کتاب وسنت کی دلیل پر مبنی ہوتے ہیں۔ پھر اس تحکیم کو تسلیم کرنا ہی کافی قرار نہیں دیا، بلکہ یہ شرط بھی عائد کی کہ آپ کو حکم تسلیم کرنا محض اغماض کے پہلو سے نہ ہو، بلکہ ان کے دلوں میں کسی قسم کی تنگی اور حرج نہ ہو، اور اس تحکیم کو ہی کافی قرار نہیں دیا جب تک کہ وہ شرح صدر، اطمینانِ نفس، ظاہری اور باطنی اطاعت کے ساتھ آپ کے فیصلے کو تسلیم نہ کرلیں۔ پس آپ کو حکم تسلیم کرنا اسلام کے مقام میں ہے، اس تحکیم میں تنگی محسوس نہ کرنا، ایمان کے مقام میں ہے اور آپ کے فیصلے پر تسلیم ورضا احسان کے مقام میں ہے۔'' [1]

ایک دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ۖ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٥٩﴾ ﴾

(النساء : ٥٩)

''اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی، اور اطاعت کرو رسول کی اور ان کی جو تم میں سے صاحبِ حکومت ہیں، پھر اگر تم کسی بات میں جھگڑ پڑو تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو، اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور یومِ آخرت پر، یہ بہتر ہے اور اس کا انجام بہت اچھا ہے۔''

---

[1] تفسیر السعدی: ١/٥٣٦.

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تم میں کسی بارے میں جھگڑا پڑے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، یعنی کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کی طرف لوٹاؤ جیسا کہ مجاہد رحمہ اللہ کی تفسیر ہے، پس یہاں صریح اور صاف لفظوں میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہو رہا ہے کہ لوگ جس مسئلہ میں بھی اختلاف کریں۔ خواہ وہ مسئلہ اصولِ دین سے متعلق ہو، خواہ فروعِ دین سے متعلق، اس کے تصفیہ کی صرف یہی صورت ہے کہ کتاب وسنت کو فیصل مان لیا جائے، جو اس میں ہو وہ قبول کیا جائے، جیسا کہ ایک دوسری آیت میں ہے کہ "اگر تمہارا کسی چیز میں اختلاف ہو جائے تو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف ہے۔" لہٰذا کتاب وسنت جو حکم دے، اور جس مسئلہ کی صحت کی شہادت سے، وہی حق ہے باقی سب باطل ہے۔ قرآن میں ہے کہ "حق کے بعد جو بھی ہے وہ ضلالت وگمراہی ہی ہے" اسی لیے یہاں بھی اس حکم کے ساتھ ارشاد ہوتا ہے کہ "اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو" یعنی اگر تم ایمان کے دعوے میں سچے ہو تو جس مسئلہ میں تمہیں اختلاف ہو جائے یا جس میں مختلف آراء ہوں، ان سب کا فیصلہ کتاب اللہ اور حدیثِ رسول سے کیا کرو، جو ان دونوں میں ہو مان لیا کرو۔ ثابت ہوا کہ جو شخص اختلافی مسائل کا تصفیہ کتاب وسنت کی طرف نہ لے جائے وہ اللہ پر اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتا۔" ❶

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"اللہ کی طرف لوٹانے سے مراد، قرآن کریم اور "الرسول" سے مراد اب حدیثِ رسول ہے۔ یہ تنازعات کے ختم کرنے کے لیے ایک بہترین اصول بتلا دیا گیا ہے۔ اس اصول سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ کسی تیسری شخصیت کی اطاعت واجب نہیں۔ جس طرح تقلید شخصی یا تقلید معین کے قائلین نے ایک تیسری اطاعت کو

---

❶ تفسیر ابن کثیر: ۱/۷۰۷.

واجب قرار دے رکھا ہے، اور اسی تیسری اطاعت نے، جو قرآن کی اس آیت کے صریح مخالف ہے، مسلمانوں کو امت متحدہ کی بجائے امتِ منتشرہ بنا رکھا ہے اور ان کے اتحاد کو تقریباً ناممکن بنا دیا ہے۔'' ❶

عبدالرحمٰن سعدی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

''یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ جو کوئی نزاعی مسائل کو قرآن وسنت پر پیش نہیں کرتا وہ حقیقی مومن نہیں، بلکہ وہ طاغوت پر ایمان رکھتا ہے، جیسا کہ بعد والی آیت میں (اللہ تعالیٰ نے) ذکر فرمایا ہے۔'' ❷

پس کسی معاملے میں بھی اللہ اور اس کے رسول کا حکم صادر ہو جائے تو کسی مومن مرد یا عورت کے لیے یہ اختیار باقی نہیں رہتا کہ اس کی مخالفت کرے، اور اپنی یا کسی اور کی رائے پر عمل کرے، اس لیے کہ اللہ اور اس کے رسول کی سراسر نافرمانی اور کھلم کھلا گمراہی ہوگی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴿٣٦﴾﴾ (الاحزاب: ٣٦)

''اور جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے میں فیصلہ کر دے، تو کسی مسلمان مرد اور عورت کے لیے اس بارے میں کوئی اور فیصلہ قبول کرنے کا اختیار باقی نہیں رہتا، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا، وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا۔''

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ:

''اس آیت میں مذکور حکم تمام اُمور کو شامل ہے، یعنی کسی بھی معاملے میں جب اللہ

---

❶ تفسیر أحسن البیان، ص: ٢٣١.

❷ تفسیر السعدی: ٥٣٣/١.

اور اس کے رسول ﷺ کا حکم صادر ہو جائے، تو کسی کے لیے بھی اس کی مخالفت جائز نہیں ہے، اور نہ کسی کے قول یا رائے کی کوئی حیثیت باقی رہ جاتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء آیت (٦٥) میں فرمایا ہے۔'' (تفسیر ابن کثیر، تحت الآیة)

اطاعتِ رسول سے روگردانی اعمال کے ضیاع کا ذریعہ ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَأَطِيعُوا۟ ٱلرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوٓا۟ أَعْمَٰلَكُمْ ﴿٣٣﴾ ﴾ (محمد : ٣٣)

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو، اور اپنے اعمال غارت مت کرو۔''

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

''اس آیت سے معلوم ہوا کہ کوئی عمل خواہ کتنا ہی بہتر کیوں نہ معلوم ہوتا ہو، اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے دائرے سے باہر ہے تو رائیگاں اور برباد ہے۔'' [1]

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ نے اس آیت کی یوں وضاحت فرمائی ہے:

''یعنی تم جو کام بھی کرو وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے جذبہ سے اور اس کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہونا چاہیے۔ مثلاً جہاد سے اصل مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اس کے کلمہ کی سربلندی ہے۔ اگر کوئی شخص کسی اور جذبہ کے تحت مثلاً شہرت اور ناموری کی غرض سے یا قبائلی عصبیت کی وجہ سے یا مالِ غنیمت کے حصول کی بنا پر جہاد کرے گا، تو اس کا ایسا نیک عمل بھی مقبول نہ ہوگا۔ پھر اسے یہ بھی چاہیے کہ اپنے نیک عمل کی حفاظت کرے اور کوئی ایسا کام نہ کر بیٹھے، جس سے اس کے عمل کے برباد ہونے کا خطرہ ہو۔ مثلاً ارتداد، شرک، اپنے کئے ہوئے

---

[1] تفسیر أحسن البیان، ص: ١٤٣٩.

کام پر فخر کرنا یا صدقہ کی صورت میں احسان جتلانا ایسے کام ہیں جو نیک اعمال کو برباد کر دیتے ہیں۔'' ❶

معلوم ہوا کہ جو بھی اطاعتِ رسول سے منہ پھیرے گا وہ خائب و خاسر ہوگا، اور جو عمل بھی رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق نہیں ہوگا، وہ برباد اور ضائع ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ.)) ❷

''جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں، تو وہ مردود ہے۔''

نبی کریم ﷺ کا حکم رد کرنے کا کسی کو اختیار نہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ﴿۳۶﴾﴾ (الاحزاب : ۳۶)

''اور کسی مسلمان مرد و عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ یاد رکھو! اللہ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔''

حافظ صلاح الدین حفظہ اللہ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''یہ آیت سیّدنا زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کے سلسلے میں نازل ہوئی تھی۔ سیّدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جو اگرچہ اصلاً عرب تھے، لیکن کسی نے انہیں بچپن میں زبردستی پکڑ کر بطورِ غلام بیچ دیا تھا۔ نبی ﷺ سے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نکاح کے بعد سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انہیں رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے انہیں آزاد کر کے اپنا

---

❶ تیسیر القرآن : ۴ / ۲۳۴.

❷ ارواء الغلیل، رقم: ۴۷۶۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

بیٹا بنالیا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے نکاح کے لیے اپنی پھوپھی زاد بہن سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام بھیجا، جس پر انہیں اور ان کے بھائی کو خاندانی وجاہت کی بنا پر تامل ہوا کہ زید رضی اللہ عنہ ایک آزاد کردہ غلام ہیں اور ہمارا تعلق ایک اونچے خاندان سے ہے۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی، جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اور رسول کے فیصلے کے بعد کسی مومن مرد اور عورت کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنا اختیار بروئے کار لائے، بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ سر تسلیم خم کر دے۔ چنانچہ یہ آیت سننے کے بعد سیدہ زینب رضی اللہ عنہا وغیرہ نے اپنی رائے پر اصرار نہیں کیا اور ان کا باہم نکاح ہوگیا۔'' ❶

امام طبری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

''جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ کر دیں تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے والے کسی بھی مرد و عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اس فیصلے سے ہٹ کر کسی اور کام کو اختیار کر لیں، اور اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کریں اور ان کی نافرمانی، یقیناً جو ایسا کرے گا، وہ گمراہ ہے اور ہدایت کے راستے سے ہٹ چکا ہے۔'' ❷

نبی کریم ﷺ کی مخالفت ضلالت اور گمراہی ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ ۝٢٠﴾

(المجادلة : ٢٠)

''بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، وہ لوگ سب سے زیادہ ذلیل ہیں۔''

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

❶ تفسير أحسن البيان، ص : ١١٨٠.

❷ تفسير طبری : ٢٧١/٢٠.

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ وَقَدْ أَنزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۚ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝٥ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا ۚ أَحْصَاهُ اللَّهُ وَنَسُوهُ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝٦ ﴾ (المجادلة: ٥)

''بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، وہ ذلیل کیے جائیں گے جیسے ان سے پہلے کے لوگ ذلیل کیے گئے تھے، اور بے شک ہم واضح آیتیں اتار چکے ہیں۔ اور کافروں کے لیے تو ذلت والا عذاب ہے۔ جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا، پھر انہیں ان کے کیے ہوئے عمل سے آگاہ کرے گا، جسے اللہ نے شمار کر رکھا ہے، اور جسے یہ بھول گئے تھے۔ اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔''

سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّمَا مَثَلِی وَ مَثَلُ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰهُ بِهِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اَتٰی قَوْمًا فَقَالَ: یَا قَوْمِ ، اِنِّی رَأَیْتُ الْجَیْشَ بِعَیْنَیَّ ، وَ اِنِّی أَنَا النَّذِیْرُ الْعُرْیَانُ ، فَالنَّجَاءَ فَأَطَاعَهُ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ مِّنْ قَوْمِهِ فَأَدْلَجُوْا فَانْطَلَقُوْا عَلٰی مَهَلِهِمْ فَنَجَوْا ، وَ كَذَّبَتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ فَأَصْبَحُوْا مَكَانَهُمْ ، فَصَبَّحَهُمُ الْجَیْشُ فَأَهْلَكَهُمْ وَ اجْتَاحَهُمْ ، فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ أَطَاعَنِیْ فَاتَّبَعَ مَا جِئْتُ بِهِ ، وَ مَثَلُ مَنْ عَصَانِیْ وَ كَذَّبَ بِمَا جِئْتُ بِهِ مِنَ الْحَقِّ .)) [1]

''بلاشبہ میری اور اس کی مثال جس کے ساتھ مجھے مبعوث کیا گیا ہے اس شخص جیسی ہے، جس نے اپنی قوم کے پاس آکر کہا، اے قوم! میں نے اپنی آنکھوں سے ایک فوج دیکھی ہے، میں تمہیں واضح طور پر اس سے ڈرانے والا ہوں۔ لہٰذا اپنے آپ کو بچالو۔ چنانچہ اس کی قوم میں سے ایک جماعت نے اس کی بات مانی اور راتوں

[1] صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، رقم: ۷۲۸۳.

رات نکل کر پناہ گاہ میں جا چھپے اور بچ گئے، جبکہ ایک جماعت نے اسے جھٹلایا اور صبح تک اپنے اپنے مقامات پر ہی رہے۔ منہ اندھیرے دشمن نے حملہ کر دیا اور انہیں ہلاک کر کے غارت گری کا بازار گرم کیا۔ پس یہ مثال ہے اس کی جس نے میری اطاعت کی اور جو میں لے کر آیا ہوں اس کی پیروی کی، اور اس شخص کی مثال جس نے میری نافرمانی کی اور جو حق میں لے کر آیا ہوں اسے جھٹلایا۔''

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

''جس طرح گزشتہ امتوں میں سے اللہ اور رسول کے مخالفوں کو ذلیل اور تباہ کیا گیا، ان کا شمار بھی انہی اہل ذلت میں ہوگا، اور ان کے حصے میں بھی دنیا و آخرت کی ذلت ورسوائی کے سوا کچھ نہیں آئے گا۔'' ❶

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں:

''جو قومیں اللہ (اور اس کے رسول) کے احکام کی مخالفت پر اتر آئی تھیں، اللہ نے انہیں ذلیل و رسوا کر دیا تھا اور اگر اب تم وہی کام کرو گے تو تمہارا بھی ویسا ہی انجام ہوگا۔ دنیا میں تو ذلیل و رسوا ہو گے اور آخرت میں جو عذاب دیا جائے گا وہ بھی ذلیل و رسوا کرنے والا ہوگا۔'' ❷

نبی کریم ﷺ کی نافرمانی جہنم میں داخلے کا ذریعہ ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ⑭﴾ (النسآء : ١٤)

''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا، اور اس کی حد سے تجاوز کرے گا، اللہ اُسے آگ میں داخل کرے گا، وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اُس کے لیے رُسوا

❶ تفسیر أحسن البیان، ص: ١٥٥١.

❷ تیسیر القرآن: ٣٩٢/٤.

کرنے والا عذاب ہے۔''

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾﴾

(النسآء : ۱۱۵)

''جو شخص ہدایت کے واضح ہو جانے کے باوجود بھی رسول کی مخالفت کرے، اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے، ہم اسے اِدھر ہی متوجہ کر دیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہوا اور دوزخ میں ڈال دیں گے، وہ پہنچنے کی بہت ہی بری جگہ ہے۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۳﴾﴾ (التوبہ : ۶۳)

''کیا یہ نہیں جانتے کہ جو بھی اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا اس کے لیے یقیناً دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ یہ زبردست رسوائی ہے۔''

ان آیات سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی جہنم میں داخلے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ آج اللہ تعالیٰ نے ہمیں موقع دیا ہے اس لیے ہمیں چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت ونافرمانی سے باز آ جائیں، اور اگر ہم نے یہ موقع ضائع کر دیا تو پھر یہ ذہن نشین رہنا چاہیے کہ مرنے کے بعد سوائے ندامت وپشیمانی کے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿۶۶﴾﴾ (الاحزاب : ۶۶)

''اُس دن ان کے چہرے آگ میں اُلٹ پلٹ کیے جائیں گے۔ حسرت وافسوس سے کہیں گے کہ کاش! ہم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے۔''

نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرنے والے کو نہ خوف ہوگا نہ غم:

جو لوگ پیغمبر ﷺ سے محبت کرتے ہیں، اور آپ کے ہر حکم پر عمل کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں دنیا میں بھی بے یارومددگار نہیں چھوڑتا، بلکہ ہر مشکل میں ان کے ساتھ ہوتا ہے، اور ان کے غم وفکر کو دور کر کے انہیں ہر کام میں سرخرو کرتا ہے۔ جب ہجرت کی رات مشرکین مکہ رسول اللہ ﷺ کا تعاقب کرتے ہوئے غارِ ثور تک پہنچ گئے، اور ان کے قدم نظر آنے لگے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ شدید گھبرا گئے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ۖ فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٤٠﴾﴾ (التوبہ : ٤٠)

''اگر تم اس کی مدد نہ کرو تو اللہ ہی نے اس کی مدد کی اس وقت جب کہ اسے کافروں نے دیس سے نکال دیا تھا، دو میں سے دوسرا، جب کہ وہ دونوں غار میں تھے، جب یہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پس جناب باری تعالیٰ نے اپنی طرف سے تسکین اس پر نازل فرما کر ان لشکروں سے اس کی مدد کی، جنہیں تم نے دیکھا بھی نہیں، اس نے کافروں کی بات پست کر دی، اور بلند وعزیز تو اللہ کا کلمہ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔''

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

((أَنَّ أَبَابَكْرٍ الصِّدِّيقَ ، قَالَ: نَظَرْتُ إِلَى أَقْدَامِ الْمُشْرِكِينَ عَلَى رُؤُوسِنَا وَ نَحْنُ فِي الْغَارِ ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ !لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ نَظَرَ إِلَى قَدَمِهِ أَبْصَرَنَا ، فَقَالَ: يَا أَبَابَكْرٍ مَا ظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللهُ ثَالِثُهُمَا .)) [1]

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ٤٦٦٣ ـ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ٦١٦٩ .

’’سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب ہم غار ثور میں تھے تو میں نے مشرکین مکہ کے پاؤں اپنے سروں کے اوپر دیکھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آہستہ سے اپنے خدشے کا اظہار کیا کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنے پاؤں کی طرف نظر ڈالی تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باطمینان فرمایا، ابوبکر! ان دو کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے، جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہے؟۔‘‘

یہ تو ایک واقعہ ہے، اس طرح کے سینکڑوں واقعات کتب سیر وتواریخ میں موجود ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانبرداروں کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس دنیا میں بھی کامیاب وکامران کرتا ہے، اوران سے غم وفکر کے بادل دور لے جاتا ہے۔اور یادرہے کہ پیغمبروں کے فرمانبردار آخرت میں بھی ہر قسم کے غم وخوف سے دور ہی ہوں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۳۸﴾ (البقرة : ۳۸)

’’ہم نے کہا: تم سب یہاں سے چلے جاؤ، جب کبھی تمہارے پاس میری ہدایت پہنچے تو اس کی تابعداری کرنے والوں پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ غم۔‘‘

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۴۸﴾ (الانعام : ۴۸)

’’اور ہم پیغمبروں کو صرف اس واسطے بھیجا کرتے ہیں کہ وہ بشارت دیں اور ڈرائیں، پھر جو ایمان لے آئے، اور اصلاح کرلے۔سو ان لوگوں پر کوئی خوف نہیں اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔‘‘

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ

اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٣٥﴾

(الاعراف : ۳۵)

''اے اولادِ آدم! اگر تمہارے پاس پیغمبر آئیں جو تم ہی میں سے ہوں جو میرے احکام تم سے بیان کریں، تو جو شخص تقویٰ اختیار کرے، اور اصلاح کرلے سو ان لوگوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

''مستقبل یعنی آخرت میں پیش آنے والے حالات کا انہیں اندیشہ نہیں اور اپنے پیچھے دنیا میں جو کچھ چھوڑ آئے یا دنیا کی جو آسودگیاں وہ حاصل نہ کرسکے، اس پر وہ مغموم نہیں ہوں گے، کیونکہ دونوں جہانوں میں ان کا ولی اور کارساز وہ رب ہے جو دونوں ہی جہانوں کا رب ہے۔'' ❶

اطاعتِ رسول، اللہ کی رحمت کا ذریعہ ہے:

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل ہو جاتی ہے، اور جس پر اللہ کی رحمت ہو جائے یقیناً وہ بڑا خوش بخت انسان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا پر ارشاد ہے:

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿١٣٢﴾﴾ (آل عمران : ۱۳۲)

''اللہ اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔''

امام طبری رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے:

''ابو جعفر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہ فرما رہا ہے کہ اے مومنو! تم ہر اس کام میں اللہ کی اطاعت کرو جس سے اس نے تمہیں روکا ہے خواہ وہ سود خوری ہو یا کچھ اور۔ اور ہر اس کام میں بھی اس کی اطاعت کرو جس کا اس کے رسول نے تمہیں حکم دیا ہے، اور رسول کی بھی اطاعت کرو، تا کہ تم پر رحم کیا جائے یعنی تم عذاب سے بچ جاؤ۔'' ❷

---

❶ تفسیر احسن البیان، ص : ۳۵۷.

❷ تفسیر طبری : ۲۰۶/۷.

سید طنطاوی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

''اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر اس کام میں اللہ کی اطاعت کرو جس کا اس نے تمہیں حکم دیا ہے، اور جس سے اس نے تمہیں منع کیا ہے، اور اس رسول کی اطاعت کرو جسے تمہارے پروردگار نے تمہاری ہدایت وسعادت کے لیے تمہاری طرف بھیجا ہے، تاکہ اس اطاعت وفرمانبرداری کے ذریعے تمہیں اللہ کی رحمت حاصل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے برحق فرمایا ہے کہ ''یقیناً اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے۔'' ❶

عبدالرحمٰن سعدی رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے:

''اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر پر عمل، اور اس کے نواہی سے اجتناب کر کے اللہ اور رسول کی اطاعت کرو ''تاکہ تم پر رحم کیا جائے'' کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت حصولِ رحمت کا سبب ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ﴾ (الاعراف : ١٥٦)

''اور میری رحمت ہر چیز پر وسیع ہے، اور میں اسے ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔'' ❷

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو مطیع وفرمانبردار صحابہ رضی اللہ عنہما پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت یوں فرمائی:

''سیّدنا انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ: سیّدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور سیّدنا عباد بن بشر رضی اللہ عنہ دونوں اپنی کسی ضرورت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ رات کافی بیت گئی۔ اور رات سخت اندھیری تھی۔ پھر جب

❶ التفسیر الوسیط : ١/٧٣٨. ❷ تفسیر السعدی: ٤٢٢١.

دونوں آپ ﷺ کی مجلس سے اٹھ کر اپنے گھروں کی طرف لوٹنے لگے، اور ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں لاٹھی تھی تو ان میں سے ایک کی لاٹھی دونوں کے لیے روشنی دینے لگی اور وہ اس کی روشنی میں چلنے لگے۔ یہاں تک کہ جب ان کے راستے جدا جدا ہو گئے تو دوسرے کی لاٹھی بھی روشن ہو گئی۔ چنانچہ وہ دونوں اپنے گھر پہنچنے تک اپنی اپنی لاٹھی کی روشنی میں چلتے رہے۔'' ❶

اطاعتِ رسول کامیابی کا ذریعہ ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝۵۲﴾ (النور : ۵۲)

''جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کریں، خوفِ الٰہی رکھیں، اور اس کے عذابوں سے ڈرتے رہیں، وہی نجات پانے والے ہیں۔''

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝۷۱﴾ (الاحزاب : ۷۱)

''جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اس نے بڑی کامیابی حاصل کر لی۔''

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۱۵۷﴾

(الاعراف : ۱۵۷)

❶ صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، رقم: ۳۸۰۵.

''جولوگ ایسے رسول نبی امی کی اتباع کرتے ہیں، جن کو وہ لوگ اپنے پاس تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ ان کو نیک باتوں کا حکم دیتے ہیں، اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں، اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں، اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں، اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دُور کرتے ہیں۔ پس جولوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں، اور ان کی حمایت کرتے ہیں، اور ان کی مدد کرتے ہیں، اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں۔''

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

''فلاح وکامیابی کے مستحق صرف وہ لوگ ہوں گے جو اپنے تمام معاملات میں اللہ اور رسول کے فیصلے کو خوش دلی سے قبول کرتے ہیں، اورانہی کی اطاعت کرتے ہیں اور خشیتِ الٰہی اور تقویٰ سے متصف ہیں، نہ کہ دوسرے لوگ جو ان صفات سے محروم ہیں۔'' [1]

معلوم ہوا کہ کامیابی اللہ اور رسول کی اطاعت میں ہی ہے، اور عظیم کامیابی یہ ہے کہ انسان جہنم سے بچا لیا جائے، اور جنت میں داخل کر دیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ﴾(آل عمران : ۱۸۵)

''جسے آتشِ جہنم سے بچا لیا گیا، اور جنت میں داخل کر دیا گیا۔ بلاشبہ وہ کامیاب ہو گیا۔''

اطاعتِ رسول جنت میں داخلے کا ذریعہ ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ⑬﴾ (النسآء : ۱۳)

---

[1] تفسیر أحسن البیان، ص : ۹۸۵.

''جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا، اللہ اسے اُن جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔''

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿٦٩﴾ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿٧٠﴾﴾

(النسآء : ٦٩-٧٠)

''جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، وہ (جنت میں) ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام کیا ہے، جیسے نبی، صدیق، شہید اور نیک لوگ، یہ بہترین ساتھی ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے فضل ہے، اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَ مَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٧﴾﴾ (الفتح : ١٧)

''جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا، اللہ اسے ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اور جو منہ پھیر لے اللہ اسے دردناک عذاب دے گا۔''

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى ، قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَنْ يَّأْبَى؟ قَالَ: مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى)) [1]

''میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی مگر جس نے خود ہی انکار کر دیا۔ لوگوں

[1] صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب و النسة، رقم: ٧٢٨٠.

نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ! انکار کون کرے گا ؟ آپ ﷺ نے فرمایا' جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا، اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کر دیا۔''

مذکورہ بالا دلائل اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنے والا شخص جنت میں جائے گا، اور اسے جنت میں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی رفاقت حاصل ہوگی، ان شاء اللہ۔ اور جس نے اطاعت رسول اللہ ﷺ سے اعراض کیا، وہ شخص قطعاً جنت میں نہیں جا سکتا۔

مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیشت:

رسول اللہ ﷺ کی زندگی بڑے مختصر انداز سے زہد اور زندگی میں دنیاوی سامان سے خالی ہاتھ ہونے کی حیرت انگیز مثالیں قائم کرتے گزری۔

اتنی سادہ زندگی کہ آٹا چھاننے کے لیے چھلنی کا انتظام نہ تھا:

میدہ اور میدہ کی چیزیں، حلوہ، مٹھائیاں، تو درکنار معمول جو ہوتا تھا اس کے چھاننے کے لیے چھلنی کا انتظام نہ تھا نہ اس کی فکر ہی تھی۔ منہ سے پھونک لیتے تھے جو جو بھوسی اڑا سکتے تھے اڑا لیتے تھے۔ اسے کبھی سرکہ اور کبھی نمک سے کھا لیتے تھے۔ [1]

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((مَا اَكَلَ النَّبِیُّ ﷺ خُبْزًا مُرَقَّقًا وَلَا شَاةً مَسْمُوْطَةً حَتَّى لَقِيَ اللّٰهَ .)) [2]

''نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات تک میدے کی روٹی اور کھال سمیت بھنی ہوئی بکری کبھی نہیں کھائی۔''

---

[1] صحيح بخارى، كتاب الأطعمة، رقم: ٥٤١٣.

[2] صحيح بخارى، كتاب الأطعمة، رقم: ٥٣٨٦.

مدینہ منورہ آمد کے بعد کبھی تین دن مسلسل پیٹ بھر کر گندم کی روٹی نہیں کھائی:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ مِنْ طَعَامِ الْبُرِّ ثَلَاثَ لِيَالٍ تِبَاعًا حَتَّى قُبِضَ.)) ❶

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل (گھر والوں) نے کبھی تین دن تک مسلسل پیٹ بھر کر گندم کی روٹی نہیں کھائی، جب سے مدینہ منورہ آئے۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس بلالیا۔''

کبھی ایک دن میں دو مرتبہ کھایا تو ان میں ایک مرتبہ کھانا ضرور کھجور ہوتی:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کا ارشاد ہے:

((مَا اَكَلَ آلُ مُحَمَّدٍ اَكْلَتَيْنِ فِيْ يَوْمٍ إِلَّا اِحْدَاهُمَا تَمرٌ.)) ❷

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے ایک دن میں جب دو بار کھانا کھایا تو دوسری بار کا کھانا کھجور ہوتی۔''

بچھاون گدیلا بھی چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((كَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مِنْ اَدَمٍ وَحَشْوُهُ مِنْ لِيْفٍ.)) ❸

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔''

---

❶ صحيح بخاری، كتاب الأطعمة، رقم: ٥٤١٦.

❷ صحيح بخاری، كتاب الرقاق، رقم: ٦٤٥٥.

❸ صحيح بخاری، كتاب الرقاق، رقم: ٦٤٥٦.

آنحضرت ﷺ نے لباس تجمل زیب تن نہیں فرمایا:

رسول اللہ ﷺ نے لباس تجمل زیب تن نہیں فرمایا۔ زیب و زینت، بیل بوٹے اور نقش والے کپڑے سے احتراز فرمایا۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

((اَخْرَجَتْ اِلَيْنَا عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا اِزَارًا غَلِيْظًا وَكِسَاءً مُلَبَّدًا، فَقَالَتْ: فِيْ هٰذَا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ .)) ❶

''عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہمارے سامنے ایک موٹا اور ایک پیوند لگا کمبل نکالا اور فرمایا کہ آپ ﷺ کی وفات ان دو کپڑوں میں ہوئی تھی۔''

عمر کے آخری حصہ میں جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نصیب نہیں ہوئی:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے، ان کے آگے بھنی ہوئی بکری رکھی ہوئی تھی۔ انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دعوت طعام دی، تو سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا، اور فرمایا:

((خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الدُّنْيَا وَلَمْ يَشْبَعْ مِنَ الْخُبْزِ الشَّعِيْرِ .)) ❷

''کہ رسول اللہ ﷺ اس حال میں دنیا سے تشریف لے گئے کہ پیٹ بھر کر جو کی روٹی نہیں کھائی۔''

بعض اوقات بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پٹی یا پتھر باندھ لیتے:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک روز میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ بیٹھے تھے اور پیٹ پر ایک پٹی باندھ رکھی تھی۔ اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھے شک ہے کہ انس نے (پٹی کے ساتھ) پتھر باندھنے کا ذکر کیا یا نہیں۔ میں نے لوگوں سے پوچھا ''رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیٹ پر پٹی کیوں باندھ رکھی ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا، بھوک کی وجہ سے۔'' ❸

❶ صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، رقم: ۲۰۸۰/۳۵.

❷ صحیح بخاری، کتاب الأطعمة، رقم: ۵۴۱۴

❸ صحیح مسلم، کتاب الأشربة، رقم: ۲۰۴۰/۱۴۳.

وفات مبارک سے قبل آپ ﷺ کی غذا کھجور اور پانی پر مشتمل تھی:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بھانجے عروہ کو اس تنگی کے بارے میں بتاتے ہوئے فرما رہی ہیں، جس میں آپ ﷺ نے زندگی گزاری۔ فرمایا کہ ہم چاند کو تین ماہ تک دیکھتی رہتی تھیں مگر رسول اکرم ﷺ کے گھروں میں آگ (اتنے عرصے) تک نہیں جلتی تھی۔ عروہ کہنے لگے تو زندگی کا گزارا کیسے ہوتا تھا؟ فرمایا، دو کالی چیزوں، یعنی کھجور اور پانی پر گزارہ تھا۔ ❶

فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کی جس دن وفات ہوئی میرے گھر میں کوئی ایسی چیز نہ تھی جس سے کوئی جگر والا اپنا پیٹ بھر سکے سوائے آدھی کھجور کے۔ ❷

اور فرمایا: رسول اکرم ﷺ کی وفات ہوگئی مگر کسی ایک دن ایسا نہ ہوا کہ زیتون کے تیل اور روٹی سے دو وقت کھانا کھایا ہو۔ ❸

بوقت وفات آپ ﷺ کی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس (30) صاع کے عوض رہن تھی:

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی کریم ﷺ فوت ہوئے تو آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس صاع (تقریباً 75 کلوگرام) جو کے بدلے رہن رکھی ہوئی تھی۔ ❹

رسول اللہ ﷺ کی دعائے رزق و توشہ:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے:

((اَللّٰهُمَّ ارْزُقْ اٰلَ مُحَمَّدٍ قُوْتًا .)) ❺

”اے اللہ! آل محمد ﷺ کا رزق گزارے کا توشہ مقرر کر دے۔“

نوٹ......: عربی میں یہاں ”قوت“ کا لفظ ہے جس کا معنی اتنا کھانا جس سے انسان موت

❶ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، رقم: ٦٤٥٩.

❷ صحیح مسلم، کتاب الزهد والرقائق، رقم: ٢٩٧٣.

❸ صحیح مسلم، کتاب الزهد والرقائق، رقم: ٢٩٧٥.

❹ صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم: ٤٤٦٧.

❺ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، رقم: ٦٤٦٠.

سے بچ جائے، یا جس سے گزارا ہو جائے۔ پیٹ بھر کر کھانا ''قوت'' سے آگے کی چیز ہے۔

مصطفیٰ علیہ الصلوۃ والسلام رفیق اعلیٰ کی جانب:

نبی کریم ﷺ نے اپنے رب کے پڑوس (اور رفیق اعلیٰ) کو اختیار فرمایا۔ آہ! مکہ مکرمہ میں طلوع ہونے والا ماہِ عرب وعجم تریسٹھ (63) برس تک ساری دنیا کو نورِ توحید سے منور کرنے کے بعد سوموار کے روز مدینہ منورہ کی پاک سرزمین میں غروب ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ!

یہ واقعہ ۱۲۔ ربیع الاوّل ۱۱ھ یوم دوشنبہ کو چاشت کی شدت کے وقت پیش آیا۔ ❶

تجہیز و تکفین اور تدفین:

''منگل کی صبح ہوئی۔ اس وقت تک آپ ﷺ کا جسد مبارک ایک دھاری دار یمنی چادر سے ڈھکا بستر ہی پر رہا۔ گھر کے لوگوں نے باہر سے دروازہ بند کر دیا تھا۔

منگل کے روز آپ ﷺ کو کپڑے اتارے بغیر غسل دیا گیا۔ غسل دینے والے حضرات تھے: حضرت عباس، حضرت علی، حضرت عباس کے دو صاحبزادگان فضل اور قثم، رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام شقران، حضرت اسامہ بن زید اور اوس بن خول رضی اللہ عنہم، حضرت عباس، فضل اور قثم آپ کی کروٹ بدل رہے تھے۔ حضرت اسامہ اور شقران پانی بہا رہے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ غسل دے رہے تھے اور حضرت اوس نے آپ کو اپنے سینے سے ٹیک دے رکھی تھی۔

اس کے بعد آپ کو تین سفید یمنی چادروں میں کفنایا گیا۔ ان میں کرتا اور پگڑی نہ تھی۔ ❷

بس آپ کو چادروں ہی میں لپیٹ دیا گیا تھا۔

آپ ﷺ کی آخری آرام گاہ کے بارہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائیں مختلف تھیں۔ لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کوئی نبی بھی فوت نہیں ہوا مگر اس کی تدفین وہیں ہوئی جہاں فوت ہوا۔ اس فیصلے کے بعد حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کا وہ بستر اٹھایا جس پر آپ کی وفات ہوئی تھی اور اس کے نیچے قبر کھودی۔ قبر

---

❶ الرحيق المختوم، ص: ٦٣٠۔ فضائل رحمة للعالمين ﷺ، ص: ٢٩٦.

❷ صحيح بخاری: ١٦٩/١۔ صحيح مسلم: ٣٠٦/١.

لحد والی (بغلی) کھودی گئی تھی۔

اس کے بعد باری باری دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حجرہ شریف میں داخل ہوکر (ازخود) نماز جنازہ پڑھی۔کوئی امام نہ تھا۔سب سے پہلے آپ کے خانوادہ (بنو ہاشم) نے نمازِ جنازہ پڑھی۔ پھر مہاجرین نے، پھر انصار نے، پھر مردوں کے بعد عورتوں نے اوران کے بعد بچوں نے۔

نماز جنازہ پڑھنے میں منگل کا پورا دن گزر گیا۔اور چہارشنبہ (بدھ) کی رات آ گئی۔رات میں آپ کے جسد پاک کو سپرد خاک کیا گیا۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کا علم نہ ہوا۔ یہاں تک کہ ہم نے بدھ کی رات کے درمیانی اوقات میں پھاوڑوں کی آواز سنی۔'' ❶

قبر مبارک:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک اونٹ کی کوہان کی طرح بنائی گئی۔ ❷

---

❶ مختصر سيرة الرسول للشيخ عبد الله، ص: ٤٧١۔ واقعہ کی تفصیل کے لیے دیکھئے: صحيح بخاری، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور اس کے بعد کے چند ابواب مع فتح الباری، نیز صحيح مسلم، مشکوٰة المصابيح، باب وفاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابن هشام: ٤٩/٢ تا ٦٥۔ تلقيح فهوم اهل الاثر، ص: ٣٨، ٣٩۔ رحمة للعالمين: ٢٧٧/١ تا ٢٨٦۔ اوقات کی تعیین بالعموم رحمۃ للعالمین سے لی گئی ہے۔ بحوالہ الرحيق المختوم، ص: ٦٣٢۔٦٣٣.

❷ صحيح بخاری، كتاب الجنائز، رقم: ١٣٩٠.

باب نمبر 19

معراجِ مصطفیٰ ﷺ کا بیان

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ①﴾ (بنی اسرائیل : ۱)

''پاک ہے وہ اللہ جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا، جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے' اس لیے کہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں ۔ یقیناً اللہ ہی خوب سننے والا، دیکھنے والا ہے۔''

''اسراء'' کے معنی ہوتے ہیں، رات کو لے جانا۔ آگے ''لیلاً''اس لیے ذکر کیا گیا ہے تاکہ رات کی قلت واضح ہو جائے، اسی لیے وہ نکرہ ہے۔ یعنی رات کے ایک حصے یا تھوڑے سے حصے میں یعنی چالیس راتوں کا یہ دور دراز کا سفر، پوری رات میں بھی نہیں بلکہ رات کے ایک قلیل حصے میں طے ہوا۔

''أقصیٰ'' دور کو کہتے ہیں، بیت المقدس جو ''القدس'' یا ''ایلیا'' شہر میں ہے، اور فلسطین میں واقع ہے۔ مکے سے القدس تک مسافت ۴۰ دن کی ہے، اس اعتبار سے مسجد حرام کے مقابلے میں بیت المقدس کو مسجد اقصیٰ (دور کی مسجد) کہا گیا ہے۔ یہ علاقہ قدرتی نہروں اور پھلوں کی کثرت اور انبیاء علیہم السلام کا مسکن ومدفن ہونے کے لحاظ سے ممتاز ہے، اس لیے اسے بابرکت قرار دیا گیا ہے۔

''تاکہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں'' یہ اس سیر کا مقصد ہے تاکہ ہم اپنے

اس بندے کو عجائبات اور آیاتِ کبریٰ دکھائیں ۔جن میں سے ایک آیت اور معجزہ یہ سفر بھی ہے کہ اتنا لمبا سفر رات کے ایک قلیل حصے میں ہو گیا ۔ نبی کریم ﷺ کو معراج ہوئی یعنی آسمانوں پر لے جایا گیا ، وہاں مختلف آسمانوں پر انبیاء علیہم السلام سے ملاقاتیں ہوئیں ،اور ''سدرۃ المنتھیٰ'' پر جو عرش سے نیچے ساتویں آسمان پر ہے ، اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے نماز اور دیگر بعض چیزیں عطا کیں ۔ جس کی تفصیلات صحیح احادیث میں بیان ہوئی ہیں ،اور صحابہ وتابعین سے لے کر آج تک امت کے اکثر علما وفقہا اس بات کے قائل چلے آ رہے ہیں کہ یہ معراج ''بِجَسَدِهِ الْعُنْصُرِی ''(یعنی جسم خاکی کے ساتھ)حالتِ بیداری میں ہوئی ۔ یہ خواب یا روحانی سیر اور مشاہدہ نہیں ہے ، بلکہ عینی مشاہدہ ہے جو اللہ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے اپنے پیغمبر کو کرایا ہے ۔اس معراج کے دو حصے ہیں : پہلا حصہ اسراء کہلاتا ہے ،جس کا ذکر یہاں کیا گیا ہے ،اور جو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کے سفر کا نام ہے ، یہاں پہنچنے کے بعد نبی کریم نے تمام انبیاو رسل علیہم السلام کی امامت فرمائی ۔ بیت المقدس سے پھر آپ کو آسمانوں پر لے جایا گیا ، یہ اس سفر کا دوسرا حصہ ہے جسے ''معراج'' کہا جاتا ہے ۔اس کا کچھ تذکرہ سورۂ ''نجم'' میں کیا گیا ہے اور باقی تفصیلات احادیث میں بیان کی گئی ہیں ۔ عام طور پر اس پورے سفر کو ''معراج'' سے ہی تعبیر کیا جاتا ہے ۔معراج ، سیڑھی کو کہتے ہیں ، یہ نبی ﷺ کی زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ ''عُرِجَ بِی اِلَی السَّمَآءِ '' (مجھے آسمان پر چڑھایا گیا) سے ماخوذ ہے ، کیونکہ اس سفر کا دوسرا حصہ پہلے سے بھی زیادہ اہم اور عظیم الشان ہے ، اس لیے معراج کا لفظ ہی زیادہ مشہور ہو گیا ۔ [1]

شیخ عبداللہ بن عبدالحمید الاثری رحمہ اللہ رقمطراز ہیں :

''قرآن کے بعد سب سے بڑا معجزہ ،جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی تائید وحمایت فرمائی ہے ''اسراء ومعراج'' کا معجزہ ہے ۔اہل السنہ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو بیداری کی حالت میں روح وجسم سمیت آسمان کی طرف لے جایا گیا تھا ۔'' [2]

---

[1] تفسیر أحسن البیان، ص : ٧٦٥_٧٦٦.

[2] الوجیز فی عقیدۃ السلف الصالح: ١/ ٦٦.

امام ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''صحیح قول کے مطابق رسول اللہ ﷺ کو آپ کے جسم مبارک سمیت بُراق پر سوار کر کے سیّدنا جبریل علیہ السلام کی معیت میں مسجد حرام سے بیت المقدس تک سیر کرائی گئی، پھر آپ ﷺ نے وہاں نزول فرمایا، اور انبیاء علیہم السلام کی امامت فرماتے ہوئے نماز پڑھائی اور بُراق کو مسجد کے دروازے کے حلقے سے باندھ دیا تھا۔

اس کے بعد اسی رات آپ ﷺ کو بیت المقدس سے آسمانِ دنیا تک لے جایا گیا۔ جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا۔ آپ ﷺ کے لیے دروازہ کھولا گیا۔ آپ ﷺ نے وہاں انسانوں کے باپ سیّدنا آدم علیہ السلام کو دیکھا اور انہیں سلام کیا۔ انہوں نے آپ ﷺ کو مرحبا کہا۔ سلام کا جواب دیا اور آپ ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا۔ اللہ نے آپ ﷺ کو ان کے دائیں جانب سعادت مندوں کی روحیں اور بائیں جانب بدبختوں کی روحیں دکھلائیں۔

پھر آپ ﷺ کو دوسرے آسمان پر لے جایا گیا اور دروازہ کھلوایا گیا۔ آپ ﷺ نے وہاں سیّدنا یحییٰ بن زکریا علیہ السلام اور سیّدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو دیکھا۔ دونوں سے ملاقات کی اور سلام کیا۔ دونوں نے سلام کا جواب دیا، مبارکباد دی اور آپ ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا۔

پھر تیسرے آسمان پر لے جایا گیا۔ آپ ﷺ نے وہاں سیّدنا یوسف علیہ السلام کو دیکھا اور سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا، مبارکباد دی اور آپ ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا۔

پھر چوتھے آسمان پر لے جایا گیا۔ وہاں آپ ﷺ نے سیّدنا ادریس علیہ السلام کو دیکھا اور انہیں سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا، مرحبا کہا اور آپ ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا۔

پھر پانچویں آسمان پر لے جایا گیا۔ وہاں آپ ﷺ نے سیّدنا ہارون بن عمران علیہ السلام کو دیکھا اور انہیں سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا، مبارکباد دی اور نبوت کا اقرار کیا۔

پھر آپ ﷺ کو چھٹے آسمان پر لے جایا گیا۔ وہاں آپ ﷺ کی ملاقات سیّدنا موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے ہوئی۔ آپ ﷺ نے انھیں سلام کیا۔ انہوں نے مرحبا کہا اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا۔ البتہ جب آپ ﷺ وہاں سے آگے بڑھے تو وہ رونے لگے۔ اُن سے کہا گیا آپ

کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے کہا، میں اس لیے رو رہا ہوں کہ ایک نوجوان جو میرے بعد مبعوث کیا گیا اس کی امت کے لوگ میری امت کے لوگوں سے بہت زیادہ تعداد میں جنت میں داخل ہوں گے۔

اس کے بعد آپ ﷺ کو ساتویں آسمان پر لے جایا گیا۔ وہاں آپ ﷺ کی ملاقات سیّدنا ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی۔ آپ ﷺ نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا، مبارکباد دی اور آپ ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا۔

اس کے بعد آپ ﷺ کو ''سدرۃ المنتہیٰ'' تک لے جایا گیا۔ پھر آپ ﷺ کے لیے بیت معمور کو ظاہر کیا گیا۔

پھر خدائے جبار جل جلالہ کے دربار میں پہنچایا گیا، اور آپ ﷺ اللہ کے اتنے قریب ہوئے کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ اس وقت اللہ نے اپنے بندے پر وحی فرمائی جو کچھ کہ وحی فرمائی اور پچاس وقت کی نمازیں فرض کیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ واپس ہوئے یہاں تک کہ سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے، تو انہوں نے پوچھا کہ اللہ نے آپ ﷺ کو کس چیز کا حکم دیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، پچاس نمازوں کا، انہوں نے کہا، آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ اپنے پروردگار کے پاس واپس جائیے اور اپنی امت کے لیے تخفیف کا سوال کیجئے۔ آپ ﷺ نے سیّدنا جبریل علیہ السلام کی طرف دیکھا، گویا ان سے مشورہ لے رہے ہوں۔ انہوں نے اشارہ کیا، ہاں، اگر آپ چاہیں۔ اس کے بعد سیّدنا جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کو اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور لے گئے، اور وہ اپنی جگہ تھا۔ بعض طرق میں صحیح بخاری کا لفظ یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں اور آپ ﷺ نیچے لائے گئے۔ جب سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزر ہوا تو انہیں خبر دی۔ انہوں نے کہا، آپ ﷺ اپنے رب کے پاس واپس جائیے اور تخفیف کا سوال کیجئے۔ اسی طرح سیّدنا موسیٰ علیہ السلام اور اللہ عزوجل کے درمیان آپ ﷺ کی آمد و رفت برابر جاری رہی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے صرف پانچ نمازیں باقی رکھیں۔ اس کے بعد بھی سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے آپ ﷺ کو واپسی اور طلبِ تخفیف کا

مشورہ دیا، مگر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اب مجھے اپنے رب سے شرم محسوس ہو رہی ہے۔ میں اسی پر راضی ہوں اور سرِ تسلیم خم کرتا ہوں۔'' پھر جب آپ ﷺ مزید کچھ دور تشریف لے گئے تو ندا آئی کہ میں نے اپنا فریضہ نافذ کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی۔ ❶

اس کے بعد امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اس بارے میں اختلاف ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا یا نہیں؟ پھر امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تحقیق ذکر کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنکھ سے دیکھنے کا تو سرے سے کوئی ثبوت نہیں اور نہ کوئی صحابی اس کا قائل ہے......

اس دفعہ بھی نبی ﷺ کے ساتھ شقِ صدر (سینہ چاک کئے جانے) کا واقعہ پیش آیا اور آپ ﷺ کو اس سفر کے دوران کئی چیزیں دکھلائی گئیں۔

آپ ﷺ پر دودھ اور شراب پیش کی گئی۔ آپ ﷺ نے دودھ اختیار فرمایا۔ اس پر آپ ﷺ سے کہا گیا کہ آپ ﷺ کو فطرت کی راہ بتائی گئی۔ یا آپ ﷺ نے فطرت پا لی۔ اور یاد رکھئے کہ اگر آپ ﷺ نے شراب لی ہوتی تو آپ ﷺ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

آپ ﷺ نے جنت میں چار نہریں دیکھیں، دو ظاہری اور دو باطنی۔ ظاہری نہریں نیل وفرات تھیں۔ (اس کا مطلب غالباً یہ ہے کہ آپ ﷺ کی رسالت نیل وفرات کی شاداب وادیوں کو اپنا وطن بنائے گی، یعنی یہاں کے باشندے نسلاً بعد نسل مسلمان ہوں گے۔ یہ نہیں کہ ان دونوں نہروں کے پانی کا منبع جنت میں ہے۔ واللہ اعلم)

آپ ﷺ نے مالک داروغۂ جہنم کو بھی دیکھا۔ وہ ہنستا نہ تھا اور نہ اس کے چہرے پر خوشی اور بشاشت تھی، آپ ﷺ نے جنت وجہنم بھی دیکھی۔

آپ ﷺ نے ان لوگوں کو بھی دیکھا جو یتیموں کا مال ظلماً کھا جاتے ہیں۔ ان کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹوں کی طرح تھے، اور وہ اپنے منہ میں پتھر کے ٹکڑوں جیسے انگارے ٹھونس رہے تھے جو دوسری جانب ان کے پاخانے کے راستے سے نکل رہے تھے۔

آپ ﷺ نے سود خوروں کو بھی دیکھا۔ ان کے پیٹ اتنے بڑے بڑے تھے کہ وہ اپنی

---

❶ زاد المعاد: ۲/ ۴۷، ۴۸.

جگہ سے اِدھر اُدھر نہیں ہو سکتے تھے اور جب آلِ فرعون کو آگ پر پیش کرنے کے لیے لے جایا جاتا تو ان کے پاس سے گزرتے وقت انہیں روندتے ہوئے جاتے تھے۔

آپ ﷺ نے زنا کاروں کو بھی دیکھا۔ اُن کے سامنے تازہ اور فربہ گوشت تھا اور اسی کے پہلو بہ پہلو سڑا ہوا چھچھڑا بھی تھا۔ یہ لوگ تازہ اور فربہ گوشت چھوڑ کر سڑا ہوا چھچھڑا کھا رہے تھے۔

آپ ﷺ نے ان عورتوں کو دیکھا جو اپنے شوہروں پر دوسروں کی اولاد داخل کر دیتی ہیں یعنی دوسروں سے زنا کے ذریعے حاملہ ہوتی ہیں لیکن لاعلمی کی وجہ سے بچہ ان کے شوہر کا سمجھا جاتا ہے، آپ ﷺ نے انہیں دیکھا کہ ان کے سینوں میں بڑے بڑے ٹیڑھے کانٹے چبھو کر انہیں آسمان و زمین کے درمیان لٹکا دیا گیا ہے۔

آپ ﷺ نے آتے جاتے اہل مکہ کا ایک قافلہ بھی دیکھا اور انہیں ان کا ایک اونٹ بھی بتایا جو بدک کر بھاگ گیا تھا۔ آپ ﷺ نے ان کا پانی بھی پیا جو ایک ڈھکے ہوئے برتن میں رکھا تھا۔ اس وقت قافلہ سو رہا تھا، پھر آپ ﷺ نے اُسی طرح برتن ڈھک کر چھوڑ دیا اور یہ بات معراج کی صبح آپ ﷺ کے دعویٰ کی صداقت کی ایک دلیل ثابت ہوئی۔ [1]

رسول اللہ ﷺ نے جب صبح قوم کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا تو ان کی تکذیب میں اور بھی شدت آ گئی۔ کہا جاتا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اسی موقع پر صدیق کا خطاب دیا گیا تھا کیونکہ انہوں نے آپ ﷺ کی اس وقت تصدیق کی تھی جب قوم نے تکذیب کی تھی۔

معراج کا فائدہ بیان فرماتے ہوئے جو سب سے مختصر اور عظیم بات کہی گئی وہ یہ ہے کہ

﴿لِنُرِيَهُ مِنْ اٰيٰتِنَا﴾ (بنی اسرائیل: ۱)

''تا کہ ہم (یعنی اللہ تعالیٰ) آپ کو اپنی کچھ نشانیاں دکھلائیں۔''

اور انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی یہی سنت ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿۷۵﴾﴾ (الأنعام: ۷۵)

[1] ابن هشام: ۱/۳۹۷، ۴۰۲-۴۰۶۔ اور کتب تفاسیر، تفسیر سورة اسراء.

''اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمان و زمین کا نظامِ سلطنت دکھلایا، اور تا کہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو۔''

چنانچہ جب انبیا کرام کے علوم کو اس طرح کے مشاہدات کی سند حاصل ہو جاتی تھی تو انہیں ''عین الیقین'' کا وہ مقام حاصل ہو جاتا تھا جس کا اندازہ لگانا ممکن نہیں کہ ''شنیدہ کے بود مانندیدہ'' اور یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام اللہ کی راہ میں ایسی ایسی مشکلات جھیل لیتے تھے جنہیں کوئی اور نہیں جھیل سکتا۔

درحقیقت ان کی نگاہوں میں دنیا کی ساری قوتیں مل کر بھی مچھر کے پَر کے برابر حیثیت نہیں رکھتی تھیں، اسی لیے وہ ان قوتوں کی طرف سے ہونے والی سختیوں اور ایذارسانیوں کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے۔'' [1]

یوں معراج کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ایک عظیم معجزہ عطا کیا جو دوسرے کسی نبی کو عطا نہیں ہوا۔

❀❀❀

---

[1] ماخوذ از الرحیق المختوم، ص : ۱۹۸-۲۰۲.

باب نمبر 20

نبی کریم ﷺ کے معجزات کا بیان

شیخ نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ معجزہ کی تعریف یوں فرماتے ہیں:

''معجزہ ایسے خرقِ عادت کام کو کہتے ہیں جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ نبوت کا دعویٰ کرنے والے شخص کی صداقت ظاہر ہو جائے کہ وہ واقعتاً اللہ کا پیغمبر ہے۔''

شیخ عبدالرحمٰن بن حماد آل عمر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''علمائے سیر نے محمد ﷺ کی رسالت کی صداقت ثابت کرنے والے معجزات کو شمار کیا ہے، اوران کی تعداد ایک ہزار سے بھی زیادہ ہے۔''

ان معجزات میں سے چند ایک سے متعلقہ احادیث پیش خدمت ہیں:

قرآن معجزۂ رسول اللہ ﷺ:

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا قَدْ أُعْطِيَ مِنَ الْآيَاتِ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ، وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيتُ وَحْيًا أَوْحَى اللّٰهُ إِلَيَّ، فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ .)) ❶

''انبیاء میں سے جو نبی بھی گزرا اس کو جس قدر معجزات دیئے گئے اسی قدر اس پر لوگ ایمان لاتے۔ خوش ہو جاؤ، جو معجزہ مجھے عطا کیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا قرآن ہے، جو مجھ پر نازل کیا گیا ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن اس پر سب

❶ صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، رقم: ٤٩٨١ ۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ٣٨٥.

سے زیادہ ایمان لانے والے ہوں گے۔''

کفار کی قتل گاہیں......ایک عظیم معجزہ:

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

((اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ شَاوَرَ حِيْنَ بَلَغَنَا اِقْبَالُ أَبِى سُفْيَانَ ، وَ قَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! وَ الَّذِىْ نَفْسِى بِيَدِهِ لَوْ أَمَرْتَنَا أَنْ نُخِيْضَهَا الْبَحْرَ لَأَخَضْنَاهَا ، وَ لَوْ أَمَرْتَنَا أَنْ نَضْرِبَ أَكْبَادَهَا اِلٰى بَرْكِ الْغِمَادِ لَفَعَلْنَا قَالَ: فَنَدَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ النَّاسَ ، فَانْطَلَقُوْا حَتّٰى نَزَلُوْا بَدْرًا ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ ، وَ يَضَعُ يَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ هٰهُنَا وَ هٰهُنَا ، قَالَ :فَمَا مَاتَ أَحَدُهُمْ عَنْ مَوْضِعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ .)) [1]

''رسول اکرم ﷺ نے ابوسفیان کے قافلے کی خبر ملنے پر مشورہ فرمایا تو سیّدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا، اے اللہ کے رسول! اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر آپ ہمیں اپنی سواریوں کو سمندر میں داخل کرنے کا حکم دیں گے تو ہم ان کو سمندر میں بھی داخل کر دیں گے، اور اگر آپ ہمیں حکم دیں گے کہ اپنی سواریوں کو ہانکتے ہوئے ''برک الغماد'' تک لے جائیں تو ہم یہ بھی کر گزریں گے، چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو نکلنے کا حکم دیا تو وہ روانہ ہوئے حتی کہ بدر میں اترے۔ اب رسول محترم ﷺ نے فرمایا، یہ فلاں فلاں کی ہلاکت کی جگہ ہے، اور آپ ﷺ نے زمین پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا کہ یہاں اور یہاں آپ نے اشارہ کیا۔ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی رسول اللہ ﷺ کے رکھے ہوئے ہاتھ کی جگہ سے اِدھر اُدھر نہیں مرا۔''

[1] صحیح مسلم، کتاب الجهاد، رقم: ٤٦٢١.

تھوڑا سا کھانا اہل خندق کے لیے کافی ہو گیا:

سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((اِنَّا یَوْمَ الْخَنْدَقِ نَحْفِرُ فَعَرَضَتْ كُدْيَةٌ شَدِيْدَةٌ فَجَاؤُا النَّبِيَّ ﷺ فَقَالُوْا: هٰذِهِ كُدْيَةٌ عَرَضَتْ فِي الْخَنْدَقِ ، فَقَالَ : أَنَا نَازِلٌ ، ثُمَّ قَامَ وَ بَطْنُهٗ مَعْصُوْبٌ بِحَجَرٍ وَ لَبِثْنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ لَا نَذُوْقُ ذَوَاقًا فَأَخَذَ النَّبِيُّ ﷺ الْمِعْوَلَ فَضَرَبَ فِي الْكُدْيَةِ فَعَادَ كَثِيْبًا أَهْيَلَ فَانْكَفَأْتُ اِلٰى امْرَأَتِي ، فَقُلْتُ: هَلْ عِنْدَكِ شَيْءٌ فَاِنِّي ﷺ رَأَيْتُ بِالنَّبِيِّ ﷺ خَمَصًا شَدِيْدًا . فَأَخْرَجَتْ جِرَابًا فِيْهِ صَاعٌ مِنْ شَعِيْرٍ ، وَلَنَا بُهَيْمَةٌ دَاجِنٌ ، قَالَ: فَذَبَحْتُهَا ، وَ طَحَنَتِ الشَّعِيْرَ حَتّٰى جَعَلْنَا اللَّحْمَ فِي الْبُرْمَةِ ، ثُمَّ جِئْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَسَارَرْتُهٗ ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! ذَبَحْنَا بُهَيْمَةً لَنَا وَ طَحَنَتْ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ ، فَتَعَالَ أَنْتَ وَنَفَرٌ مَعَكَ ، فَصَاحَ النَّبِيُّ ﷺ يَا أَهْلَ الْخَنْدَقِ! اِنَّ جَابِرًا صَنَعَ سُوْرًا فَحَيَّهَلَا بِكُمْ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا تُنْزِلَنَّ بُرْمَتَكُمْ وَ لَا تَخْبِزَنَّ عَجِيْنَكُمْ حَتّٰى أَجِيْءَ ، وَ جَاءَ فَأَخْرَجْتُ لَهٗ عَجِيْنًا ، فَبَصَقَ فِيْهِ وَ بَارَكَ ، ثُمَّ عَمَدَ اِلٰى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ : ادْعِيْ خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعَكِ ، وَاقْدَحِيْ مِنْ بُرْمَتِكُمْ وَ لَا تُنْزِلُوْهَا ، وَهُمْ أَلْفٌ فَأُقْسِمُ بِاللّٰهِ! لَأَكَلُوْا حَتّٰى تَرَكُوْهُ وَ انْحَرَفُوْا ، وَ اِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ ، وَ اِنَّ عَجِيْنَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ .)) [1]

’’ہم جنگ خندق میں خندق کھود رہے تھے کہ ایک سخت چٹان آ گئی ۔ سب نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آئے ، اور عرض کیا کہ خندق کے درمیان ایک

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم: ۴۱۰۱ ـ صحیح مسلم، کتاب الأشربة، رقم: ۲۰۳۹، واللفظ له.

سخت چٹان آ گئی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: میں اسے توڑنے کے لیے آ تا ہوں۔ پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے، اور آپ کے پیٹ پر ایک پتھر بندھا ہوا تھا، کیونکہ تین دن سے ہم نے کچھ نہیں کھایا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے گینتی اٹھائی اور ایسی ضرب لگائی کہ وہ چٹان بھر بھری ریت کی مانند ہوگئی۔سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں اپنی بیوی کے پاس آیا، اور پوچھا، کیا تیرے پاس (کھانے کو) کچھ موجود ہے؟ کیونکہ میں نے نبی معظم ﷺ کو سخت بھوک میں مبتلا پایا ہے۔اس نے ایک تھیلا نکالا جس میں ایک صاع (تقریباً اڑھائی کلوگرام) جَو تھے اور ہمارے پاس ایک چھوٹا سا دنبہ تھا۔ چنانچہ ہم نے اسے ذبح کرلیا۔میری بیوی نے جَو پیسے اور ہم نے گوشت ہنڈیا میں چڑھایا۔ میں نبی معظم ﷺ کی خدمت میں آیا اور یوں سرگوشی کی، اے اللہ کے رسول! ہم نے اپنا دنبہ ذبح کیا ہے، اور ایک صاع جو پیسے ہیں، اس لیے آپ اپنے چند رفقا کے ساتھ تشریف لے چلئے۔ نبی کریم ﷺ نے بآوازِ بلند فرمایا، اے اہل خندق! جابر نے ضیافت کا اہتمام کیا ہے۔فوراً آ جاؤ۔ اور رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ میرے آنے تک نہ اپنی ہنڈیا اتارنا اور نہ اپنے آٹے کی روٹیاں پکانا۔آپ کی تشریف آوری پر آپ کی خدمت میں آٹا پیش کر دیا۔آپ نے اپنا لعاب دہن اس میں ڈالا اور برکت کی دعا کی۔ پھر آپ ہنڈیا کی طرف آئے اور اس میں لعاب ڈالتے ہوئے برکت کی دعا کی۔ پھر میری بیوی سے فرمایا، اپنے ساتھ ایک اور روٹی پکانے والی کو بلاؤ، وہ تمہارے ساتھ روٹیاں پکاتی رہے، اور سالن نکالتے رہو، لیکن ہنڈیا کو مت اتارنا۔کھانے والے ایک ہزار تھے۔(سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا) میں اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھاتا ہوں کہ سب نے سیر ہو کر کھانا کھایا، یہاں تک کہ کھانا بچ گیا، اور وہ سب سیر ہو کر پلٹ گئے، اور ہماری ہنڈیا جوں کی توں بھری ہوئی اور ہمارا پکایا جانے والا آٹا حسب سابق تھا۔‘‘

درخت کا چلنا:

سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، حَتّٰى نَزَلْنَا وَادِيًا أَفْيَحَ ، فَذَهَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقْضِىْ حَاجَتَهُ ، فَلَمْ يَرَ شَيْئًا يَسْتَتِرُ بِهِ ، فَإِذَا شَجَرَتَانِ بِشَاطِئِ الْوَادِىْ ، فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلٰى اِحْدٰهُمَا فَأَخَذَ بِغُصْنٍ مِّنْ أَغْصَانِهَا ، فَقَالَ: اِنْقَادِىْ عَلَىَّ بِإِذْنِ اللّٰهِ ، فَانْقَادَتْ مَعَهُ كَالْبَعِيْرِ الْمَخْشُوْشِ ، الَّذِىْ يُصَانِعُ قَائِدَهُ ، حَتّٰى أَتَى الشَّجَرَةَ الْأُخْرٰى ، فَأَخَذَ بِغُصْنٍ مِّنْ أَغْصَانِهَا فَقَالَ انْقَادِىْ عَلَىَّ بِإِذْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى ، فَانْقَادَتْ مَعَهُ كَذٰلِكَ ، حَتّٰى إِذَا كَانَ بِالْمَنْصَفِ مِمَّا بَيْنَهُمَا ، فَقَالَ الْتَئِمَا عَلَىَّ بِإِذْنِ اللّٰهِ ، فَالْتَأَمَتَا فَجَلَسْتُ أُحَدِّثُ نَفْسِىْ ، فَحَانَتْ مِنِّىْ لَفْتَةٌ ، فَإِذَا أَنَا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ مُقْبِلًا ، وَ إِذَا الشَّجَرَتَانِ قَدِ افْتَرَقَتَا ، فَقَامَتْ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عَلٰى سَاقٍ .)) [1]

''ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں روانہ ہوئے حتی کہ ایک کھلی وادی میں اترے۔ رسول اکرم ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ پردہ کے لیے کوئی چیز نہیں تھی، البتہ وادی کے کنارے پر دو درخت تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان میں سے ایک درخت کے پاس گئے، اور اس کی ایک شاخ کو پکڑ کر یوں فرمایا، اللہ تعالیٰ کے حکم سے میرے ساتھ آ ؤ۔ درخت اسی طرح حکم بجالایا جس طرح نکیل والا اونٹ اپنے سوار کا تابع فرمان ہوتا ہے۔ پھر آپ دوسرے درخت کے پاس تشریف لے گئے، اور اس کی شاخ پکڑ کر فرمایا، اللہ کے حکم سے میری پیروی کرو، چنانچہ وہ بھی پہلے درخت کی طرح حکم بجالایا۔ پھر جب آپ ان دونوں کے درمیان

[1] صحیح مسلم، کتاب الزھد، رقم: ۷۵۱۸.

آ گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ کے حکم سے دونوں میرے اوپر آپس میں مل جاؤ۔ چنانچہ وہ دونوں درخت آپس میں مل گئے۔ سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے خیالوں میں گم تھا کہ اچانک میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ میرے سامنے تشریف لے آتے ہیں، اور دونوں درخت جدا ہو گئے ہیں اور ہر ایک اپنے اپنے تنے پر قائم ہے۔''

معجزہ شقِّ قمر:

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

((اَنَّ أَهْلَ مَكَّةَ سَأَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يُرِيَهُمْ اٰيَةً فَاَرٰهُمُ الْقَمَرَ شِقَّتَيْنِ ، حَتّٰى رَأَوْا حِرَاءَ بَيْنَهُمَا .)) ❶

''اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ آپ انہیں کوئی نشانی دکھائیں۔ تو آپ نے انہیں (انگلی کے اشارے سے) چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھائے۔ یہاں تک کہ ان کافروں نے حراء پہاڑ کو چاند کے دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔''

انگلیوں کے درمیان سے پانی کا ابلنا:

سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((عَطِشَ النَّاسُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا ثُمَّ أَقْبَلَ النَّاسُ نَحْوَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : مَالَكُمْ؟ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، لَيْسَ عِنْدَنَا مَا نَتَوَضَّأُ بِهِ وَ نَشْرَبُ اِلَّا مَا فِي رَكْوَتِكَ ، فَوَضَعَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَهٗ فِي الرَّكْوَةِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَفُوْرُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ كَأَمْثَالِ الْعُيُوْنِ قَالَ: فَشَرِبْنَا وَ تَوَضَّأْنَا ، قُلْتُ لِجَابِرٍ: كَمْ كُنْتُمْ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: لَوْ كُنَّا مِائَةَ أَلْفٍ لَكَفَانَا ، كُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً)) ❷

---

❶ صحیح بخاری، کتاب مناقب الأنصار، رقم: ۳۸۶۸۔ صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، رقم: ۷۰۷۴.

❷ صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم: ۴۱۵۲۔ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ: ۱۸۵۶.

''حدیبیہ کے روز لوگوں نے شدت کی پیاس محسوس کی اور رسول محترم ﷺ کے سامنے ایک برتن تھا۔ آپ نے اس سے وضوء کیا۔ اس کے بعد صحابہ کرام آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے، اور عرض کیا کہ ہمارے پاس آپ کے اس برتن میں موجود پانی کے سوا کوئی پانی نہیں ہے کہ ہم وضو کرسکیں یا پی سکیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اپنا ہاتھ پانی کے برتن میں ڈالا پھر کیا تھا کہ پانی اس چشمہ کی مانند اُبلنے لگا۔ سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے سیر ہوکر پیا اور وضوء کیا۔ سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اس وقت آپ کتنے لوگ تھے؟ انہوں نے بتایا کہ ہم پندرہ سو تھے، لیکن اگر ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کفایت کرتا۔''

کھجوروں کا گر کر واپس لگ جانا:

نبی کریم ﷺ کے پاس ایک دیہاتی آیا، اور اس نے آکر عرض کیا کہ میں کیسے سمجھوں کہ آپ نبی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، اگر میں اس درخت کی کھجور بھری شاخ کو حکم دوں تو کیا تم گواہی دو گے یعنی مان لو گے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے جواب دیا، ہاں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے کھجور بھری شاخ کو آواز دی تو درخت سے کھجوریں گرنے لگیں، یہاں تک کہ نبی ﷺ تک کھجوروں کا ڈھیر لگ گیا۔ پھر فرمایا، لوٹ جاؤ تو کھجوریں واپس جا کر درخت پر لگ گئیں۔ یہ دیکھ کر دیہاتی نے اسلام قبول کرلیا۔ [1]

ایک پیالہ دودھ کا بے شمار لوگوں کیلئے کافی ہوگیا:

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک دن ایک راستے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا پاس سے گزر ہوا تو آپ ﷺ نے انہیں دیکھ کر تبسم فرمایا، اور یہ سمجھ لیا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے جی میں کیا ہے اور چہرے سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، ابوہریرہ! انہوں نے کہا، حاضر ہوں اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: آؤ میرے ساتھ، اور آپ چل پڑے۔

---

[1] سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب فی حنین الجذع، رقم: ۳۶۲۸۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے سوائے ''فاسلم الأعرابی'' کے بقیہ روایت کو صحیح کیا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بھی پیچھے چل پڑا۔ رسول اللہ ﷺ نے (کسی صحابی کے گھر میں داخل ہونے کی) اجازت طلب کی، میرے لیے بھی اجازت مل گئی۔ آپ ﷺ داخل ہوئے تو دودھ کا ایک پیالہ پایا۔ آپ نے پوچھا، یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے جواب دیا، فلاں مرد کے پاس سے یا فلاں عورت کے پاس سے۔ آپ ﷺ نے مجھے بلایا اور کہا: جاؤ اہل صفہ کے پاس اور انہیں بھی بلا لاؤ۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ بات مجھے کچھ ناگوار معلوم ہوئی اس لیے میں نے کہا، اتنا دودھ اہل صفہ کے کیا کام آئے گا (بعض روایات کے مطابق ان صحابہ کی تعداد ستر سے کم نہ تھی) جبکہ میں زیادہ مستحق تھا کہ اس دودھ میں سے مجھے بھی کچھ ملے جس سے میں طاقت حاصل کرسکوں۔ جب اصحابِ صفہ آ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے دودھ پلانے کا حکم دیا، میں انہیں پلانے لگا اور مجھے امید نہیں تھی کہ اس دودھ میں سے مجھے بھی کچھ ملے گا۔ میں ہر مرد کو دینے لگا اور وہ اتنا پیتا کہ سیر ہو جاتا، پھر وہ پیالہ میری طرف لوٹا دیتا۔ یہاں تک کہ میں نبی کریم ﷺ تک پہنچا، جبکہ تمام لوگ سیر ہو چکے تھے۔ آپ ﷺ نے پیالہ لے لیا اور اسے ہاتھ میں پکڑ کر میری طرف دیکھا، پھر مسکرائے اور کہا، ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں۔ فرمایا، اب میں اور تم باقی رہ گئے ہیں، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ فرمایا، بیٹھ جاؤ اور پیو۔ میں بیٹھ گیا اور پینا شروع کر دیا، آپ مسلسل کہتے رہے کہ پیو یہاں تک کہ مجھے کہنا پڑ گیا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! اب بالکل گنجائش نہیں ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا، تو لاؤ مجھے دو، میں نے پیالہ رسول اللہ ﷺ کو تھما دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی حمد بیان کی، بسم اللہ پڑھ کر سب کا جھوٹا نوش فرما گئے۔'' [1]

سراقہ کے گھوڑے کا زمین میں دھنس جانا:

جب رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو مکہ سے نکل کھڑے ہوئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ ﷺ جبل ثور کے ایک غار میں داخل ہو گئے۔

[1] مسند احمد: ۵۱۵۲، رقم: ۱۰۷۹۔ شعیب ارناؤوط نے اس حدیث کی سند کو بخاری کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے۔

تا کہ قریش سے چھپ جائیں، اور قریش آپ کی تلاش میں تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا پتا بتانے والے کے لیے سو اونٹ انعام رکھا تھا۔ اس لیے اللہ نے آپ ﷺ کے نشانِ قدم کو بھی مٹا دیا، اور غار کے منہ پر مکڑیوں کا جالا تن دیا۔ جب آپ ﷺ وہاں سے نکلے تو پیچھے سے سراقہ بن مالک آ پہنچا۔ وہ بھی آپ کو تلاش کرنے والوں میں تھا۔ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بول اٹھے کہ یہ سراقہ تو بالکل قریب آ گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی، اے اللہ! ہماری طرف سے سراقہ کے لیے کافی ہو جا، تو زمین نے فوراً اس کے گھوڑے کو بغل تک نگل لیا۔ سراقہ بولا! اے محمد! آپ دعا کیجئے، اللہ مجھے چھوڑ دے، اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ جو لوگ آپ کی تلاش میں آ رہے ہیں، میں ان کو واپس بھیج دوں گا۔ اور آپ کے خلاف کبھی ان کی مدد نہیں کروں گا۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی، اے اللہ! اگر سراقہ سچا ہے تو اس کے گھوڑے کو چھوڑ دے۔ اللہ نے اس کے گھوڑے کو چھوڑ دیا۔ پھر سراقہ نے اسلام قبول کر لیا اور اچھے مسلمان بن کر رہے۔ [1]

سیدنا جبرائیل علیہ السلام کا اونٹ کی شکل میں ابوجہل کی طرف لپکنا:

ایک دن ابوجہل نے کہا، قریشیو! جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ محمد ہمارے دین میں عیب نکالتا ہے، ہمارے باپ دادا کو برا بھلا کہتا ہے، ہمارے عقلمندوں کو احمق کہتا ہے، ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتا ہے، اور میں اب اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ میں ایک وزنی پتھر لے کر محمد کے انتظار میں بیٹھوں گا، جب وہ نماز میں سجدہ کرے گا تو میں پتھر سے اس کا سر کچل دوں گا۔ پھر تم چاہے مجھے چھوڑنا یا روکنا، اس کے بعد عبد مناف میرے ساتھ جو مرضی کریں۔

لوگوں نے کہا، اللہ کی قسم! ہم تم کو کبھی نہیں چھوڑیں گے، اس لیے جو چاہو تم کر گزرو۔ پھر جب صبح ہوئی تو ابوجہل نے ویسا ہی پتھر اٹھایا جیسا کہ اس نے بیان کیا تھا، اور رسول اللہ ﷺ کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ رسول اللہ ﷺ اسی طرح تشریف لے گئے جس طرح روزانہ جاتے تھے اور نماز پڑھنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ جب سجدہ میں گئے تو ابوجہل نے پتھر اٹھایا اور آپ ﷺ کی طرف بڑھا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے قریب ہو گیا۔ پھر

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المناقب، رقم : ۳۶۱۵۔ صحیح مسلم، کتاب الزھد، رقم : ۲۰۰۹.

اچانک شکست خوردہ، بدحواس اور خوفزدہ ہو کر پلٹ پڑا۔ پتھر پر اس کے دونوں ہاتھ خشک ہو گئے، یہاں تک کہ اس نے پتھر ہاتھ سے پھینک دیا۔ قریش کے چند لوگ اس کے پاس گئے، پوچھا، ابوالحکم کیا بات ہے؟ ابو جہل نے کہا، کل جو میں نے تم سے کہا تھا، اس کے لیے میں محمد (ﷺ) کی طرف بڑھا۔ لیکن جب میں اس کے قریب ہوا تو دور سے ہی ایک موٹا اونٹ میرے سامنے آ گیا۔ اللہ کی قسم! ویسی کھوپڑی، اتنی موٹی گردن اور ایسے دانتوں والا اونٹ میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ وہ مجھے کھانے کے لیے لپکا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ سیّدنا جبرئیل علیہ السلام تھے۔ اگر ابو جہل قریب آتا تو وہ اسے پکڑ لیتے۔ [1]

ººº

[1] مسند احمد: ۲/ ۳۷۰، ۸۸۳۱۔ شعیب ارناؤوط نے اس حدیث کی سند کو مسلم کی شرط پر "صحیح" کہا ہے۔

باب نمبر 21

نبی کریم ﷺ کی پیش گوئیوں کا بیان

پیش گوئی سے مراد ہے ''کسی چیز کے وقوع سے پہلے ہی اس کی اطلاع دے دینا۔'' کسی واقعہ کے بارے میں پیشگی اطلاع دینا لامحالہ دو باتوں پر موقوف ہے، یا تو ایسی اطلاع دینے والے شخص کو اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے مطلع فرما دیتا ہے، یا پھر وحی کے علاوہ آثار وقرائن، کشف والہام، خواب والقاء، شیطانی وحی، علم جادو اور دیگر مادی ذرائع واسباب اور آثار وقرائن سے کسی اَمر کے وقوع سے پہلے اس کے اَحوال معلوم کر کے پیشگوئی کر دی جاتی ہے۔

اول الذکر بات تو صرف انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے مختلف باتوں کے متعلق پیشگی اطلاع کر دیتا تھا، جبکہ ثانی الذکر میں مسلم وغیر مسلم سبھی یکساں ہیں۔ البتہ انبیاء علیہم السلام اور غیر انبیاء میں ایک بنیادی امتیاز یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی پیش گوئی سو فیصد مبنی برحقیقت اور سچی ہوتی ہے، جبکہ غیر انبیاء کی مختلف ذرائع کے پیش نظر کی جانے والی پیشگوئی ننانوے فیصد جھوٹی اور متردد ہوتی ہے۔

ذیل میں نبی کریم ﷺ کی چند پیش گوئیاں ذکر کی جا رہی ہیں، جو آج بعینہ اسی طرح ثابت ہو چکی ہیں جیسے کہ آپ ﷺ نے ان کے متعلق آج سے چودہ سو سال پہلے خبر دی تھی۔ یقیناً یہ پیش گوئیاں آپ ﷺ کی صداقتِ نبوت اور عظمتِ شان کی بہت بڑی دلیل ہیں۔

قتل عام ہو جائے گا:

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ، لَا تَذْهَبُ الدُّنْیَا حَتّٰی یَأْتِیَ عَلَی النَّاسِ یَوْمٌ لَا یَدْرِی الْقَاتِلُ فِیْمَ قَتَلَ، وَلَا الْمَقْتُوْلُ فِیْمَ قُتِلَ ؟ فَقِیْلَ :

كَيفَ يَكُوْنُ ذٰلِكَ ؟ قَالَ : الْهَرْجُ ، أَلْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ)) ❶

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ دنیا ختم نہیں ہوگی حتی کہ لوگ وہ دن نہ دیکھ لیں جب نہ قاتل جانتا ہوگا کہ میں نے کیوں قتل کیا؟ اور نہ مقتول کو علم ہوگا کہ اسے کیوں قتل کیا گیا؟ کہا گیا یہ کیسے ممکن ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''خونریزی ہوگی۔ جس میں قاتل ومقتول دونوں جہنمی ہوں گے۔''

جھوٹے نبی اور دجال ظاہر ہوں گے:

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ ، قَرِيْبٌ مِنْ ثَلَاثِيْنَ ، كُلُّهُمْ يَزْعَمُ أَنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ! وَفِيْ رِوَايَةٍ ، كُلُّهُمْ يَكْذِبُ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) ❷

''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ تیس کے قریب دجال اور جھوٹے (نبی) نہ ظاہر ہو جائیں جن میں سے ہر ایک ''رسول'' ہونے کا دعوی کرے گا۔''

ایک روایت میں ہے:

''ہر ایک اللہ عزوجل اور اس کے رسول (محمد ﷺ) پر بہتان باندھے گا۔''

امانتداری کم ہو جائے گی اور خیانت بڑھ جائے گی:

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((بَيْنَمَا النَّبِيُّ ﷺ فِيْ مَجْلِسِهٖ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ جَآءَهُ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: مَتَى السَّاعَةُ ؟ ...... قَالَ:إِذَا ضُيِّعَتِ الْاَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ ، قَالَ :

❶ صحيح مسلم، كتاب الفتن، باب لا تقوم الساعة حتى يمر الرجل بقبر الرجل فيتمنى ان يكون مكان الميت من البلاء، رقم : ٢٩٠٨.

❷ صحيح بخارى، كتاب المناقب، باب علامات النبوة فى الاسلام، رقم : ٣٦٠٩ـ صحيح مسلم، كتاب الفتن، رقم : ٧٣٤٢.

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! كَيْفَ؟ قَالَ : إِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ إِلَى اَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ .)) ❶

''رسول کریم ﷺ اپنی مجلس میں لوگوں سے محوِ گفتگو تھے کہ ایک دیہاتی آیا، اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول ! قیامت کب آئیگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب امانت ضائع کی جائے، تو قیامت کا انتظار کرنا۔ اس نے کہا: امانت کا ضیاع کیسے ہوگا؟ فرمایا: جب ''کام'' نااہل لوگوں کے سپرد کر دیئے جائیں تو قیامت کے منتظر رہو۔''

ظالم حکمران ظاہر ہوں گے

سیّدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' میرے بعد ایسے حکمران ہوں گے جو میری ہدایت سے منہ پھیریں گے، اور میری سنت سے اعراض کریں گے اور ان (کی انتظامیہ) میں ایسے لوگ ہوں گے جن کے جسموں میں شیطانوں کے دل ہوں گے۔'' ❷

فحاشی وعریانی عام ہوجائے گی:

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفُحْشَ وَالتَّفَحُّشَ أَوْ يُبْغِضُ الْفَاحِشَ وَالْمُتَفَحِّشَ ، قَالَ : وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَظْهَرَ الْفُحْشُ وَالتَّفَاحُشُ)) ❸

''یقیناً اللہ تعالیٰ بے حیائی پھیلنے اور پھیلانے کو ناپسند کرتا ہے، یا بے حیائی پھیلانے والے سے بغض رکھتا ہے۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا' قیامت قائم نہیں ہوگی حتی کہ

❶ صحيح بخاري ، كتاب العلم، رقم: ٦٥٩، كتاب الرقاق ، باب رفع لأمانة ، رقم : ٦٤٩٦ .

❷ صحيح بخاري، كتاب المناقب، باب علامات النبوة، رقم : ٣٦٠٦۔ صحيح مسلم، كتاب الامارة، رقم : ١٨٤٧ .

❸ مسند احمد: ٢١٧/٢۔ مستدرك حاكم: ٧٥/١۔ امام حاکم نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

بے حیائی (خوب) پھیل جائے گی۔"

عورتیں کپڑے پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی:

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَا أَرَاهُمَا بَعْدُ ، نِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ ، مَائِلَاتٌ ، مُمِيلَاتٌ عَلَى رُؤُوسِهِنَّ أَمْثَالُ أَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ ، لَا يَرَيْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا ، وَرِجَالٌ مَعَهُمْ أَسْوَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ ، يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ)) ❶

"دو قسم کے لوگ آگ میں جانے والے ہیں جو ابھی تک مجھے نہیں دکھائے گئے۔ (ایک تو) ایسی عورتیں ہیں جو کپڑے پہننے کے باوجود ننگی رہتی ہیں، یہ مائل ہونے والی اور (لوگوں کو) مائل کرنے والی ہیں، ان کے سروں پر (جوڑے) بختی اونٹوں کے کوہانوں کی طرح حرکت کرتے ہوں گے۔ یہ جنت کو دیکھیں گی نہ اس کی خوشبو پا سکیں گی، اور (دوسرے) کچھ آدمی ہیں جن کے پاس بیلوں کی دموں کی طرح کوڑے (لاٹھیاں) ہیں جن کے ساتھ وہ لوگوں کی پٹائی کرتے ہیں۔"

علم ختم ہو جائے گا اور جہالت بڑھ جائے گی:

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ ، وَيُثْبَتَ الْجَهْلُ ، وَيَكْثُرَ الْهَرَجُ)) ❷

"علم کا اٹھ جانا، جہالت، اور قتل وغارت گری کا بڑھ جانا قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔"

---

❶ مسند احمد: ۲/ ۴۶۹۔ ۳۵۶، ۴۴۰۔ السنن الکبری: ۲/ ۲۳۴۔ شرح السنة: ۶/ ۱۵۳۔ صحیح ابن حبان، رمق: ۷۴۶۱۔ ابن حبان نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

❷ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب رفع العلم وظهور الجهل، رقم: ۸۰، ۵۲۳۱، ۵۵۷۷.

بدکاری عام ہو جائے گی:

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ! لَا تَفْنٰی ھٰذِہِ الْاُمَّۃُ حَتّٰی یَقُوْمَ الرَّجُلُ اِلَی الْمَرْاَۃِ فَیَفْتَرِشُھَا فِی الطَّرِیْقِ فَیَکُوْنُ خِیَارُھُمْ یَوْمَئِذٍ مَنْ یَّقُوْلُ: لَوْ وَارَیْتَھَا وَرَاءَ ھٰذَا الْحَائِطِ)) ❶

’’اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ امت اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک کہ (یہ حالت نہ ہو جائے کہ) آدمی عورت کے ساتھ برسر بازار زنا کرے گا، اور اس وقت بہترین آدمی وہ ہوگا جو یہ بات کہے گا‘ کاش! تم اسے دیوار کے پیچھے لے جاتے۔‘‘

شراب اور گانے باجے کو حلال سمجھ لیا جائے گا:

سیّدنا ابوعامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَیَکُوْنَنَّ مِنْ اُمَّتِیْ اَقْوَامٌ یَسْتَحِلُّوْنَ الْحِرَّ، وَالْحَرِیْرَ، وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ، وَلَیَنْزِلَنَّ اَقْوَامٌ اِلٰی جَنْبِ عَلَمٍ، یَرُوْحُ عَلَیْھِمْ بِسَارِحَۃٍ لَھُمْ، یَاْتِیْھِمْ لِحَاجَۃٍ فَیَقُوْلُوْنَ: اِرْجِعْ اِلَیْنَا غَدًا، فَیُبَیِّتُھُمُ اللّٰہُ، وَیَضَعُ الْعَلَمَ، وَیَمْسَخُ آخَرِیْنَ قِرَدَۃً وَخَنَازِیْرَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ)) ❷

’’میری امت میں کچھ ایسے برے لوگ پیدا ہوں گے جو زنا کاری، ریشمی لباس، شراب اور گانے بجانے کو حلال سمجھیں گے، اور (ان میں سے) کچھ لوگ پہاڑ کی چوٹی پر (اپنے بنگلوں میں رہائش کے لئے) چلے جائیں گے۔ ان کے چرواہے صبح وشام مویشی لائیں گے اور لے جائیں گے۔ ان کے پاس کوئی فقیر اپنی حاجت کی

---

❶ فتح الباری: ۱۳/۸٤، بسند حسن.

❷ صحیح بخاری، کتاب الاشربۃ، باب ماجآءَ فیمن یستحل الخمر ویسمیہ بغیر اسمہ، رقم: ۵۵۹۰.

غرض سے آئے گا تو وہ ٹالنے کے لئے اس سے کہیں گے کہ کل آنا، لیکن اللہ تعالیٰ رات ہی انہیں (سرکشی کی وجہ سے) ہلاک کر دے گا، ان پر پہاڑ گرا دے گا اور ان میں سے باقی بچنے والوں کو قیامت تک کے لئے بندر اور خنزیر کی صورتوں میں مسخ کر دے گا۔''

جھوٹ کثرت کے ساتھ بولا جائے گا:

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَظْهَرَ الْفِتَنُ ، وَيَكْثُر الْكِذْبُ ، وَيَتَقَارَبَ الْاَسْوَاقُ)) ❶

''قیامت قائم ہونے سے پہلے فتنے ظاہر ہوں گے، جھوٹ بکثرت ہوگا، بازار قریب ہو جائیں گے۔''

جھوٹی گواہیاں دی جائیں گی:

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ ...... شَهَادَةُ الزُّوْرِ ، وَكِتْمَانُ شَهَادَةِ الْحَقِّ)) ❷

''قیامت سے پہلے جھوٹی گواہی دی جائے گی، اور سچی گواہی چھپائی جائے گی۔''

لوگوں میں بخل پھیل جائے گا:

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَيَنْقُصُ الْعَمَلُ ، وَيُلْقَى الشُّحُّ)) ❸

''(قیامت کی علامات میں سے ہے کہ) زمانہ قریب آ جائے گا، عمل میں نقص واقع ہوگا اور بخیلی پیدا ہو جائے گی۔''

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب ظهور الفتن، رقم : ٧٠٦١.

❷ الأدب المفرد، رقم: ١٠٥٣ ـ السلسلة الصحيحة، رقم: ٢٤٦/٢.

❸ صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب ظهور الفتن، رقم : ٧٠٦١.

لوگ مساجد کو مزین کر کے فخر کریں گے:

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتَّى يَتَبَاهَى النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ)) ❶

''قیامت قائم نہ ہوگی، حتی کہ لوگ مسجدوں میں فخر ومباہات کریں گے۔''

حرام خوری عام ہو جائے گی:

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ بِمَا أَخَذَ الْمَالَ أَمِنْ حَلَالٍ أَمْ مِنْ حَرَامٍ)) ❷

''لوگوں پر ضرور ایسا وقت آنے والا ہے کہ آدمی اس بات کی بالکل فکر نہیں کرے گا کہ جو مال اس نے حاصل کیا ہے وہ حلال ہے یا حرام ہے۔''

عورتیں بھی کاروبار میں شریک ہو جائیں گی:

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ تَسْلِيْمُ الْخَاصَّةِ، وَفُشُوُّ التِّجَارَةِ، حَتَّى تُشَارِكَ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا فِي التِّجَارَةِ)) ❸

''قیامت سے پہلے صرف خاص لوگوں کو سلام کیا جائے گا۔ اور تجارت پھیل جائے گی حتی کہ عورت اپنے خاوند کے کاروبار میں مشارکت کرے گی۔''

زلزلوں کی کثرت ہو جائے گی:

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

❶ سنن ابی داؤد، رقم: ٤٤٩۔ سنن ابن ماجه، کتاب المساجد، رقم: ٧٢٤۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❷ صحیح بخاری، کتاب البیوع، رقم: ٢٠٨٣۔ سنن نسائی، رقم: ٤٤٥٩.

❸ مسند احمد: ٥٠٩/١۔ مستدرك حاكم: ٤٩٣/٤۔ السلسلة الصحيحة: ٢٤٦/٢۔ مسند البزار: رقم: ٤٣٠٧۔ الادب المفرد، رقم: ١٠٥٣.

((لا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُقْبَضَ الْعِلْمُ، وَيَتَقَارَبَ الزَّمَانُ، وَتَكْثُرَ الزَّلَازِلُ)) ❶

''قیامت قائم نہیں ہوگی حتی کہ علم قبض کر لیا جائے گا، زمانہ قریب آ جائے گا اور زلزلے کثرت سے ہوں گے۔''

صرف جان پہچان کے لوگوں کو سلام کیا جائے گا:

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ تَسْلِيْمُ الْخَاصَّةِ)) ❷

''قیامت کے قریب سلام صرف خاص لوگوں کو کہا جائے گا۔''

نشر واشاعت کا ظہور ہوگا:

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ تَسْلِيْمَ الْخَاصَّةِ، وَفُشُوَ التِّجَارَةِ، حَتّٰى تُعِيْنَ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا عَلَى التِّجَارَةِ، وَقَطْعَ الْأَرْحَامِ، وَشَهَادَةَ الزُّوْرِ وَكِتْمَانَ شَهَادَةِ الْحَقِّ وَظُهُوْرَ الْقَلَمِ)) ❸

''قیامت کے قریب صرف مخصوص لوگوں کو سلام کیا جائے گا، تجارت اس قدر پھیل جائے گی کہ عورت تجارت میں اپنے خاوند کا ہاتھ بٹائے گی، رشتہ داری توڑی جائے گی، جھوٹی گواہی دی جائے گی، حق چھپایا جائے گا اور قلم کا ظہور (پھیلاؤ) ہو جائے گا۔''

زمانہ سمٹ جائے گا:

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الاستسقاء، باب ماقیل فی الزلازل والآیات، رقم: ۱۰۳۶.

❷ مسند احمد: ۵۰۹/۱۔ ۵۲۵۔ السلسة الصحیحة: ۲۴۶/۲.

❸ مسند احمد: ۵۰۹/۱۔ السلسلة الصحیحة: ۲۴۶/۲.

((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُقْبَضَ الْعِلْمُ، وَتَكْثُرَ الزَّلَازِلُ، وَيَتَقَارَبَ الزَّمَانُ)) ❶

"قیامت قائم نہیں ہوگی، یہاں تک کہ علم قبض کر لیا جائے گا، زلزلے بکثرت ہوں گے اور زمانہ قریب آ جائے گا۔"

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَتَقَارَبَ الزَّمَانُ فَتَكُوْنُ السَّنَةُ كَالشَّهْرِ، وَيَكُوْنُ الشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ، وَتَكُوْنُ الْجُمُعَةُ كَالْيَوْمِ، وَيَكُوْنُ الْيَوْمُ كَالسَّاعَةِ وَتَكُوْنُ السَّاعَةُ كَاِحْتِرَاقِ السَّعْفَةِ الْخَوْصَةِ)) ❷

"قیامت قائم ہونے سے پہلے (یہ نشانی ظاہر ہوگی کہ) زمانہ قریب آ جائے گا۔ اور سال مہینے کی طرح، مہینہ ہفتہ کی طرح، ہفتہ ایک دن کی طرح، ایک دن ایک گھنٹے کی طرح اور ایک گھنٹہ آگ کے شعلے کی طرح (تیزی سے گذرنے والا) ہو جائے گا۔"

دنیا سے محبت اور موت سے نفرت کی جائے گی:

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((يَا ثَوْبَانُ! كَيْفَ أَنْتَ إِذَا تَدَاعَتْ عَلَيْكُمُ الْأُمَمُ كَتَدَاعِيكُمْ عَلٰى قَصْعَةِ الطَّعَامِ يُصِيْبُوْنَ مِنْهُ قَالَ ثَوْبَانُ: بِأَبِيْ وَأُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَمِنْ قِلَّةٍ بِنَا؟ قَالَ: لَا، أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ وَلٰكِنْ يُلْقٰى فِيْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهْنُ قَالُوْا: وَمَا الْوَهْنُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ حُبُّكُمُ الدُّنْيَا وَكِرَاهِيَتُكُمُ الْمَوْتَ))❸

❶ صحیح بخاری، کتاب الاستسقاء، باب ماقیل فی الزلازل والآیات، رقم: ۱۰۳۶۔ صحیح مسلم، کتاب العلم، رقم: ۲۶۷۱.

❷ مسند احمد: ۷۱۱/۲۔ سنن ترمذی، کتاب الزهد، رقم: ۲۳۲۲۔ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

❸ مسند احمد: ۴۷۳/۲۔ سنن داؤد، کتاب الفتن والملاحم، رقم: ۴۲۹۷۔ السلسلة الصحيحة: ۶۴۷/۲.

''اے ثوبان! اس وقت تمہارا (مسلمانوں کا) کیا حال ہوگا جب (کافر) امتیں تم پر اس طرح ٹوٹ پڑیں گی، جس طرح تم کھانے کے برتن پر ٹوٹ پڑتے ہو؟ ثوبان نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ! کیا اس وقت ہم قلت میں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: نہیں بلکہ تم کثرت میں ہو گے، لیکن اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں ''وھن'' ڈال دے گا۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! وھن کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''دنیا سے محبت اور موت سے نفرت۔''

نیک لوگ معدوم ہو جائیں گے:

سیدنا مرداس اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَذْهَبُ الصَّالِحُوْنَ الْاَوَّلُ فَالْأَوَّلُ وَيَبْقٰى حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ الشَّعِيْرِ أَوِ التَّمْرِ ، لَا يُبَالِيْهِمُ اللّٰهُ بَالَةً)) ❶

''نیک لوگ یکے بعد دیگرے رخصت (فوت) ہوتے جائیں گے۔ اور فضول لوگ باقی رہ جائیں گے، جس طرح جو کا بھوسہ یا ردی کھجور باقی رہ جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان (فضول لوگوں) کی کچھ پرواہ نہیں کرے گا۔''

مزید برآں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَـأْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يُغَرْبَلُونَ فِيْهِ غُرْبَلَةً يَبْقٰى مِنْهُمْ حُثَالَةٌ قَدْ مَرِجَتْ عُهُودُهُمْ وَأَمَانَاتُهُمْ ، وَاخْتَلَفُوا فَكَانُوا هٰكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ)) ❷

''لوگوں پر ایک ایسا وقت آئیگا کہ ان کی خوب چھانٹی، اور صفائی کی جائے گی تو فضول لوگ باقی رہ جائیں گے (جبکہ نیک لوگ معدوم ہو جائیں گے) پھر آپ نے

---

❶ صحيح بخاری، كتاب الرقاق ، باب ذهاب الصالحين ، رقم : ٦٤٣٤.

❷ مسند احمد: ٢٨٩/٢ ـ ٢٩١ ـ سنن ابی داؤد، كتاب الفتن والملاحم، رقم : ٤٣٤٢ ـ سنن ابن ماجه، رقم : ٤٠٠٥ ـ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم ملا کر فرمایا' اس طرح ان کے وعدے اور امانتیں خلط ملط ہو کر رہ جائیں گی، اور وہ اختلافات کا شکار ہو جائیں گے۔''

مرد کم اور عورتیں زیادہ ہو جائیں گی:

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ، وَيَكْثُرَ الْجَهْلُ، وَيَكْثُرَ الزِّنَا، وَيَكْثُرَ شُرْبُ الْخَمْرِ، وَيَقِلَّ الرِّجَالُ وَيَكْثُرَ النِّسَاءُ حَتّٰى يَكُوْنَ لِخَمْسِيْنَ اِمْرَأَةً الْقَيِّمُ الْوَاحِدُ)) ❶

''قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ علم اٹھا لیا جائے گا، جہالت بڑھ جائے گی، زنا کاری عام ہو گی، شراب بکثرت پی جائے گی، آدمی تھوڑے اور عورتیں زیادہ ہو جائیں گی حتی کہ پچاس (50) عورتوں کے لئے ایک (آدمی) ہی نگران ہو گا۔''

سیّدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَيَاتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَطُوْفُ الرَّجُلُ فِيْهِ بِالصَّدَقَةِ مِنَ الذَّهَبِ ثُمَّ لَا يَجِدُ أَحَدًا يَأْخُذُهَا مِنْهُ، وَيَرَى الرَّجُلُ الْوَاحِدُ يَتْبَعُهُ أَرْبَعُوْنَ اِمْرَأَةً يَلُذْنَ بِهٖ، مِنْ قِلَّةِ الرِّجَالِ وَكَثْرَةِ النِّسَآءِ)) ❷

''ضرور لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ایک شخص سونا لے کر صدقہ کرنے نکلے گا لیکن کوئی اسے لینے والا نہیں ملے گا، اور یہ بھی ہو گا کہ ایک مرد کی پناہ میں چالیس چالیس عورتیں ہو جائیں گی کیونکہ مردوں کی قلت اور عورتوں کی کثرت ہو جائے گی۔''

---

❶ صحیح بخاری، کتاب النکاح، رقم: ٥٢٣١۔ مسند احمد، ٢٢٢/٣۔ ٢٥٥۔ ٣٦٦۔ صحیح مسلم، کتاب العلم، رقم: ٢٦٧١.

❷ صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، رقم: ١٤١٤۔ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، رقم: ١٠١٢.

نا اہل لوگ حاکم بن جائیں گے:

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جَالِسٌ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ فِي مَجْلِسِهِ حَدِيْثًا ، جَآءَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ !مَتَى السَّاعَةُ ؟ ...... قَالَ : اِذَا ضُيِّعَتِ الْاَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ ، قَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! كَيْفَ اِضَاعَتُهَا ؟ قَالَ : اِذَا تُوُسِّدَ الْاَمْرُ لِغَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ)) ❶

”نبی کریم ﷺ اپنی مجلس میں لوگوں کے ساتھ محو گفتگو تھے کہ ایک دیہاتی شخص آیا اور عرض کیا، یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ ...... آپ ﷺ نے فرمایا، جب امانت ضائع کی جانے لگے تو قیامت کا انتظار کرو۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ! امانت کیسے ضائع کی جائے گی؟ آپ نے فرمایا: جب ”معاملات“ نا اہل لوگوں کے سپرد کئے جائیں تو قیامت کے منتظر رہو۔“

فقیر محتاج لوگ مالدار ہو جائیں گے:

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ بَارِزًا يَوْمًا لِلنَّاسِ ، فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: مَتَى السَّاعَةُ ؟ قَالَ: مَا الْمَسْؤُلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ ، وَسَأُخْبِرُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا: اِذَا وَلَدَتِ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا ، وَاِذَا تَطَاوَلَ رُعَاةُ الْاِبِلِ الْبُهْمِ فِي الْبُنْيَانِ فِي خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ! ثُمَّ تَلَا النَّبِيُّ ﷺ: ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ .... ﴾ (لقمان : ٣٤) .))❷

”ایک دن نبی کریم ﷺ لوگوں کے پاس تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک آدمی آیا اور پوچھنے لگا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا، جس سے سوال کیا

---

❶ صحيح بخاری ، كتاب الرقاق ، باب رفع الامانة ، رقم : ٦٤٩٦.

❷ صحيح بخاری، كتاب الايمان، باب سؤال جبريل النبی عن الاسلام والايمان والاحسان، رقم: ٥٠.

گیا ہے وہ بھی سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا، البتہ میں تمہیں قیامت برپا ہونے کی کچھ نشانیاں بتائے دیتا ہوں ۔ جب لونڈی اپنے آقا کو جنے گی، اور جب اونٹوں کے غیر معروف سیاہ فام چرواہے فلک بوس عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے پر بازی لے جائیں گے (تو قیامت قریب ہوگی) درحقیقت قیامت ان پانچ باتوں میں سے ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا ۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ''بے شک اللہ کو ہی قیامت کا علم ہے''

دین کو اجنبی سمجھا جائے گا:

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ الْاِسْلَامَ بَدَأَ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ غَرِیْبًا کَمَا بَدَأَ فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ)) [1]

'' اسلام اجنبی (حالت میں) شروع ہوا تھا، اور عنقریب اسی طرح اجنبی ہو کر لوٹے گا، جس طرح شروع ہوا تھا، پس اجنبی لوگوں (مسلمانوں) کے لئے خوشخبری ہے۔''

[1] مسند احمد: ۲/ ۵۱۲۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۳۷۲.

باب نمبر 22

مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا کے ممتاز غیر مسلم محققین کی نظر میں

لین پول:

مشہور یورپین محقق اور مبلغ لین پول رقمطراز ہے:

''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہایت بااخلاق اور رحم دل بزرگ تھے۔ ان کی بے ریا اللہ پرستی اور عظیم فیاضی مستحق تعریف ہے۔ بے شک آپ مقدس پیغمبر تھے۔''

کاؤنٹ ٹالسٹائی:

مشہور روسی محقق کاؤنٹ ٹالسٹائی نے بارگاہِ رسالت میں گلہائے عقیدت کچھ اس طرح پیش کیے ہیں:

''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دنیا میں مصلح بن کر آئے، اور آپ میں ایسی برگزیدہ قوت پائی جاتی ہے جو کہ قوتِ بشری سے اعلیٰ وارفع تھی۔ سیّدنا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا طرزِ عمل اخلاقِ انسانی کا حیرت انگیز کارنامہ ہے۔ ہم یقین کرنے پر مجبور ہیں کہ سیّدنا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تبلیغ وعبادت خالص سچائی پر مبنی تھی۔''

نپولین بوناپاٹ:

نپولین بوناپاٹ محسن انسانیت کی ذاتِ گرامی کے متعلق لکھتا ہے:

''محمد کی ذات ایک مرکز ثقل تھی، جس کی طرف لوگ کھنچے چلے آتے تھے، ان کی تعلیمات نے لوگوں کو اپنا مطیع اور گرویدہ بنا لیا اور ایک ایسا گروہ پیدا ہوا کہ چند ہی

سالوں میں نصف دنیا میں اسلام کے ان پیروکاروں نے دنیا کو جھوٹے خداؤں سے چھڑا لیا، انہوں نے بت سرنگوں کر دیئے۔ موسیٰ وعیسیٰ کے پیروؤں نے پندرہ سو سال میں کفر کی اتنی نشانیاں منہدم نہ کی تھیں جتنی کہ ان متبعینِ اسلام نے صرف پندرہ سال میں کر دیں، حقیقت یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی بہت ہی بڑی چیز ہے۔''

جارج برنارڈ شاہ:

جارج برنارڈ شاہ لکھتا ہے:

''ازمۂ وسطیٰ میں عیسائی راہبوں نے اپنی جہالت وتعصب کی وجہ سے بڑی بھیانک تصویر کی صورت میں مذہب اسلام کو پیش کیا۔ بات یہیں ختم نہیں ہوتی، انہوں نے (سیّدنا) محمد اور آپ کے مذہب کے خلاف باضابطہ تحریک چلائی، میں نے ان باتوں کا بغور مطالعہ کیا ہے، اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ محمد عظیم انسان تھے اور صحیح معنوں میں انسانیت کے نجات دہندہ تھے۔ آنے والے سو سالوں میں ہماری دنیا کا مذہب اسلام ہوگا، مگر موجودہ زمانے کا اسلام نہیں، بلکہ وہ اسلام ہوگا جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ میں دلوں، دماغوں اور روحوں میں جاگزیں تھا۔''

جی ہگنز:

جی ہگنز اپنے مخصوص انداز میں لکھتا ہے:

''کہاں ہیں وہ یورپ آرچ بشپ آف کنٹربری اور کونسلز آف کانووکیشن؟ اسقف پادری اور مسیحی قوانین بنانے والے کہ جنہوں نے افریقہ میں غلامی کی اجازت دی، جنہوں نے حبشیوں کو غلام بنانا مذہب کے مطابق قرار دیا، آج ان کا کوئی نام نہیں اور وہ تاریخ کی گرد میں لپٹے گمنامی کی نیند سو رہے ہیں۔ کوئی محقق اور مورخ ان کا نام گرد جھاڑ کر تلاش بھی کرتا ہے تو صرف اس لیے کہ وہ انہیں مطعون کر سکے اور ان کے بھیانک جرائم کا اظہار کر سکے۔ اس کے برعکس ایک نام ہے محمد، جس نے انسانیت کو رنگ ونسل کی زنجیروں سے آزادی عطا کی۔ یہ نام روشن سے روشن تر

ہوتا چلا جا رہا ہے اور اس نام کی تجلیات پوری دنیا میں پھیلتی چلی جا رہی ہیں۔''

ایم ایم واٹ:

ایم ایم واٹ لکھتا ہے:

''عیسائی دنیا نے جس شخصیت سے سب سے زیادہ نفرت کا اظہار کیا اور اسے ظلمت کا شہزادہ قرار دیا ہے اصل میں وہی شخص دنیا میں احترام کا زیادہ حقدار ہے۔ آج بھی عیسائیوں کو چاہیے کہ وہ صدیوں کی نفرت ختم کر کے حقائق اور صداقت کی روشنی میں حیاتِ محمد کا مطالعہ کریں۔ اور انہیں بھول جانا چاہیے کہ ایک زمانے میں وہ بازنطینی شہنشاہیت کا حریف بنا تھا۔ انہیں فراموش کر دینا چاہیے کہ ایشیائے کوچک پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ یہ جنگیں کیوں لڑی گئیں۔ یہ تاریخ کا علیحدہ باب ہے، لیکن ان جنگوں کی وجہ سے دنیا کے سب سے قابل احترام برگزیدہ نبی سے نفرت کا جواز ڈھونڈنا ان کی عظمتوں اور خوبیوں کو جھٹلانے کے مترادف ہے، جن کا ہمسر دنیا کا کوئی دوسرا انسان نہیں بن سکا۔''

مسٹر سیل:

مسٹر سیل اپنی برسوں کی تحقیقات کے بعد لکھتا ہے:

''میں نے اپنی تحقیقات میں کوئی ثبوت ایسا نہیں پایا کہ جس سے سیّدنا محمد کے دعویٰ رسالت میں شبہ ہو سکے یا آپ کی مقدس ذات پر مکر وفریب کا الزام لگایا جا سکے۔''

اکبر الہ آبادی نے اس مشہور غیر مسلم انشاء پرداز مسٹر سیل کے بارے میں کیا خوب لکھا ہے:

مصنف سیل کو لکھنا پڑا اپنے رسالے میں
وہ یوں اصحاب میں تھے افضل جیسے چاند ہالے میں

مورخ ولیم ڈاڈ:

مورخ ولیم ڈاڈ ''صادق المصدوق'' (ﷺ) کی شان میں بطورِ دلیل فتح مکہ کا حوالہ دیتا ہے اور لکھتا ہے:

’’آپ کا وہ کمال جو آپ نے فتح مکہ کے بعد منافقوں اور کافروں کے حق میں ظاہر کیا، اخلاقِ انسانی کا حیرت انگیز نمونہ ہے۔‘‘

ریورنڈ آر میکویئل:

یہ لکھتا ہے:

’’اگر آپ کی تعلیم پر انصاف و ایمانداری سے تنقیدی نظر ڈالی جائے تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ وہ رسول اور مامور من اللہ تھے۔‘‘

پروفیسر باسورا سمتھ:

پروفیسر باسورا سمتھ نے لکھا ہے:

’’بلاشک محمد اللہ کے رسول ہیں، اگر پوچھا جائے کہ افریقہ بلکہ تمام دنیا کو مسیحی مذہب نے فائدہ پہنچایا یا اسلام نے؟ تو جواب میں کہنا پڑے گا کہ اسلام نے۔ اگر محمد کو قریش ہجرت سے پہلے شہید کر ڈالتے تو مشرق و مغرب دونوں ناقص و ناکارہ رہ جاتے، اگر آپ نہ آتے تو دنیا کا ظلم بڑھتے بڑھتے اس کو تباہ کر دیتا، اگر آپ نہ ہوتے تو یورپ کے تاریک زمانے دوچند بلکہ سہ چند تاریک تر ہو جاتے اور اگر آپ نہ ہوتے تو انسان ریگستانوں میں پڑے بھٹکتے پھرتے۔ جب میں محمد کے ملہ صفات اور کارناموں پر بحیثیت مجموعی نظر ڈالتا ہوں کہ آپ کیا تھے اور کیا ہو گئے اور آپ کے تابعدار غلاموں نے جن میں آپ نے زندگی کی روح پھونک دی تھی، انہوں نے کیا کیا کارنامے کر دکھائے، تو آپ مجھے سب سے بزرگ، سب سے برتر اور اپنی مثال آپ دکھائی دیتے ہیں۔‘‘

اسٹینلے لین پول:

یہ لکھتا ہے:

’’کسی نبی پر ان کے گھر والوں کا ایمان لے آنا اس کے اخلاص کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اس صحرانشیں کی سیرت و کردار کا صحیح صحیح اور متوازن جائزہ لینا بہت

مشکل ہے، ان کے اخلاق میں شرافت ومتانت اور حیاء وجرأت اور عزم کے ساتھ ساتھ اس انداز سے ملے ہوئے ہیں کہ انسان کے لیے سوائے ان کے احترام کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں رہتا، وہ ذاتِ مقدس، جس نے کئی برسوں تک اکیلے لوگوں کی نفرت واستبداد کا مقابلہ کیا۔ وہی شخص تھا کہ جس نے کسی سے مصافحہ کرتے وقت بھی پہلے کبھی اپنے ہاتھ کو کھینچنے کی کوشش نہیں کی، وہ بچوں کا محبوب اور منظورِ نظر تھا، وہ کبھی مسکراہٹوں سے نوازے بغیر ان کے پاس سے نہیں گزرا، وہ ہمیشہ انہیں محبت بھری نظروں سے دیکھتا اور مشفقانہ انداز سے انہیں خطاب کرتا، وہ بے تکلفی، اخلاص اور ہمت کا ایک نہایت ہی حسین امتزاج تھا۔''

کارلائل :

کارلائل ایک منصف مزاج انگریز اہل قلم ہے، جس کو ہیروز میں بڑی دلچسپی ہے، اس نے بڑی عرق ریزی سے ہر میدان کے ہیرو تلاش کر کے ہیروز نامی کتاب تالیف کی ہے، اس کتاب کا ایک مستقل باب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے جس میں اس نے اسلام کے بارے میں من گھڑت باتوں اور صاحب اسلام علیہ السلام کے متعلق بے بنیاد جھوٹ وافسانوں کی سختی سے تردید کر کے ان سے بچنے کی اپیل کرتے ہوئے لکھا ہے:

''جناب رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی لائی ہوئی رسالت صدیوں سے لاکھوں لوگوں کے لیے چراغِ ہدایت بنی آ رہی ہے۔ کیا ایسا سوچنا درست ہوگا کہ یہ رسالت جس پر یہ لاکھوں لوگ جیئے اور مرے، جھوٹ ودھوکہ ہوسکتی ہے؟''

پھر وہ استفسار وسوال کرنے کے انداز میں لکھتا ہے:

''کیا آج تک کسی جھوٹے انسان نے دین تخلیق کر کے دیا اور اس کی اشاعت کے لیے وہ اہتمام کیا جو اسلام کی اشاعت کے لیے کیا گیا؟''

پھر وہ خود ہی کہتا ہے:

محمد کی رسالت حق وسچ تھی، اس کی آواز سچے انسان کی تھی جو انہیں ''عالمِ غیب'' سے

ملی تھی اور وہ ایک ایسا چراغ تھا، جس نے پوری دنیا کو روشن کر دیا جو کہ دراصل پیغام اللہ تھا۔ اور یہ ایسا اللہ کا فضل ہے جسے چاہے وہ اس سے نوازتا ہے۔''

وہ آپ سے محبت کے بارے میں لکھتا ہے:

''مجھے آپ سے اس لیے محبت ہوئی کہ آپ ریاکاری ومنافقت سے دور، تکلف وبناوٹ، لالچ اور دنیا کی محبت سے مبرا تھے اور آپ عظمتِ نفس میں اپنی مثال آپ تھے۔ جناب محمد ﷺ کی آواز صحرا کی قدرتی اور پاک وصاف فضا کے وسط سے اٹھی، کانوں کے ذریعے دلوں تک پہنچی اور اس کے کلمات ان کے دلوں پر منقش ہوگئے۔ محمد نہ تو متکبر تھے اور نہ گھٹیا پن کا شکار، جھوٹ سے آپ کو نفرت تھی اور توہمات کا خوف آپ کے قریب تک نہیں پھٹکا تھا۔ آپ نے اپنے متواضع مقام اور پیوند لگے کپڑوں سے بادشاہت اور قیصر وکسریٰ کو خطوط لکھے جن میں ترغیب وترہیب دونوں طریقوں سے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ آپ حق کے معاملہ میں کسی کے طعن وتشنیع کی ذرہ بھر پرواہ نہ کرتے۔ جناب محمد ﷺ کو مال ومنال اور اقتدار پیش کیا گیا، مگر آپ نے اسے حقارت سے ٹھکرا دیا۔ آپ نے اپنی پوری زندگی دنیا سے بے نیاز وبے پرواہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں، آنے والے خطرات ومشکلات سے صرف نظر کرتے ہوئے گزاری اور اس کی اشاعت میں لگے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس سچے دین کو غالب کر دیا اور یہ ہر سو پھیل گیا۔''

لارڈ ہائیڈلی:

یہ مفکران لوگوں میں سے ہے، جنہوں نے اسلام کو پڑھا اس کی تعریف کی اور اس کے نبی ﷺ کے متعلق سچ کہا اور لکھا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:

''میں چالیس برس یکسو ہو کر حقیقت کی تلاش میں رہا، بالآخر میں یہ اعتراف کر رہا ہوں کہ مسلم مستشرق کی زیارت نے میرے دل میں دین محمدی جیسے آسان دین کا بڑا احترام پیدا کیا، ایسا دین جو کہ انسان کی تربیت کرتا ہے کہ اس کی ساری زندگی

عبادت سے عبارت ہو اور وہ صرف اتوار کے دن عبادت تک محدود نہ رہے، میں اللہ کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے اسلام سے آشنا کیا جو کہ میرے دل میں نقش ہو چکا ہے اور اسلام سے مجھے وہ سعادت واطمینان حاصل ہوا ہے، جس سے میں پہلے محروم تھا، میں اندھیری غار میں تھا، اسلام مجھے وہاں سے نکال کر وسیع زمین پر لے آیا جسے آفتاب نے روشن کر رکھا تھا، اور میں سمندر کی صاف اور خالص ہوا سے مستفید ہونا شروع ہوا۔''

مائیکل ہارٹ:

یہ خلائی اُمور کا ماہر معروف عالم ہے، اس کو عظیم لوگوں کی زندگی کے مطالعہ اور ان کی تلاش کا بڑا شوق تھا، اس نے ایک کتاب لکھی جس کا عنوان تھا ''سو یادگار شخصیات'' اور ان میں سرفہرست سیدنا محمد ﷺ ہیں۔ مائیکل مسلمان نہیں، وہ ایک امریکی عیسائی اسکالر ہے، اس نے ان سو شخصیات کا انتخاب کیا، جنہوں نے حیاتِ انسانیت پر گہرے اثرات چھوڑے ہیں، اس نے جناب محمد (ﷺ) کی برتری اور اسلام کی انسانیت وتہذیب پر عنایت کا اعتراف کس انداز میں کیا ہے، آیئے دیکھیں مائیکل اپنی کتاب میں کیا کہتا ہے؟

''یقیناً محمد (ﷺ) تاریخ میں وہ تنہا انسان ہیں جو دینی ودنیاوی میدان میں کلی اور مطلق طور پر کامیاب ہوئے۔ محمد ﷺ نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی، کیونکہ یہ سب سے اونچا دین ہے، محمد (ﷺ) ایسے سیاسی وعسکری اور دینی قائد قرار پائے کہ آج آپ کی وفات پر صدیاں گزر جانے کے باوجود ان کا اثر تازہ ہے، آپ اپنی دعوت پر ایمان رکھنے والوں کو ساتھ ملا کر ایسی سلطنت قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے جو کہ حدود ہندوستان سے لے کر بحر اٹلس تک پھیلی ہوئی تھی، اور یہ سلطنت آج کی تاریخ تک قائم ہونے والی سلطنتوں میں سب سے بڑی سلطنت تھی۔ آپ کے ماننے والے جہاں بھی گئے وہاں اسلام پھیلا۔ یہ صرف اور صرف آپ کی ذمہ داری تھی کہ قواعدِ اسلام یا اجتماعی زندگی سے متعلق اصول شریعت اور

معاملات سے متعلق ضابطوں کو لوگوں کی دینی زندگی میں نافذ کرتے، کیونکہ قرآن پاک صرف اور صرف آپ ﷺ پر ہی نازل ہوا تھا جس میں مسلمانوں کے لیے ان کی دنیا وآخرت کے تمام مسائل کا حل موجود تھا۔''

ڈاکٹر گرینیہ

یہ اپنے اسلام قبول کرنے کا ذکر بڑے سعادت مندانہ انداز میں کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''میں نے علوم طب، صحت اور طبیعیات سے متعلق قرآن پاک کی آیات کو پڑھا اور تحقیق کی، پھر میں نے ان کا یونیورسٹی میں طب وصحت اور طبیعیات سے متعلق حاصل کی ہوئی معلومات سے موازنہ کیا، جس سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ قرآن پاک کی آیات مکمل طور پر ان پر منطبق ہوتی ہیں اور میں اسلام لے آیا۔ کیونکہ مجھے یقین ہو گیا کہ محمد (ﷺ) واضح حق لے کر تشریف لائے، جس کو ہم ایک ہزار سال بعد جان رہے ہیں۔ اور میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ اگر کوئی ماہر فن وعلم اس فن وعلم کے متعلق قرآنی آیات اور جدید معلومات کا موازنہ کرے، جیسا کہ میں نے کیا تو وہ اسلام قبول کیے بغیر نہیں رہ سکتا، جس طرح کہ میں کر چکا ہوں۔ ہاں! یہ الگ بات ہے کہ کوئی عناد اور دلی مرض کی وجہ سے اسلام قبول نہ کرے۔''

رینیہ گینو:

جس نے اسلام قبول کرنے کے بعد خود اپنا نام عبدالواحد یحییٰ رکھا، وہ کہتا ہے:

''میں نے چاہا کہ مجھے کوئی مقدس الٰہی نص مل جائے جو باطل کی آمیزش سے صاف ہو لیکن جستجو اور انتھک وطویل تحقیق کے بعد قرآن پاک کے سوا کچھ نہ مل سکا، صرف اور صرف یہی کتاب ہے جس نے مجھے قائل کیا، اور میرے دل میں موجود اضطراب کو ختم کیا۔ اور پیغمبرِ اسلام ہی وہ رسول ﷺ ہیں جن کو میں نے پسند کیا اور ان کے علم تلے چلنے میں اپنی سعادت سمجھی۔ آپ ﷺ کے فرمودات واعمال نے مجھے نفسیاتی سعادت اور روحانی سکون بخشا۔ اگر آپ نہ ہوتے تو انسانیت مادیت

و بے دینی، اخلاقی انحطاط اور روحانی تباہی کے سمندروں میں غرق ہو جاتی۔''

اسلامی ثقافت کے یورپ پر اثرات کے حوالہ سے کہتا ہے:

''اسلامی ثقافت اور علوم ہدایات و نور کا سرچشمہ ہیں، اگر مسلمان فلاسفر اور علما نہ ہوتے تو آج یورپین جہالت وظلمت کے اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہوتے۔''

الفونس ڈینیا:

یہ ایک عالمی آرٹسٹ تھا جو طویل عرصہ غور وفکر کے بعد حلقہ بگوش اسلام ہوا۔ اس نے خود اپنا نام ناصر الدین رکھا۔ یہ شخص واقعتاً اللہ کے دین کا مددگار ثابت ہوا، اسلام کے متعلق مستشرق مفکرین نے جو غلط افکار ومفاہیم پھیلا رکھے تھے، اس نے ان کی تصحیح میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ پھر اس نے رسالتمآب ﷺ کی سیرت پر ایک کتاب لکھی جس کو جنگ عظیم میں مرنے والوں کی ارواح کے نام منسوب کیا، اس کتاب میں وہ لکھتا ہے:

''محمدی عقیدہ غور وفکر پر پہرے نہیں بٹھاتا، لہٰذا یہ عین ممکن ہے کہ ایک انسان بیک وقت صحیح مسلمان بھی ہو اور حریت فکر کا علمبردار بھی۔''

وہ ایک جگہ لکھتا ہے:

''دین اسلام میں اللہ تعالیٰ نے انسانی یا کوئی اور شکل اختیار نہیں کی جبکہ ''یہوداہ'' جو یہود کا اللہ ہے وہ اس کو طہارت کے لیے اس کی تصویر بنا کر ردی اور گندے مقامات پر رکھتے ہیں، اس طرح ہم انجیل کے نسخوں میں اللہ تعالیٰ کی شبیہ دیکھتے ہیں، لیکن اسلام کا الٰہ تو اس بارے میں قرآن پاک اور جناب رسول اکرم (ﷺ) نے صاف بتایا ہے، کسی مصور یا سنگ تراش نے آج تک یہ جرات نہیں کی کہ اپنے قلم کی نوک کو حرکت دے یا چھینی سے اس کو تراش سکے! یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی نہ معین صورت ہے، نہ متعین حدود، اور نہ ہی کوئی اس کے مشابہ ہے اور نہ ہی اس جیسا کوئی اور ہے۔ بلکہ وہ تنہا و یکتا اور بے نیاز ہے، نہ اس کی کوئی اولاد ہے، اور نہ وہ کسی کی

اولاد ہے اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔''

ٹولسٹ دی:

یہ ایک مشہور روسی ادیب ہے جسے یہ بات ناگوار گزری کہ اسلام کے دشمن اسلام اور صاحبِ اسلام محمد (ﷺ) کی طرف اپنے زہریلے تیروں کا رخ کریں، چنانچہ وہ لکھتا ہے:

''بلاشبہ یہ نبی ان عظیم مصلح انسانوں میں سے ایک ہے، جنہوں نے انسانیت کے لیے بیش بہا خدمات سرانجام دیں، آپ کے لیے یہی اعزاز کافی ہے کہ آپ نے اپنی ساری امت کو نورِ حق سے منور کیا اور اس کو ایسی راہ پر گامزن کیا، جس پر چل کر وہ سلامتی کی علمبردار بنے اور خونریزی سے بچے۔ نیز آپ کے لیے یہ بھی اعزاز کی بات ہے کہ آپ نے ترقی وتقدم کا راستہ کھول دیا جو کہ ایسا عظیم کارنامہ ہے جو فقط وہی شخص سرانجام دے سکتا ہے جسے انسانی بساط سے ماوراء قوت ودانائی اور علم عطا کیا گیا ہو، لہٰذا آپ تعریف واحترام اور عظمت کے حق دار ہیں۔''

مہاتما گاندی:

ہندوؤں کے مہاتما گاندی نے لکھا ہے:

''مغربی دنیا اندھیرے میں تھی کہ ایک روشن ستارہ (سراج منیر) افق مشرق سے چمکا اور اس نے بے قرار دنیا کو روشنی اور تسلی کا پیغام دیا، سیرت النبی کے مطالعہ سے میرے اس عقیدے میں مزید پختگی اور استحکام آ گیا کہ اس نے تلوار کے بل پر کائنات پر رسوخ حاصل نہیں کیا، بلکہ پیغمبر اسلام (ﷺ) کی انتہائی بے نفسی، عہد ومواثیق کا انتہائی احترام اور اپنے رفقاء ومتبعین کے ساتھ گہری وابستگی، جرأت، بے خوفی، اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان، اور بھروسہ اور اپنے مقصد ونصب العین کی حقانیت پر کامل اعتماد اسلام کی کامیابی کے حقیقی اسباب تھے۔ یہ خصائص ہر رکاوٹ اور ہر مشکل کو اپنی ہمہ گیر رو میں بہا کر لے گئے۔''

دلورام کوثری:

ہندوستان کے معروف شاعر نے کیا خوب لکھا:

محمد مصطفیٰ افضل ہیں یوں سارے رسولوں میں
کہ ہے جیسے گلاب افضل زمانے بھر کے پھولوں میں

ہری چند اختر:

ہندو شاعر ہری چند اختر لکھتا ہے:

رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ نہ
ہماری بزمِ خیال میں نہ نگاہ آئینہ ساز میں [1]

قارئین کرام! آخر میں ہم بارگاہِ ایزدی میں دست بدعا ہیں کہ وہ ہمیں نبی آخرالزمان ﷺ کی درخشاں تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر دین و دنیا کی سعادتوں سے بہرہ یاب فرمائے۔ اور اس کتاب کو ہمارے لیے توشہ آخرت اور ذریعہ نجات بنائے۔ آمین!

وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ آجمعین.

---

[1] ماخوذ از اُردو ڈائجسٹ، رحمۃ للعالمین نمبر، جلد دوم، ص: ۳۲۶۔ ۳۴۰.

یادداشت

اللهم صل على محمد وعلى آل محمد
كما صليت على ابراهيم وعلى
آل ابراهيم انك حميد مجيد
اللهم بارك على محمد وعلى آل محمد
كما باركت على ابراهيم وعلى
آل ابراهيم انك حميد مجيد

انصار السنہ پبلیکیشنز۔لاہور

اسلامی اکادمی، الفضل مارکیٹ، 17-اردو بازار لاہور

فون: 042-7357587

WWW.IRCPK.COM